حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سو گیارہ اسمائے مبارکہ کی حروف تہجی کے مطابق منفرد شرح

شرح اسماء النبی الکریم ﷺ

شارح
محمد نعیم نگوروی

مکتبہ جمال کرم لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	شرح اسما النبی الکریم ﷺ
شارح	محمد نعیم نگوری
زیر اہتمام	ایم احسان الحق صدیقی
تعداد	گیارہ سو
سن اشاعت	جون 2006
صفحات	504
قیمت	[redacted]

ملنے کا پتہ

مکتبہ جمال کرم 9 مرکز اویس دربار مارکیٹ لاہور

042-7324948,0321-4300441

انتساب

اس عظیم ہستی کے نام جس کی روحانی توجہات اور فیوض و برکات کو لمحہ لمحہ محسوس کرتا ہوں کہ جس کی نگاہ ولایت نے مجھے نعمت عشق رسول ﷺ سے نوازا اور میرے قلم کو ذوق تحریر بخشا۔

میری مراد

سیدی وسندی قدوۃ السالکین عمدۃ الواصلین قطب العصر اعلیٰ

حضرت پیر سید **علی حسین شاہ** قدس سرہٗ العزیز المعروف نقش لاثانی

آستانہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ مجددیہ لاثانیہ علی پور سیداں شریف ضلع نارووال

محمد نعیم نگوروی خاکپائے اولیاء

حدیث دل

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ النبی الکریم امابعد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خوشبو ہے دو عالم میں تیری اے گل چیدہ
کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصاف حمیدہ

خالق کائنات جل مجدہ نے نبی کریم روف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن اوصاف حمیدہ اور کمالات ومعجزات عظیمہ سے نوازا انہیں نوک قلم پر لا کر سپرد قرطاس کرنا ناممکن ہے کیونکہ جس کا ثنا خواں خود خالق کون ومکاں ہو اس محبوب عالی مرتبت کی تعریف توصیف کا حق ایک انسان کیونکر ادا کر سکتا ہے۔ اس عبد مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق خالق ہی ادا کر سکتا ہے انسان تو فقط آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی کر کے غلامی کی سند وصول کر رہا ہے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی سنت بھی ادا کر رہا ہے۔

قارئین کرام حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ کے ان گنت گوشے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء بھی آپ کی سیرت مقدسہ کا ایک اہم باب ہیں۔ امت کے بیشتر آئمہ دین نے اس منفرد موضوع پر کام کر کے خوب داد تحسین پائی ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اس مقدس پاکیزہ سلسلہ کی اہم کڑی ہے جس میں حضور کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ شخصیت اور مبارک سیرت کے مختلف گوشوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارکہ کی روشنی میں دیکھا گیا ہے اور یہ بات کمال کی بلندیوں کو چھو رہی ہے کہ

لاکھ ستارے ہر طرف ظلمت شب جہاں جہاں
ایک طلوع آفتاب دشت و جبل سحر سحر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا قرآن مجید کے اجمال کا تفصیلی بیان ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت انسانی معراج کیلئے ایک روشن بلند و بالا مینار عظیم ہے جو ہدایت ربانی کی ایک واضح دلیل ہے۔

راقم الحروف نے حضرت صوفی برکت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے 1438 جمع کردہ۔ اسماء رسول میں سے صرف 111 کا انتخاب کر کے متعدد کتب احادیث وسیر سے تشریح کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں ہدیہ عقیدت پیش کیا ہے تا کہ راقم بھی آپ کے ثنا خوانوں میں شامل ہو کر اپنے لیے توشہ آخرت تیار کر سکے۔ اس موقع پر میں مفتی محمد خان قادری اور حضرت العلام مولانا ظہور احمد بروہی صاحب (مدرس دار العلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ) کا شکر گزار ہوں ان حضرات نے اپنی تدریسی تصنیفی مصروفیات میں سے وقت نکال اس خوبصورت کتاب کا مقدمہ بھی لکھا اور اپنی رائے کا اظہار بھی فرمایا۔

راقم الحروف حضرت علامہ مولانا احسان الحق صدیقی صاحب منیجر مکتبہ جمال کرم کا بے حد مشکور ہے جنہوں نے اس کتاب کو اپنے مکتبہ سے شائع کیا اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت دین کو قبول فرمائے۔

آخر میں یہ عاجز محترم جناب حاجی رشید احمد صاحب سرجیکل میکر آف سیالکوٹ کا بہت ہی مشکور ہے آپ نے اس کتاب کی طباعت کا بیڑا اٹھا کر خصوصی تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان جملہ معاونین پر اپنی خصوصی نوازشات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین
خاکپائے اولیاء
محمد نعیم نگوروی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از مفتی محمد خان قادری

الحمد لله رب العالمين وسلى الله على سيدنا محمد قائد الفرا المحجلين وعلى آله وصحبه اجمعين

سب سے اعلیٰ، افضل، بابرکت، مؤثر اور خوبصورت اللہ رب العزت جل شانہ کے اسماء مبارکہ ہیں خواہ وہ اسم ذات اللہ ہے یا اس کے اسماء صفات مثلاً رحمٰن، رحیم، قدیر، غفور، ستار، غفار، ذوالجلال، ذوالفضل العظیم ان کی برکات کا یہ عالم ہے کہ جو شخص ان کو دل وجاں سے پڑھے اسے اللہ تعالیٰ جنتی بنا دیتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ان للہ تعالیٰ تسعة وتسعين اسماء مائة الا واحدة من احصاها دخل الجنة (بخاری ومسلم)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ننانوے مبارک نام ہیں جو آدمی انہیں پڑھے گا انہیں وہ جنت میں داخل فرمائے گا۔

حضور ﷺ دعا میں اپنے خالق کی بارگاہ میں اس کی ذات وصفات کو وسیلہ بنانے کی تعلیم دیتے، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک آدمی نے یوں دعا کی یا اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ تو اللہ ہے تو ہی احد صمد ہے تیری کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی تو کسی کی اولاد ہے اور تیری ذات وصفات میں

تیرا کوئی مثل نہیں آپ ﷺ نے سنا تو فرمایا۔

دعا اللہ باسمہ الاعظم اذا سئل بہ اعطی واذا دعی بہ اجاب (ترمذی ابو داؤد)

اس نے اللہ کا وہ عظیم نام لیا ہے کہ جس کے وسیلہ سے سوال کیا جائے تو وہ عطا فرماتا ہے اور جب دعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ذکر اور ان کے تفصیلی مطالعہ سے انسان کو وہ شعور نصیب ہوتا ہے کہ شیطان کا کوئی ہتھکنڈہ کامیاب نہیں ہوتا اس موضوع پر متعدد اہل علم نے مستقل کتب تصنیف کیں ہیں مثلاً المقصد الاسنیٰ شرح معانی اسماء اللہ الحسنیٰ للغزالی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حبیب رحمۃ للعالمین ﷺ کے اسماء وصفات پس جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب، تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید میں کیا محمد، احمد، بشیر ونذیر، سراج منیر، روف رحیم، حریص، مبشر، شاھد، نور اور رحمت للعالمین پر اوراق قرآن شاھد ہیں۔ خود رسالت مآب ﷺ نے بھی اپنے اسماء گرامی کا تذکرہ فرمایا حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی (بخاری ومسلم)

میرے متعدد نام ہیں میں محمد احمد ہوں ماحی ہوں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کفر کو مٹایا، میں حاشر ہوں جس کے قدموں میں لوگوں کو اٹھایا جائے گا میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد نبی نہ ہو۔

یہ اور بقیہ تمام نام اللہ تعالیٰ نے ہی آپ ﷺ کے لیے منتخب فرمائیں ہیں۔

ان اسماء مبارکہ کی معنوی جھلکیاں

یہ اسماء مبارکہ اپنے اندر کس قدر معانی اور برکات رکھتے ہیں ان کا صحیح اور کامل علم باری تعالیٰ کو ہی ہے کوئی دوسرا ان کا احاطہ نہیں کر سکتا ان میں سے جھلکیاں ملاحظہ کیجئے۔

میں تو محمد ہوں

لفظ محمد کا مفہوم ہے وہ ذات جس کی کثرت کے ساتھ تعریف ہو۔

آپ ﷺ کے داداجان حضرت عبدالمطلب نے الہام الٰہی کی بناء پر جب یہ نام رکھا تو انہوں نے بھی کہا تھا کہ اس بچے کی سب سے زیادہ حمد و تعریف کی جائے گی کفار نے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذمت کرتے ہوئے آپ

ﷺ کو مذمم کہا تو حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا۔

الاتحجبون کیف یصرف اللہ علی شتم قریش ولعنھم یشتمون مذمما ویلعنون مذمما وانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بخاری)

کہ تم ملاحظہ نہیں کر رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کا سب وشتم اور لعنت مجھ سے کس طرح پھیر دیا وہ کسی مذمم کو گالی دیتے ہیں اور لعنت کر رہے ہیں تو محمد ہوں ﷺ۔

یعنی میری مذمت کرنا سراپا بے وقوفی ہے مجھے تو اللہ تعالیٰ نے محمد بنایا ہے ﷺ دنیا، برزخ اور آخرت میں میری حمد ہی حمد سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا

عنقریب تمہارا رب تمہیں مقام محمود عطا فرمائے گا۔

مقام محمود کی تشریح کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا روز قیامت لوگ کانوں تک پسینہ میں ڈوبے ہونگے۔ پھر وہ انبیاء علیہم السلام حضرت آدم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے مدد طلب کریں گے۔

فیومئذ یبعثہ اللہ مقاما محمودا یحمدہ اھل الجمع کلھم (بخاری کتاب الزکوۃ)

اس دن مجھے اللہ اس مقام پر کھڑا فرمائے گا تمام اہل قیامت میری حمد کریں گے۔

شیخ عبداللہ سراج الدین شامی نے کیا خوب کہا۔

فهو سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم المحمود فى الدنيا والمحمود فى الاخرة من اهل السموات و اهل الارض

(الصلاة على النبى، ۲۴۹)

سیدنا محمد ﷺ کی دنیا و آخرت میں تمام اسما اور اہل زمین مدح کر رہے ہیں اور کریں گے۔

سب سے زیادہ حمد باری تعالیٰ کرنے والے

آپ صرف محمد ﷺ ہی نہیں بلکہ احمد ﷺ بھی ہیں اللہ تعالیٰ کے بعد جس ہستی کی سب سے بڑی تعریف و توصیف کی گئی ہے وہ حضور ﷺ کی ذات (محمد ﷺ) ہے اس طرح سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی تعریف فرمانے والے بھی آپ ﷺ (احمد ﷺ) ہی ہیں احمد کا معنی سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والا کے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جو حمد آپ ﷺ نے کی ہے اولین و آخرین میں اس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا یہی وجہ ہے حمد کا جھنڈا صرف سرور عالم ﷺ کو ہی عطا کیا جائے گا خود آپ ﷺ نے فرمایا روز قیامت

بيدى لواء احمد ولا فخر وما من نبى آدم يومئذ فمن سواه الاتحت لوائى

حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ پر ہوگا مگر اس پر فخر نہیں حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد میرے جھنڈے کے نیچے ہوگی۔

بلکہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ایسے حمد یہ حکمات عطا فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کو نصیب نہ ہوئے ہونگے بخاری و مسلم کے الفاظ ہیں میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریزی کروں گا۔

ويحمده بمجاهد لم بحمده بها احد كان قبله ولن بحمده بها احد من كان بعده فيقال له يا محمد ارفع رأسك تكلم يمسع واشفع تشفع

میں ایسی حمدیں کروں گا جس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کسی نے نہ کی ہوگی اور نہ ہی بعد میں کوئی کرے گا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا یا محمد ﷺ سر اٹھاؤ کہو سنی جائے گی شفاعت کرو شفاعت قبول کی جائے گی۔

اسماء مبارکہ کی برکات

اس طرح ان مبارک اسماء کی برکات کا تصور بھی انسانی ذہن سے بالا تر ہے مثلاً احادیث میں ہے کہ جس کا نام حضور ﷺ کے اسم گرامی محمد یا احمد پر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت و بخشش فرمادے گا جس گھر میں اس نام کا آدمی رہتا ہو اس پر اللہ تعالیٰ رحمتوں کی برسات ہوتی ہے جو آدمی اولاد میں سے کسی کا نام یہ نہیں رکھتا وہ محروم قرار پاتا ہے حافظ الحدیث امام حسین بن بکیر المتوفی ۳۸۸ ہجری نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے زیر نظر موضوع سے متعلقہ تمام احادیث کو جمع کر دیا ہے۔

گناہ گار کی مغفرت

امام ابوطالب مکی المتوفی ۳۸۶، ابو محمد الجلیل اندلسی المتوفی ۶۰۸ اور دیگر

محدثین نے بنی اسرائیل کے ایک گناہ گار شخص کی مغفرت کا واقعہ یوں نقل کیا کہ وہ سو سال زندہ رہا اس نے بہت گناہ کئے حتیٰ کہ فوت ہونے کے بعد بنی اسرائیل نے اسے بلا غسل و کفن پھینک دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وصیت فرمائی اسے غسل و کفن دو عرض کیا اس اس کی مغفرت کی وجہ کیا ہے فرمایا۔

انه فتح التورة يوما فراء فيها اسم محمد مكتوبا فقبل ومسح به وجمعه تبر كابه وحباله فغفر الله جميع ذنوبه من اجل تعظيمه اسم محمد حبيب الله صلى الله عليه وسلم

(قوت القلوب ۲ ۷۴۲)(شعب الايمان ۳۸۷)

اس نے ایک روز تورات کھولی تو اس پر حضور ﷺ کا نام محمد ﷺ لکھا ہوا دیکھا اس نے اسے چوم لیا اور برکت حاصل کرنے کے لئے چہرے کے ساتھ لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے نام کی تعظیم کی وجہ سے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے۔

اللہ تعالیٰ مالک رحمٰن و رحیم ہے وہ جسے چاہے معاف فرما دے اس کی رحمت ہے اگر اہل ایمان یہ عمل کریں تو کس قدر خیرات پائیں گے۔

اسماء مبارکہ پر کام

جس طرح اہل علم نے اسماء الٰہیہ پر کام کیا اس طرح انہوں نے اسماء نبوی پر بھی لکھا سیرت اور حدیث پر کتب میں اس موضوع پر ایک باب ہے لیکن مستقل کتب بھی موجود ہیں بعض کا تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ **فضائل التسمیہ باحمد وفد** یہ حافظ الحدیث امام حسین بن بکیر بغدادی المتوفی ۳۸۸ کی کتاب ہے جس میں انہوں نے سند کے ساتھ تیس احادیث جمع کیں ہیں علامہ محمد عباس رضوی ممبر مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور نے

اس کا ترجمہ کیا ہے جو مرکز شائع کر رہا ہے۔

۲۔ **الریاض الدنیته فی السماء النبی الخیر الخلیفه** امام جلال الدین سیوطیؒ ۹۱۱ بندہ کے پاس موجود ہے۔

۳۔ اسماء النبی الکریم نظم کی صورت میں ہے امام یوسف اسماعیل نبہانیؒ

۴۔ اسماء النبی الکریم (پانچ ضخیم جلدوں میں) صوفی برکت علی لدھیانوی

۵۔ امام سخاوی نے القول البدیع میں تقریباً آپ ﷺ کے چار سو اسمائے مبارکہ جمع کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ ہمارے ایک فاضل عزیز مولانا محمد نعیم نگوروی نے اس موضوع پر کام کیا بڑی محبت لگن اور سلیقہ سے متعدد کتب سے انہوں نے استفادہ کرتے ہوئے ہمارے لئے مواد کو جمع کر دیا حضور ﷺ کے اسماء پر کام جہاں ایمان کی علامت ہے وہاں یہ خدمت نبوی ﷺ بھی ہے۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ اقدس میں قبول فرما کر ہم سب کی آخرت کے لئے ذریعہ نجات بنائے اور ہمیں حضور کے لواء حمد و شفاعت کے نیچے جگہ عطا فرمائے۔

دعا گو

محمد خاں قادری

مرکز تحقیقات اسلامیہ

شادمان لاہور

بروز جمعرات ۱۶ مارچ ۲۰۰۰ء

تقریظ

حضرت علامہ ڈاکٹر ظہور احمد بروہی صاحب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

خداوند قدوس کے بعد کائنات کی عظیم ترین اور مبارک ترین ہستی کے اسماء گرامی کی توضیح وتشریح شارح اور قارئین سب کے لیے بڑی سعادت اور نعمت دارین ہے۔ یہ اسماء مبارکہ بلاشبہ انسان کے لیے باعث مغفرت ورضائے الٰہی ہیں۔

ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام زمین پر آنے کے بعد صدیوں توبہ واستغفار کرتے رہے۔ گریہ وزاری کرتے رہے۔ لیکن قبولیت میں تاخیر ہوتی رہی جونہی اسم محمد ﷺ کا وسیلہ پیش کیا فوراً قبولیت توبہ بھی حاصل ہوگئی اور رضا بھی اللہ پاک تو بڑا غفور اور رحیم ہے۔ اس نے آدم علیہ السلام کو بخشنا تو تھا ہی لیکن وہ بنی آدم کے لیے بخشش کا فارمولا واضح کرنا چاہتا تھا۔ کہ خطا کارو! دعائیں اپنی جگہ زاری اپنی جگہ، سجدے اپنی جگہ، صدیوں روتے رہو، صدیوں سجدوں میں پڑے رہو، جب تک اپنی دعاؤں اور استغفار کو میرے محبوب ﷺ کے اسم پاک کے وسیلے سے مزین نہ کروگے میرے نزدیک کچھ بھی لائق اعتناء نہیں۔

اللہ کے محبوب ﷺ کے اسماء قدسیہ کا ورد گویا سوئچ ہے رحمت الٰہی کے کرنٹ اور روشنیاں حاصل کرنے کا۔ خطہ سیالکوٹ کے اُبھرتے ہوئے خطیب ومصنف عزیز مکرم محمد نعیم نگوروی صاحب نے سرکار ابد قرار ﷺ کے ایک سو گیارہ اسماء مبارکہ کی توضیح و تشریح کی سعادت حاصل کی ہے۔ جواہر البحار میں علامہ نبہانی نے آٹھ سو سے زائد اسماء مبارکہ کا ذکر کیا ہے مرآۃ شرح مشکوۃ میں ایک ہزار اسماء مبارکہ کا تذکرہ ہے۔ دلائل الخیرات شریف میں دوسو ایک اسماء مبارکہ آئے ہیں میں نے موصوف علامہ نگوری صاحب

سے استفسار کیا کہ آپ نے ایک سو گیارہ اسماء توضیح کیلئے منتخب کیے ہیں۔ اس میں کیا حکمت کارفرما ہے تو کہنے لگے میں نے تین اکائیاں جمع کی ہیں تین اکائیوں کی نسبت سے یعنی خالق کائنات جو خدائی میں یکتا ہے اس کا محبوب ﷺ جو مصطفائی میں یکتا ہے اور اس کا لازوال کلام صداقت وہدایت میں یکتا ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ علامہ صاحب کے دل میں امت کی زبوں حالی کا بہت درد ہے انتشار وافتراق سے بہت نالاں ہیں۔ اور مقام مصطفوی ﷺ سے بے خبر لوگوں کے لیے بہت فکر مند ہیں۔ انہوں نے جگہ جگہ مسلمانوں کو اسلامی اخلاق اپنانے اور بے عملی اور بد عملی سے پرہیز کرنے کی تلقین کی ہے۔ گویا انہوں نے اس تصنیف سے کئی کام لیے ہیں۔ حضور ﷺ کے مقامات رفیعہ کی وضاحت بھی، عشق مصطفیٰ ﷺ کی ساقی گری بھی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل بھی اور انشاء اللہ العزیز موصوف ان تمام اہداف میں کامران ہونگے امید واثق ہے۔

عزیز مکرم نگوروی صاحب کی یہ پانچویں تصنیف ہے اس میں اور جملہ تصانیف میں انہوں نے ہر بات مدلل اور ثقہ روایات کے حوالے سے لکھی ہے یوں انکی تحریر ماشاء اللہ بہت قابل اعتماد اور حامل فوائد کثیر ہوگئی ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

پروردگار عالم موصوف کے علم وعمل وفیض وعشق ودرد میں روز افزوں ترقی اور برکت عطا فرمائے اور اسی طرح بلغوا عنی کا فریضہ ادا کرتے ہوئے اپنے لیے ہمارے لیے اور جملہ قارئین کے لیے نجات کے سامان فراہم کرتے رہیں۔

امین ثم آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

ظہور احمد (بروہی)

دار العلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ کینٹ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا **مُحَمَّد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَلَّذِیْ یُحْمَدُ حَمْدًا مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ

ترجمہ: وہ ذات (کاملہ) جس کی بار بار تعریف کی جائے

تشریح:

لفظ محمد "حمد" سے مشتق ہے جس کے معنی تعریف کے ہیں۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ محمد اسے کہا جاتا ہے جس کے اوصاف و خصائل قابل تعریف عادات سے آگے بڑھ جائیں۔

قرآن حکیم میں مندرجہ ذیل مقامات پر یہ لفظ آیا ہے۔

(۱) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ	محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (الفتح)
(۲) وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ	اور ایمان لاؤ (اس پر جو محمد پر نازل کیا گیا۔ (محمد)
(۳) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ	اور محمد نہیں ہیں مگر اللہ کے رسول (آل عمران)
(۴) مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ	محمد نہیں ہیں کسی (مرد) کے باپ۔ (احزاب)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی اسماء گرامی میں سے صرف دو اسم پاک ذاتی ہیں۔ ایک محمد اور دوسرا احمد۔ باقی صفاتی ناموں کا شمار کرنا ادراکِ انسان سے باہر ہے۔

تعریف خوبی اور کمال کی ہوتی ہے اور جس میں خوبی اور کمال ہو وہ اس لائق ہوتا ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔ تو پھر ذرا غور کیجئے کہ کونسا کمال ہے؟ جو اس مظہر ذات خدا شاہد کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہیں پایا گیا۔ وہ ذات تو حسنات کا منبع و مرکز ہے۔ وہاں سے تو چشمے پھوٹتے اور جاری ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ!

اس پیارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے نہ زبانیں رکیں نہ قلم خشک ہوئے اور خشک ہوں بھی کیوں؟ ان کے آنے سے تو قلموں کو روانی ملی، پھولوں کو مہک ملی، بلبل کو چہک ملی، غنچوں کو چٹک ملی، شاخوں کو رقص ملا، سورج کو تپش ملی، چاند کو ٹھنڈک ملی، ہواؤں کو فراٹے ملے، فضاؤں کو سناٹے ملے، سمندر کو طغیانی ملی، نہروں کو روانی ملی۔

وہ کونسی خوبی اور وہ کونسا کمال ہے؟ جو پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ ملا۔ ان کا اخلاق بھی اعلیٰ، ان کا کردار بھی اعلیٰ، ان کی گفتار بھی اعلیٰ، ان کی رفتار بھی اعلیٰ، ان کا چلنا پھرنا بھی اعلیٰ اور ان کا سونا جاگنا بھی اعلیٰ ہے۔ ان کی ہر ہر ادا بڑی پیاری، ان کی تعریف کس نے نہیں کی؟ اگر! کوئی تعریف نہ بھی کرے تو کیا آپ کی شان میں کمی ہو جائے گی؟ نہیں نہیں۔ خوبی اور کمال میں کمی نہ ہوگی۔ ان کی تعریف کوئی کرے یا نہ کرے ان کا خالق جو ہر وقت تعریف کر رہا ہے۔ ان کے خالق نے قرآن کی ابتدا بھی اپنی حمد سے کی، اس لئے کہ اس مادہ حمد سے محمد بنتا ہے۔ اس مادہ حمد سے احمد بنتا ہے۔ اس مادہ حمد

سے حامد بنتا ہے۔ اسی مادہ حمد سے محمود بنتا ہے تاکہ جب کوئی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہے تو ساتھ ہی خیالِ محمد بھی آجائے تاکہ حمد کرنے سے معراجِ انسانیت کی ابتدا ہو اور نام محمد پہ اس کی تکمیل ہو۔

وہ کیسے محمد ہیں جن کے خالق نے خود ان کے وجود کو اپنے وجود کی دلیل کامل بنایا کہ ان کے خالق نے خود فرمایا "مجھے تلاش کرنے والو! مجھے دربدر تلاش نہ کرو بلکہ سارے در چھوڑ کر صرف اور ایک در محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ آجاؤ جو میرے وجود کی دلیل ہے۔ جس نے میرے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا گویا اس نے رب کو دیکھ لیا۔ کیونکہ میں مصور کائنات ہوں تو میری تصویر میرے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

میں منور ہوں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری تنویر ہیں۔

یہ نام لینے سے روح کو جلا ملتی ہے، قلب و نظر کو طہارت ملتی ہے۔ اسی لئے تو کلمہ طیب میں سب سے پہلے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ آتا ہے تاکہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی لینے سے پہلے زبان پاک ہو جائے کیونکہ آگے لفظ محمد آرہا ہے۔ تاکہ یہ بھی پتا چل جائے کہ احدیت کے دعوے کی دلیل ذاتِ محمد کی محمدیت ہے۔

ذاتِ محمد کے اوصافِ جمیلہ کے تو کفار مکہ بھی گواہ ہیں بلکہ وہ بھی صادق الامین کہتے تھے۔ مگر دیکھئے عناد، عناد ہی ہوتا ہے، بغض بغض ہی ہوتا ہے، حسد حسد ہی ہوتا ہے۔ وہ کفار مکہ جن کی ایک ایک گھڑی ذات پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذائیں اور تکلیفیں دینے میں گزرتی، اپنی حماقتوں پر حجاب ڈالنے کے لئے ذاتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مزمم کہتے ہیں۔

صحابہ کے دلوں میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے سمندر ٹھاٹھیں مارتے

تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ کفار مکہ نے ...... مزمم ...... کا نام دینے کی جسارت کی ہے، بھلا یہ عشاق محمدی کب سکون سے بیٹھنے والے تھے، کملی والے آقا کی بارگاہ میں آکر اپنے جذبات کا اظہار کیا کہ حضور! کفار نے آپ کا نام بگاڑ کر، مزمم کہا ہے۔ آقا ﷺ نے ان کے دلوں کو سکون بخشا، فرمانے لگے میرے غلامو! لوگ کہتے ہیں تو کہنے دیں، مزمم ان کا اپنا کوئی ہوگا مجھے تو میرے رب نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنایا ہے۔

آقائے کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اپنے بیٹے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اسے جگہ دو، اس کے چہرہ کو بد صورت (قبیح) نہ کہو۔

اللہ اللہ! کیا عظمتیں ہیں اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ یہ تو ذاتی نام ہے جس کی عظمتیں بے شمار ہیں۔ جن کی ذات کا نام محمد ہے ان کی ہر ہر ادا محمد ہے۔ ان کا کہنا، ان کا دیکھنا، ان کا پکڑنا، ان کا چلنا، ان کا اٹھنا، ان کا بیٹھنا، ان کا کھانا، ان کا پینا، ان کا کردار، ان کی گفتار، ان کی رفتار، ان کی خلوت، ان کی جلوت، ان کا دن، ان کی رات، ان کا قیام، ان کا رکوع، ان کا سجود، ان کا تشہد، ان کا سلام، سارے کے سارے اعمال گھر کی چار دیواری سے لے کر میدان جہاد تک اور میدان سے لے کر مسجد میں معیت صحابہ تک ان کے اخلاقیات، ان کے معاملات، ان کی عبادات سب کے سب محمد (ﷺ) ہیں۔

دیکھئے ذرا دوسرے انبیاء علیہم السلام کے اسماء گرامی مثلاً

اسحاق کا معنی ہنسنے والا

موسیٰ کا معنی پانی میں بہتا ہوا آیا

عیسیٰ کا معنی سرخ رنگ والا

انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء گرامی ان کے کسی نہ کسی وصف کی بنا پر تھے مگر قربان جائیں اس شاہد کبریا پر جو مظہر جمال کبریا ہے، جس کی ہر خوبی کا حسن نرالا، جس کی ہر خوبی اپنے نکتہ کمال کو پہنچتی ہوگی کہ جس کا خالق تعریف مصطفیٰ ﷺ کے موتی بکھیرے تو قرآن بنائے اور جب اس حسن کو جمع کرے تو محمد بنائے۔ کتنا پیارا نام ہے۔ جس کے حسن نے آسمانوں کی فضائے بسیط سے لے کر زمینوں میں بحر عمیق تک ہر چیز کو معطر و منور کر دیا ہے۔

کائنات کا کونسا مقام ہے جہاں آپ ﷺ کی تعریف نہیں ہو رہی۔ ان کے خالق نے نام ہی ایسا تجویز کیا کہ آسمان والے آسمان میں ان کی تعریف کریں اور زمین والے زمین پر ان کی تعریف کریں۔ کائنات کا سمندر سیاہی بن جائے اور درخت قلمیں بن جائیں مگر پھر بھی آپ ﷺ کے اسم پاک کے کمالات و خوبیاں نہیں لکھ سکتے۔ اسم ہوتا ہے ذات کی پہچان کے لئے جیسے لفظ اللہ رب کا ذاتی نام ہے۔ یہ اسم ذات ہے۔ ذات بعد میں آتی ہے اسم پہلے ہوتا ہے۔ اسی طرح لفظ محمد اسم ذات مصطفیٰ ہے۔ ذات آگے ہے پہلے اسم ذات ہے تو رب فرماتا ہے اے میرے محبوب کا ذکر کرنے والو! پہلے میرے محبوب کے اسم پاک سے اپنے قلب و نظر کو روشن کر لو پھر در محمد پر پہنچنا تاکہ فیضانِ محمدی سے کما حقہ فائدہ حاصل کرو۔

کعب احبار سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام سے فرمایا "اے فرزند تم میرے بعد خلیفہ اور جانشین ہو۔ تم تقویٰ اور عروہ وثقیٰ کو تھامے رکھنا اور جب بھی تم خدا کا ذکر کرو تو ساتھ ہی اسم محمد کو یاد کرنا۔ اس لئے کہ میں نے اس نام مبارک کو ساق عرش پر لکھا دیکھا ہے۔ اس وقت میں روح اور مٹی میں تھا اور اس کے بعد میں نے تمام

آسمانوں کی سیر کی تو وہاں میں نے کوئی جگہ ایسی نہ دیکھی جہاں اسم محمد ﷺ نہ لکھا ہو۔ بیشک میرے رب نے مجھے جنت میں ٹھہرایا اور میں نے حورالعین کی پیشانیوں اور طوبیٰ کے درختوں کے پتوں پر اسی اسم محمد ﷺ کو دیکھا۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی مصیبت کے وقت پڑھتے:

اللھم بحق محمد اغفرلی خطیئتی

اے اللہ حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے میری خطا معاف فرما۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کیسے پہچانا ہے؟ عرض کیا کہ میں نے جنت میں ہر جگہ لکھا دیکھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اسی سے میں نے جان لیا وہ ساری مخلوق میں سے افضل اعلیٰ ہے اس کے بعد حق تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔ (مدارج النبوۃ)

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا
بگڑے بھی بنا دیتا ہے نام محمد ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَحْمَدُ ﷺ

اَحْمَدُ الْحَامِدِیْنَ لِرَبِّهٖ

ترجمہ: سب سے بڑھ کر اپنے رب کی تعریف کرنے والا

یہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذاتی اسم مبارک ہے۔ گزشتہ تمام آسمانی کتابوں میں اسی اسم پاک کے ساتھ آپ ﷺ کو یاد کیا گیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو آپ ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے کی خوشخبری دی تو فرمایا:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (الصف)

ترجمہ: اور خوشخبری دینے والا ہوں ایک (عالی قدر) رسول کی جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک شعر میں اپنی عقیدت کے پھول یوں نچھاور کرتے ہیں:

صلی الالہ ومن یحُفُّ بعرشہ

والطیبون علی المبارك احمد

رب تعالیٰ اور حاملین عرش اور تمام پاکیزہ لوگ اس مبارک ہستی پر درود و سلام بھیجیں جس کا اسم گرامی احمد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے والا کون ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا لحہ لحہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے گزرا۔ غار حرا کی خلوت ہو یا حرم کعبہ کی جلوت آپ ﷺ نے ہر مقام پر اپنے مالک حقیقی کا نام لے لے کر ذروں کو بھی گوہر آفتاب بنا دیا۔

ذرا غور کیجئے اس بات میں کہ وہ رسول جو دن رات اپنے رب کے نغمات لاہوتی کے ساتھ مکہ کی ہواؤں، فضاؤں کو معطر معطر معنبر معنبر کر رہا ہو، اس سے بڑھ کر کوئی رب تعالیٰ کی تعریف کر سکتا ہے؟ کیا اس سے بڑھ کر کوئی توحید کو جان سکتا ہے؟ نہیں نہیں۔ اللہ کی معرفت پانے کا حق بھی حضور نے ادا کیا، اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کا حق بھی حضور نے ادا کیا مگر یہ عبدِ کامل جب دنیا سے لاتعلق ہو کر وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا کا پیکر بن کر رات رب کے حضور قیام و سجود میں رب کو رو رو کر اپنے دکھڑے سنا رہا ہوتا ہے تو کہتا ہے اے مولا! میں تو تیری عبادت کرنے کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اللہ اللہ! اتنا عجز، اتنا انکسار کہ انسانیت اور عبدیت کے نکتۂ کمال پر پہنچ کر بھی کہتا ہے کہ اے مولا! میں تیری بندگی کا بھی حق ادا نہیں کر سکا۔

ادھر محبوب حق بندگی ادا کر رہا ہے تو ان کا رب حق ربوبیت ادا کر رہا ہے کہ اے محبوب! تو نے میرے نام کے نعرے لگا لگا کر مکہ کے گلی کوچہ، اس کی فضاؤں اور ہواؤں کو منور کر دیا اب تیری بندگی کا تقاضا ہے کہ تجھے ایسے

مقام پر فائز کر دیا جائے جس کے آگے محبوبیت کا کوئی مقام نہیں۔ تیری محبت کا تقاضا ہے کہ تجھے وہ مقام دیا جائے اور وہ نام دیا جائے کہ نام لینے والوں کی نگاہیں فرط عقیدت سے جھک جائیں تو ہم نے تجھے احمد الحامدین بنایا۔

گزشتہ آسمانی کتابوں میں حضور ﷺ کے اسم مبارک "احمد" کا تذکرہ تھا اور اسی نام کے ساتھ حضور ﷺ کو انبیاء کرام جانتے تھے کہ وہ نبی آخر الزماں جن کے بعد کوئی اور نبی نہ ہوگا ان کا نام احمد ہوگا۔ یعنی جب حضور ﷺ دنیا پر تشریف نہیں لائے تھے تو اس وقت احمد تھے جب دنیا کو اپنے نور محمدیت سے نورٌ علیٰ نور کیا تو رب نے محمد بنا دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ! جو شخص احمد کا منکر ہوگا میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے الٰہی! احمد کون ہیں؟ فرمایا وہ ہیں مخلوقات میں جن سے بہتر کوئی نہیں۔ جن کا نام آسمان اور زمین پر پیدائش سے قبل میں نے عرش پر لکھ دیا اور جنت میں اس وقت تک کوئی داخل نہ ہوگا جب تک کہ وہ خود اور ان کی ساری امت نہ داخل ہو جائیں۔ (خصائص الکبریٰ)

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا پر تشریف آوری سے پہلے آپ ﷺ کے اسم مبارک احمد سے جانتے تھے اور اپنی کتابوں میں اس نام کو بھی پڑھتے۔ حضور ﷺ خود بیان فرماتے ہیں:

"میں نے ایک یہودی کو اپنی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پایا تو اس نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے۔ میں نے بتایا احمد۔ پھر اس نے میری پشت کی جانب دیکھا اور بولا یہ اس امت کے نبی ہیں"۔ (خصائص الکبریٰ)

الغرض آنحضور ﷺ کے اسم گرامی محمد واحمد اپنی شان میں منفرد نرالے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ محمد، احمد دونوں کا مادہ اشتقاق "حمد" ہے۔

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ ابن مریم نے آقا ﷺ کے اسم مبارک احمد کے ساتھ آپ کے تشریف لانے کی بشارت دی تو دنیا میں ایسا سر پھرا پاگل بھی آیا اس کا نام غلام احمد (قادیانی) تھا اور اس کی ایسی مت ماری گئی اس نے کہا میرا نام غلام احمد ہے لہٰذا اس مذکورہ پیشین گوئی کا مصداق میں ہی ہوں۔ دیکھئے مرزا غلام احمد قادیانی کے چیلوں کی تحریف۔

مشہور صوفی بزرگ علی حیدر ملتانی نے اپنے ابیات میں حضور ﷺ کی نعت میں اپنی عقیدت کا اظہار یوں کیا ہے:

بے دی بیچ نہ دس ملاں اوہو الف سدھا خم گھت آیا
اوہو یار کلوکڑی رات ولا ہن بھیس وٹا کے وت آیا
سونیا میم کی چادر پہن کے جی کہیا زلفاں دا گھونگھٹ گھت آیا
علی حیدرا اوہا یار پیارا ہن احمد بن کے وت آیا

اب دیکھئے مرزا قادیانی کے ایک چیلے کی کتاب چودھویں صدی کی غیر معمولی اہمیت کے صفحہ ۹۴ پر اسی مذکورہ رباعی کو مرزا قادیانی کی طرف منسوب کیا ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

مرزے قادیانی کی کٹھ پتلی نبوت کا اظہار مولانا ظفر علی خان نے ان اشعار میں کیا:

اگر چندہ کی حاجت ہے تو دعویٰ کر رسالت کر
بغیر اس ڈھونگ کے چندہ مہیا ہو نہیں سکتا

سنا ہے قادیاں میں بانسری بجتی ہے گوکل کی
مگر ہر بانسری والا کنہیا ہو نہیں سکتا
اگر مکہ سے بھی وہ ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا آجائے
قیامت تک خر عیسیٰ گویا ہو نہیں سکتا

یاد رکھیں کہ حضور ﷺ کے اسماء گرامی میں سے جو آپ کے دو اسم ذات احمد، محمد ہیں، اگر کوئی شخص اپنے آپ کی طرف منسوب کر کے اپنے آپ کو نبی کہتا ہے تو اس سے بڑا کذاب اور مکار، مرتد، کافر کوئی نہیں ہو سکتا۔ ارے! وہ ذات جس پر دن رات کروڑوں اربوں مرتبہ درود و سلام مخلوق پڑھے اور ان کے رب کا وظیفہ ہی سلام مصطفیٰ ہو، محمد اور احمد (ﷺ) وہی ذات ہو سکتی ہے اور وہ جس پر دن رات میں کئی کئی ہزار بار لعنت برستی ہے نہ وہ احمد ہے نہ عیسیٰ نہ مہدی۔ وہ لعنتی اور کذاب ہے۔

اگر کسی کا نام عبداللہ ہو تو اگر وہ عبد کو ہٹا دے تو اللہ رہ جائے گا تو کیا وہ شخص اللہ بن جائے گا اسی طرح اگر کئی ہزار نام والے جن کے نام پر غلام احمد لگتا ہے تو کیا وہ احمد ہو سکتا ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

یہ آقائے دو جہاں ﷺ کا منصب کمال ہے کہ فرمایا:

میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، میں حاشر ہوں، میں عاقب ہوں، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَبْذَلُ النَّاس ﷺ

سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے

کیا شان ہے اس کملی والے کی کہ جس کے آستانِ مبارک پر خالی دامن جانے والے جھولیاں بھر کے آتے کہ جن کے در کے دروازے ہر کسی کے لئے ہر وقت کھلے رہتے۔ جہاں سے دشمن بھی خالی دامن واپس نہیں لوٹتے۔ اس محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کا کیا کہنا کہ جس کی سخاوت کے سامنے بڑے بڑے سخی بھی ہیچ ہیں۔ کیا شان ہے آقا کی سخاوت کی کہ جب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخاوت کا دریا بن جاتے۔ حضرت امام زین العابدین نے کیا خوب کہا:

مَنْ وَجْهُهٗ شَمْسُ الضُّحٰی مَنْ خَدُّهٗ بَدْرُ الدُّجٰی
مَنْ ذَاتُهٗ نُوْرُ الْهُدٰی مَنْ کَفُّهٗ بَحْرُ الْهِمَمْ

وہ جن کا چہرہ سورج کی روشنی، جن کے رخسار مبارک ماہ کامل، جن کی ذات نور ہدایت، جن کی ہتھیلی سخاوت میں دریا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس حالت میں کہ غزوۂ حنین سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اُمِّیٌّ ﷺ

عالم ام الکتاب

قال اللہ تعالیٰ: اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ۔ (الاعراف)

جو لوگ پیروی کرتے ہیں ایسے رسول کی جو نبی امی ہے۔

عام طور پر کچھ مفسرین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پڑھ ثابت کرتے ہی نہیں بلکہ اس بات پر بضد بھی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پڑھ تھے۔ ایسا ذہن رکھنے والے علماء کرام کی تحریریں جب منظر عام پر آتی ہیں تو بالخصوص ہمارے نوجوان بجائے یقین کا درس پانے کے تشکیک کی وادیوں میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں تو نتیجتاً آہستہ آہستہ ان کے دل و دماغ سے عظمت رسالت اور عشق و محبت مصطفوی ختم ہو جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پڑھ ناخواندہ ثابت کرنے والوں میں مولانا مودودی بھی شامل ہیں۔ مولانا نے تفہیم القرآن میں تو عجیب و غریب گل کھلائے ہیں۔ لکھتے ہیں:

ان لوگوں کی جسارت حیرت انگیز ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواندہ ثابت

کرتے ہیں حالانکہ قرآن صاف الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناخواندہ ہونے کو آپ کی نبوت کے حق میں ایک طاقتور ثبوت کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ (تفہیم القرآن، جلد ۳)

مولانا مودودی کا یہ اظہارِ خیال ایک طرف رکھ کر ذرا غور کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک پڑھیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو معلم کے طور پر پیش کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا، مجھے استاد بنا کر بھیجا گیا ہے۔

ظاہر ہے جو ہستی اپنے آپ کو انسانیت کا استاد کہہ رہی ہے وہ اَن پڑھ تو نہیں ہو سکتی اور جو خود اَن پڑھ ہو کچھ نہ جانتا ہو وہ کسی کو کیا پڑھا سکتا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنے فیضان کے ایسے گوہر لٹائے کہ جنہیں چن کر سینے کے ساتھ لگانے والے بھی انسانیت کے تاجدار بن گئے۔ اسلام کے نام لیوا تو دور کی بات ہے اسلام کے دشمنوں نے اپنی کتابوں میں بارگاہ رسالت سے فیضیاب ہونے والوں کو خراج تحسین پیش کیا ہے تو کیا یہ سارے اَن پڑھ تھے؟ نہیں اَن پڑھ نہیں ہو سکتے۔ بھلا دارالعلوم محمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے والے اَن پڑھ ہو سکتے ہیں؟

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَن پڑھ نہیں تھے بلکہ تلمیذ الرحمٰن تھے بارگاہ رب العزت سے پڑھ کر آئے تھے۔ ایسا پڑھے کہ کسی سے پڑھنے کے محتاج ہی نہیں تھے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت بڑا اعجاز اور کمال تھا۔

اَصل میں اُمّی کا ترجمہ جو اَن پڑھ کیا جاتا ہے وہ لغت کی رو سے بالکل غلط ہے۔ اُمّی کا معنی ہے جو کسی شخص سے نہ پڑھا ہوا ہو۔ اُمّی کے معانی یہ بھی ہیں جڑ، بنیاد، اصل اپنی حقیقت پر قائم ہو۔ اُمّی کے معنی یہ بھی ہیں جو اپنی

پیدائش کے وقت کی حالت پر ہو جس نے کسی سے لکھنا نہ سیکھا ہو۔

علامہ آلوسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمّی مبعوث فرمانے میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی طرف اشارہ ہے جب وہ کسی کے سینے کو علوم و معارف سے لبریز کرتا ہے تو اسے کسی سے تحصیل علم میں مروجہ طریقوں کی ضرورت نہیں رہتی۔

علامہ اسماعیل حقی نے فرمایا: قلم اعلیٰ جس کا خادم ہو اور لوح محفوظ جس کی نگاہوں میں ہو اس کو نوشت خواندگی کی کیا ضرورت اور جاننے کے باوجود نہ لکھنا یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روشن معجزہ ہے۔ (ضیاء القرآن)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی سے نہ پڑھنے کی حکمت یہ بھی تھی کہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ الزام نہ لگا سکے کہ محمد عربی میرے شاگرد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے شاگرد نہیں آپ کا نطق بیان جو بھی سارے کا سارا وحی الٰہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ بھی تہہ نہ کئے مگر اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جس علاقے کے وفود آتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکی زبان میں ان سے ہمکلام ہوتے۔

اُمّی کے معنی اصل بھی ہیں جس طرح درخت کے وجود اور نشو و نما کے لئے اس کی جڑ کا ہونا ضروری ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی اصل اور جڑ ہیں۔ کائنات کا وجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مسعود کی نسبت ہے۔ جس طرح سورۃ فاتحہ کا نام "اُم القرآن" قرآن کی اصل ہے اگر سورۃ فاتحہ کو قرآن سے الگ کر دیں تو قرآن نامکمل رہ جاتا ہے۔ سورۃ فاتحہ اجمال ہے اور سارا قرآن اس کی تفصیل۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی اصل ہیں اور ساری کائنات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفصیل۔

اُمّی، لفظ اُم سے بنا ہے۔ اس کا معنی سردار بھی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے اُم القوم، قوم کا سردار۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا۔ وہ ذات جس نے (مکہ کے ان) سرداروں میں اپنا رسول بھیجا (جن لوگوں کو اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز تھا) تو یہ اُمّی رسول ان کے سامنے اللہ کے بھیجے ہوئے کلام کی تلاوت کرتا تو یہ سارے ورطہ حیرت میں گم ہو جاتے۔

قرآن نے کہا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ، رحمٰن وہ ہے جس نے قرآن سکھایا۔

اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ○ وہ ذات جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو نہ جانتا ہے۔ ان تمام توضیحات سے واضح ہوا کہ عالم ام الکتاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اَن پڑھ لکھنا پڑھنا سراسر جہالت ہے۔ ایسی غلط روش سے اجتناب کرنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ معمولی سی گستاخی سے ساری عبادت پر پانی پھر جائے۔

واپس آتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جا رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کچھ اور بھی لوگ تھے تو اعراب والے آپ کو لپٹ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ مانگنے لگے حتیٰ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک درخت کے نیچے لے گئے اور بار بار اصرار کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس ان درختوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ اور تم مجھے ہرگز بخیل نہ پاؤ گے نہ جھوٹا نہ بزدل۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن سوال کرنے سے بچے گا اللہ تعالیٰ اس کو بچائے گا اور جو شخص استغنا اختیار کرے گا اللہ اس کو غنی کر دے گا اور جو شخص ہم سے مانگے گا ہم اس کو دیں گے۔ (مسند امام احمد ج ۲)

اللہ اللہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد پاک آپ کی بارگاہ میں سوال کرنے والوں کے لئے ایک سرٹیفکیٹ کی حیثیت رکھتا ہے اور مانگنے والوں کو چاہئے کہ جب آقا کے در سے مانگتے ہیں تو اس در پر اپنے دامن پسارے رکھا کریں یہ نہ سوچا کریں کہ اس در سے ملتا ہے کہ نہیں ملتا۔ لینے کے لئے خلوص اور محبت کا ہونا ضروری ہے۔ دل میں اگر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہو اور تڑپ ہو تو ضرور ملتا ہے۔ اگر لینے کی بجائے مانگنے والوں پر ہی کفر و شرک کے فتووں کی بھرمار ہو جائے تو مانگنے والا تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لئے مانگتے وقت اعتقاد اور یقین ہونا چاہئے کہ آقا کی بارگاہ سے ضرور ملتا ہے۔ انشاء اللہ مل ہی جاتا ہے۔

قارئین محترم! مانگا اسی سے جاتا ہے جس کے پاس کچھ ہو اور جس کے پاس ہو ہی کچھ نہ تو وہ کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔ تو کون سی چیز ہے جو آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در سے نہیں ملتی۔ ہر کوئی اپنے اپنے ظرف کے مطابق حاصل کرلیتا ہے۔ حضرت انس بن مالک ؓ سے پوچھئے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درپاک سے کچھ ملتا ہے کہ نہیں؟ تو آپ ؓ فرماتے ہیں میں آپ ﷺ کی بارگاہ میں دس سال تک رہا آپ ﷺ نے کسی مانگنے والے کو "لا" نہیں فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ کی بارگاہ سے جو کچھ مانگا جائے مل جاتا ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اتنا سخی آستانہ ہو کہ جس آستاں کے مالک نے کبھی پوچھا ہی نہ ہو کہ کہاں سے آئے اور کیوں آئے تو پھر اس در سے نہ مانگنا بہت بڑی محرومی اور جہالت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میں اس میں خوش ہوں کہ تین راتوں میں خرچ ہو جائے اور اس میں میرے پاس کچھ بھی نہ ہو سوائے اس کے کہ قرض ادا کرنے کے لئے رکھ لیا جائے۔

ایک مرتبہ کچھ انصاری آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ مانگا تو آپ ﷺ نے ان کو دے دیا۔ انہوں نے پھر مانگا تو آپ ﷺ نے پھر دے دیا حتیٰ کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جو بھی مال ہے میں اسے تمہیں دینے سے دریغ کرنے والا نہیں لیکن جو شخص مانگنے سے بچے گا

اللہ اسے محتاجی سے بچائے گا اور جو طبیعت پر جبر کر کے صبر کرے گا اللہ اسے صبر کی توفیق دے گا اور کسی شخص کو صبر سے بہتر اور فراخ چیز نہیں دی گئی۔

ایک مرتبہ آقا ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ تکبیر ہو چکی تھی، صحابہ کرام صف بندی کر چکے تھے مگر آقا ﷺ صف بندی کی حالت میں صحابہ کو چھوڑ کر گھر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئے اور نماز پڑھائی۔ صحابہ نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا گھر میں سونے کا ٹکڑا پڑا تھا میں نے خیال کیا وہ رات کو گھر میں پڑا رہے اور میں دنیا سے چل بسوں۔ میں گھر والوں سے کہہ آیا ہوں رات آنے سے پہلے خرچ کردیں۔

آپ ﷺ کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مکہ میں حضور ﷺ کے پاس آئیں اور اپنی ناداری کا سوال کیا اور حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو انہوں نے اسی وقت ایک اونٹ اور چالیس بکریاں حضرت سعدیہ کو دے کر رخصت کیا۔

ایک بار آپ ﷺ نے حضرت عباس ؓ سے فرمایا: اے چچا جان! اس سونے کے ڈھیر میں سے جس قدر چاہو اٹھا لو۔ حضرت عباس نے اس خیال سے کہ کہیں زیادہ نہ اٹھا لوں حضور ﷺ سے عرض کیا آپ خود ہی اسے دیں۔ اس پر رسول اکرم ﷺ نے انہیں اتنا سونا دیا کہ وہ اکیلے نہ اٹھا سکے۔

ملتا نہیں کیا کیا دوجہاں کو تیرے در سے
اک لفظ "نہیں" ہے کہ تیرے لب پہ نہیں ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَجُوْدُ النَّاس ﷺ

سارے جہان سے زیادہ سخی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں سب سے بڑا سخی کون ہے؟ فرمایا سب سے بڑا سخی اللہ تعالیٰ ہے اور اولادِ آدم میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ مال دینے میں سخی تھے اور تمام اوقات سے زیادہ ماہِ رمضان میں آپ ﷺ کی سخاوت عام ہوتی تھی۔ اور جبریل امین علیہ السلام ہر سال ماہِ رمضان المبارک کے ختم ہونے تک آپ سے ملتے۔ چنانچہ آپ ﷺ جبریل امین کو قرآن سناتے اور جس وقت جبریل امین آپ ﷺ سے ملتے تو آپ ﷺ تیز آندھی سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے۔ (مسلم شریف)

حضرت نحاس رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جواد وہ ہے جو غیر مستحق لوگوں پر بھی مہربان ہو اور جو نہ مانگے اس کو بھی عطا کر دے اور جب دے تو

کثرت سے دے اور فقر فاقہ سے نہ ڈرے۔

سیدنا اجود الناس ﷺ کی خدمت عالیہ میں ایک سائل آیا اس حال میں کہ آقا ﷺ کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔

وہ شخص بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک اور سائل آگیا اور پھر تیسرا سائل بھی آیا۔ آقا ﷺ نے اس کو بھی بٹھالیا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا اس نے چار اوقیہ چاندی آقا ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی تو دیکھئے آقا ﷺ کی شان سخاوت کہ تینوں کو ایک ایک اوقیہ چاندی دے دی اور باقی جو ایک اوقیہ بچ گئی حضور ﷺ نے فرمایا اور بھی کوئی ضرورت مند ہے تو آجائے مگر لینے والا کوئی نہ آیا۔ رات ہو گئی تو آقا ﷺ نے وہ چاندی اپنے سرہانے رکھ لی۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ آقا ﷺ کو نیند نہیں آ رہی۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کہ حضور! کیا بات ہے۔ کیا کوئی تکلیف ہے؟ فرمایا نہیں۔ پھر پوچھا کیا کوئی اللہ تعالیٰ کا خاص حکم آیا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر پوچھا حضور! نیند کیوں نہیں آ رہی۔ عرض کیا کہ حضور! پھر آرام کیوں نہیں فرما رہے؟ تو حضور ﷺ نے وہ چاندی جو سرہانے رکھی تھی نکال کر دکھائی اور فرمایا مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ چاندی میرے پاس رہے اور میں دنیا سے چلا جاؤں۔

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ایک عورت آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آئی اور ایک چادر پیش کی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے یہ چادر اپنے ہاتھوں سے بنی ہے۔ آپ ﷺ کو اس وقت چادر کی ضرورت تھی اس لئے آپ ﷺ نے چادر لے لی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی چادر بطور تہبند باندھ لی، اور صحابہ کرام کی طرف تشریف لائے تو ایک صحابی نے عرض کی کتنی پیاری چادر ہے آقا! مجھے عطا کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تو کچھ دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس سے اٹھ کر تشریف لے گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے تو وہی چادر لپیٹ کر اس مانگنے والے صحابی کو عطا فرما دی۔ صحابہ کرام نے اس صحابی سے کہا کہ تم نے اچھا نہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چادر مانگ لی حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کوئی بھی مانگتا ہے آپ نے کبھی کسی کا سوال رد نہیں فرمایا۔ اس اعتراض پر اس صحابی نے کہا اللہ کی عزت کی قسم میں نے چادر کا سوال صرف اس لئے کیا تھا تا کہ کل کو مر جاؤں تو اسی چادر میں کفنایا جاؤں۔ چانچہ جب وہ صحابی وفات پا گئے تو اسی چادر میں کفن دیا گیا۔

ایک بار حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے سونے کا ہار بنوا کر دیا تو حضرت فاطمہ نے وہ ہار گلے میں ڈال لیا۔ پہنا ہی تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر تشریف لے آئے۔ آکر بیٹھے ہی تھے تو حضرت سیدہ کے گلے میں سونے کا ہار دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراضگی کے ساتھ اٹھ کر چلے گئے اور ساتھ ہی فرما گئے کہ میں نہیں سمجھتا کہ مسلمان حاجت مند ہوں اور محمد کی بیٹی فاطمہ سونے کا ہار گلے میں ڈالے۔

اللہ اللہ کتنی سعادت مند بیٹی تھی عظیم باپ کی عظیم لخت جگر اپنے ابا حضور کے مزاج کو سمجھ گئیں آپ نے اسی وقت ہار گلے سے اتار بیچ کر راہ خدا میں دے دیا۔

ایک بار ایک غیر مسلم سائل آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آیا اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اس کے سوال کے مطابق اسے عطا فرمایا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بکثرت بکریاں عنایت فرمائیں۔ جب وہ مانگنے والا اپنی قوم میں گیا تو لوگوں نے پوچھا تم یہ بکریاں کہاں سے لائے ہو۔ اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے۔ اور ساتھ ہی کہا کہ اے میری قوم! مسلمان ہو جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس شخص کی طرح دیتے ہیں جس کو فقر کا کچھ خوف نہیں ہوتا۔

دیکھئے ذرا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کے لئے کوئی چیز اٹھا نہیں رکھتے تھے"۔

حضرت انس ہی فرماتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی اور بہادر تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ستر ہزار درہم آئے تو آپ نے چٹائی پر بکھیر دیئے اور لوگوں میں اعلان کروا دیا جس نے لینا ہے آ جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے کے سارے درہم بانٹ دیئے۔

حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ اعلان اٹل تھا مرنے والوں کا ترکہ تو مالکوں کا ہے اور قرض میرے ذمے۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کی۔ کاش آج کے دور میں ہمارے بڑے لوگ ایسا فقر اختیار کریں کہ فقر محمدی کا آئینہ دار بن جائیں ملک سے لے کر گھر گھر میں مصطفوی انقلاب ہو۔ مگر کیا کریں ہم کہتے تو بڑا کچھ ہیں مگر کرتے کچھ ہیں۔ پڑھتے ہیں عمل نہیں کرتے۔ علماء، حکمران، سیاستدان، تاجر سارے کے سارے اسی وبال کا شکار ہیں۔ (الا ماشاء اللہ)

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَشْجَعُ النَّاسِ ﷺ

سب سے زیادہ بہادر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت، سخی، بہادر و شجاع تھے۔ چنانچہ ایک رات اہل مدینہ گھبرائے اور جدھر سے آواز آرہی تھی صحابہ کرام اس طرف چلے، راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آتے ہوئے ملے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آواز کی طرف سب سے پہلے تشریف لے گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت طلحہ کے گھوڑے پر سوار تھے جس کی ننگی پیٹھ تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلے میں تلوار لٹک رہی تھی اور آپ فرما رہے تھے کہ مجھے کسی قسم کا کوئی خوف نہیں اور فرما رہے تھے کہ ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح پایا اور راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوار ہونے سے پہلے گھوڑا بہت سست رفتار تھا مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر سوار ہوئے تو سست رفتار سرعت رفتار ہو گیا۔ (مسلم)

ایک بار قبیلہ اراش سے ایک شخص اپنا اونٹ فروخت کرنے کے لئے مکہ لے آیا جو ابوجہل نے خرید لیا اور قیمت ادا کرنے سے ٹال مٹول کرنے

لگا۔ وہ شخص قریش کی ایک مجلس میں آن کھڑا ہوا اور کہا اے قوم! تم میں سے کون ہے جو مجھے ابوالحکم (ابوجہل) سے میری رقم دلادے۔ میں ایک غریب الدیار مسافر ہوں اس نے میری رقم دبالی ہے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرم کعبہ کے ایک کونہ میں مصروف عبادت تھے) چنانچہ اہل مجلس نے بطور تمسخر کہا کہ وہ سامنے ایک شخص دیکھ رہے ہو اس کے پاس جاؤ کہو کہ ابوالحکم نے میری رقم دبالی ہے۔

وہ شخص آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ابوالحکم میری رقم نہیں دیتا لہٰذا آپ میری رقم واپس لے کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی یہ التجا سن کر دستگیری کیلئے چل پڑے۔ اور ساتھ ہی قریش نے اپنے ایک آدمی کو پیچھے پیچھے بھیجا کہ دیکھو ابوجہل کیا سلوک کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوجہل کے دروازے پر آئے اور دستک دی۔ ابوجہل نے پوچھا کہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ ابوجہل باہر نکلا تو اس کے چہرہ کا رنگ فق تھا ایسے تھا کہ جیسے خون ختم ہو چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اس آدمی کا حق کیوں نہیں دیتے؟ گھبرا کر کہنے لگا ابھی دیتا ہوں۔ آپ یہیں ٹھہریں میں لاتا ہوں۔ وہ اندر گیا اور رقم لایا اور مسافر کو دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے اور مسافر سے کہا جاؤ اب تم اپنا کام کرو۔ وہ مسافر مجلس کفار میں آیا اور کہنے لگا اللہ اسے جزا دے جس نے میری مشکل حل کی ہے۔ اتنی دیر میں وہ بھی آگیا جسے کفار نے بھیجا تھا کہ موقع دیکھ کر آؤ۔ اہل مجلس نے کہا تمہارا بھلا ہو تم نے کیا دیکھا ہے؟ کہنے لگا میں نے عجیب منظر دیکھا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابوالحکم کا دروازہ کھٹکھٹایا، وہ باہر آیا تو اس کے بدن میں جان تک نہ تھی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسے کہا کہ اس مسافر کا

حق دے دو۔ کہنے لگا یہیں ٹھہرو میں ابھی لاتا ہوں تو تھوڑی ہی دیر میں اس نے رقم لادی۔

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ابو جہل آ گیا۔ اہل مجلس نے کہا خدا کی قسم تم نے اس سے پہلے کبھی ایسی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ آج تمہیں کیا ہوا ہے۔ ابو جہل نے کہا جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اس کی آواز سنی تو میرا دل خوف سے بھر گیا۔ میں باہر نکلا تو اس کے سر پر ایک طاقتور اونٹ تھا اس جیسی کوہان اور دانت آج تک نہیں دیکھے خدا کی قسم اگر میں انکار کرتا تو وہ مجھے کھا جاتا۔ (دلائل النبوۃ، ابی نعیم)

کون نہیں جانتا میدان بدر میں ایک لشکر کفار جس کی تعداد ایک ہزار تھی، جن کے پاس ہر قسم کا سامان حرب تھا تو دوسری طرف لشکر اسلام جن کے پاس سامان حرب بھی تھوڑا اور لشکر اسلام کی تعداد بھی تین سو تیرہ تھی۔ لشکر کفار کو اپنے سامان حرب اور تعداد پر فخر تھا مگر لشکر اسلام جن کے پاس ایمان کی دولت تھی اور ان کے سالار کملی والے آقا تھے کسی کے پاس نیزہ ہے تو تلوار نہیں، نیزہ ہے تو تیر کمان نہیں یہاں تک کہ سواری کے لئے جانور بھی پورے نہیں۔ تین تین آدمی ایک سواری پر باری باری سوار ہوتے ہیں۔ اس بے سرو سامانی کے باوجود جب کفار اور لشکر اسلام کے درمیان گھمسان کا رن پڑا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں کی صفوں میں سب سے زیادہ قریب ہو کر داد شجاعت دے رہے تھے۔ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یوم بدر کے دن ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایۂ عاطفت میں پناہ لی۔

حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ جب کسی لشکر یا بڑے گروہ سے ہوتا اور ان پر حملہ کرنے

کی نوبت آ جاتی تھی تو حملہ کرنے والوں میں سب سے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوتے۔

ابو الاسود عرب کا مشہور پہلوان اتنا شہ زور تھا کہ اگر گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا تو طاقتور دس افراد بھی کھینچتے تو ذرا نہ سرکتا یہاں تک کہ کھال پھٹ جاتی۔ اس نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چیلنج کیا کہ اگر آپ مجھے کشتی میں پچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ کشتی کی اور اسے پچھاڑ دیا مگر وہ بد نصیب دولت ایمان سے محروم رہا۔ (دلائل النبوۃ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَطْیَبُ الْاَخْلَاقِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پاکیزہ اخلاق والے

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ سے بڑھ کر کون اعلیٰ اخلاق کا پیکر ہو سکتا ہے کہ جن کے اخلاقِ کریمانہ کی گواہی قرآن حکیم ان الفاظ میں دے رہا ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور بے شک آپ اعلیٰ اخلاق کے پیکر ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی شخص نے پوچھا کہ اے اماں جان! بتایئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق کیا ہے۔ تو آپ نے پوچھا کہ کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟! اس نے کہا پڑھا ہے تو آپ نے فرمایا قرآن ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق ہے۔ اشارہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری حیات طیبہ اخلاقیات کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ قرآن اخلاقیات کا اجمال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ اس کی تفسیر ہے۔ آپ کی حیات طیبہ کے کسی گوشہ ہی کو لے لیجئے ہر ہر گوشہ سے اخلاقیات ہی کی تعلیم ملتی ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی بچہ یا لونڈی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانی لانے کے لئے کہتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے پانی لے آتے حتیٰ کہ

آپ چہرہ اور ہاتھ بھی دھلواتے۔ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتا تو آپ اس کی طرف کان لگا لیتے اور جب تک وہ بات مکمل نہ کر لیتا تو آپ اس سے توجہ نہ ہٹاتے اور اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا تکلف پکڑا دیتے اور جب تک وہ خود نہ چھوڑ دیتا نہ چھڑواتے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ کو کبھی نہ مارا اور نہ ہی جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کسی کو ضرب لگائی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی زیادتی کرتا تو آپ اس سے انتقام نہ لیتے۔ ہاں! اگر اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حدود شرعیہ پامال کی جاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رضائے الٰہی کی خاطر انتقام لیتے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات جہاں پیکر خلق عظیم تھی وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخلاق اپنانے کی ترغیب صحابہ کرام کو بھی دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا اے ابو ذر! تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے بعد فوراً نیکی کر لیا کرو۔ وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آیا کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! مجھے اللہ تعالیٰ نے اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ اخلاق کی تکمیل کروں اور اچھے افعال کو کمال تک پہنچاؤں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اچھے اخلاق اور پاکدامنی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مثال آپ تھے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقیات کے بارے میں فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گالی گلوچ نکالنے والے نہ تھے اور نہ

ہی بازاروں میں شور مچانے والے تھے اور نہ ہی بدی کا بدلہ بدی سے دیتے تھے اور لیکن معاف کر دینے والے اور در گزر فرمانے والے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ ایک بڑادارالعلوم ہے۔ یہ چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ سے واضح طور پر ملتی ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غریبوں اور محتاجوں پر خرچ کرنے کا حکم فرمایا تو سب سے پہلے اس کا عملی نمونہ اپنی ذات کو پیش کیا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمنوں کو معاف کر دینے کا حکم دیا تو سب سے پہلے آپ نے اپنی ذات کو اس کا عملی نمونہ بنایا۔ آج کون ہے جو قاتلوں کو اس طرح معاف کرتا ہے جس طرح آمنہ کے لال نے معاف کیا۔

وہ کیسا وقت تھا جب رات کی تاریکی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ والوں کے ظلم وستم سے تنگ آکر اپنے محبوب ترین شہر مکہ کو خیر باد کہہ دیا۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب ۱۰۰۰۰ہزار کے لشکر اسلام کے ساتھ فاتح مکہ بن کر شہر میں داخل ہوئے اور اس وقت تمام دشمن موجود تھے جو پتھر مارتے تھے، راہوں میں کانٹے بچھاتے تھے، بدن مبارک پر کوڑا کرکٹ کے ٹوکرے ڈالتے، جو پاگل، مجنوں، دیوانہ، ساحر، شاعر کہا کرتے تھے، جو بحالت نماز سجدہ کی حالت میں بدن اقدس پر مرے ہوئے جانور کی اوجھ ڈالتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والے بلال کو عین دوپہر کے وقت گرم کوئلوں پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھتے تھے جو گلے میں رسی ڈال کر ریت اور پتھروں پر گھسیٹتے تھے مگر اس دیوانہ مصطفیٰ کی زبان پر ایک ہی کلمہ احد احد ہوتا۔ اللہ اللہ وہ ظلم وستم کے پہاڑ ڈھانے والے آج فاتح مکہ محمد مصطفیٰ کے سامنے عاجز بن کر کھڑے ہیں اور اپنی قسمت کے فیصلے کے منتظر ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ یہ وہی عبداللہ کا دُرِ یتیم اور آمنہ کا لال ہے جسے یہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا مگر آج وہ فاتح

مکہ بن کر شہر میں داخل ہوا ہے۔ بالآخر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا کہ اے مجھ پر ظلم وستم کرنے والو! بتاؤ آج تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کس سلوک کی امید رکھتے ہو۔ سب نے بیک زبان کہا آپ شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا دریا ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ فرمایا تو پھر گواہ ہو جاؤ میں نے اپنے بھائی یوسف (علیہ السلام) کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تم سب کو سب کچھ معاف کر دیا ہے۔ میں تم سے کوئی بدلہ نہیں لیتا بلکہ میرے رب نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (ضیاء النبی)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا الْاَحْشَمُ ﷺ

بہت ہی باوقار ہستی

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باوقار شخصیت کے حامل تھے۔ آپ ﷺ کی شخصیت افراط و تفریط سے بالکل پاک اور منزہ تھی۔ اگر آپ خاموش ہوتے تو پروقار ہوتے اور جب زبانِ مبارک سے کچھ بولتے تو ساری کی سای محفل رونق سے دوبالا ہو جاتی۔ جب کوئی دور سے آپ کو دیکھتا تو انتہائی بارعب دکھائی دیتے مگر وہی جب نزدیک آکر دیکھتا تو بہت ہی حسین و جمیل دکھائی دیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ایسے الفاظ بیان فرمائے ہیں کہ دور سے دیکھنے والا مرعوب ہوتا جب قریب آتا تو دیکھ کر محبت میں گھل مل جاتا اور بے ساختہ کہہ دیتا آج تک آپ ﷺ جیسا حسین و جمیل نہیں دیکھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ہر وقت آپ ﷺ سے محبت کے جذبات اپنی جولانیوں پر رہتے تھے۔ ہر کوئی آپ ﷺ کی محبت میں دیوانہ نظر آتا۔

ذرا بغور اندازہ فرمایئے کہ قریش مکہ کے باہمی معاہدہ کے نتیجے میں مسلمان تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ مکہ میں غلہ یمامہ سے آتا تھا اور کفار مکہ کے ایماء پر اہل یمامہ نے غلہ شعب ابی طالب کے محصورین کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور رئیس یمامہ ثمامہ بن اثال نے ایسا کام کیا کہ یمامہ کے غلہ کا ایک دانہ بھی شعب ابی طالب کے محصورین کو نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ ثمامہ بن آثال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ آقا ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! ثمامہ کو میرے قابو میں دے دے۔

رسول اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد ۶ ہجری کے شروع میں سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا اور اتفاق دیکھئے کہ لشکر والے اہل یمامہ کے سردار ثمامہ بن آثال کو گرفتار کر کے لے آئے۔ چنانچہ اسے آقا کی خدمت میں پیش کیا تو حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اسے مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے تو آپ ﷺ کے حکم کی بجا آوری کی گئی۔ اسے باندھ دیا گیا تو ایک دن حضور ﷺ نکلے تو پوچھا اے ثمامہ کیا چاہتے ہو؟

ثمامہ نے کہا اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک خونی کو قتل کریں گے اور اگر احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے اور اگر زرِ فدیہ سے رہائی ہو سکتی ہے تو جس قدر مانگیں گے میں دینے کو تیار ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ باہر تشریف لے گئے۔ دوسرے دن آپ ﷺ جب قریب سے گزرے تو اس نے پھر وہی سوال دہرائے مگر آپ پھر خاموش رہے۔

تیسرے دن ثمامہ نے پھر یہی سوال دہرائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا ثمامہ کو آزاد کر دو۔

ثمامہ کو اپنی اسلام دشمنی یاد تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سلوک کو دیکھ کر اتنا متاثر ہوئے اسی وقت غسل کیا اور مسجد میں آ کر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ پھر روتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی:

یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا اب وہی چہرہ سب چہروں سے زیادہ حسین نظر آتا ہے۔ اللہ کی قسم! آج سے پہلے مجھ سے بڑھ کر آپ کا سب سے بڑا دشمن کوئی نہ تھا مگر اب آپ سے بڑھ کر مجھے محبوب نہیں۔ اللہ کی قسم! آپ کے دین سے بڑھ کر کوئی دین مجھے برا نہ لگتا تھا مگر اب سب سے اچھا اور پیارا دین آپ کا لگتا ہے۔ اللہ کی قسم آپ کے شہر سے بڑھ کر مبغوض کوئی شہر نہ تھا مگر اب سب سے زیادہ محبوب آپ کا شہر ہے۔

ثمامہ بن آثال جب دولت ایمان سے مالا مال ہو کر مکے میں گئے تو قریش نے آپ کو طعنے دیئے کہ تو پاگل ہو گیا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین کو قبول کر آیا ہے۔

ثمامہ بن آثال رضی اللہ عنہ نے غضبناک ہو کر کہا:

خدا کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر تمہیں ایک دانہ بھی غلہ کا نہ دوں گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ میں قحط پڑ گیا لوگوں کو جان کے لالے پڑ گئے چنانچہ قریش مکہ نے ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا کہ مکہ والے بچے، بوڑھے، جوان ایک ایک دانہ کو ترس رہے ہیں۔ آپ یہ بندش

ختم کرا دیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت ثمامہ کو پیغام بھیجا کہ اب مکہ والوں پر رحم کرو اور پابندی ہٹا دو۔ ثمامہ بن آثال رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کی۔ پھر مکہ والوں کو غلہ کی ترسیل شروع کی۔ (مسلم)

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص آیا اس نے آ کر عرض کی حضور مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا ہے آپ اس کی سزا سنائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر خاموش رہے۔ اسی اثناء میں نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امامت فرمائی اور اس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس نے پھر آقا کے حضور سوال کو دہرایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم نے میرے ساتھ نماز ادا کی ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہ کو معاف کر دیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

ف: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اچھے اور نیک بندوں کی صحبت گناہوں کی مغفرت کا سبب بنتی ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَحَبَّ النَّاسِ ﷺ

سب لوگوں سے پیارے

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ (او کما قال) (بخاری) تم میں سے ہر گز کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والدین اور اولاد سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَحَبَّ اِلَیْنَا مِنْ اَمْوَالِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاَبْنَآءِ نَا وَاُمَّهَاتِنَا وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ عَلَی الظَّمَآءِ (جواہر البحار)

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے مال، اولاد، بیٹے، ماؤں اور سخت پیاس کے لئے ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ عزیز اور پیارے ہیں۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ایک انصاری عورت جس کا باپ، بھائی اور خاوند غزوۂ احد میں شہید ہوگئے جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی افواہ اڑی تو وہ عورت دوڑتی ہوئی اُحد پہاڑ کی طرف جا رہی تھی جب اسے اپنے باپ،

بھائی اور شوہر کے قتل ہونے کی خبر ملتی تو خبر دینے والے سے پوچھتی مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے؟

صحابہ کرام نے جب بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیریت سے ہیں تو اس نے کہا مجھے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کراؤ تاکہ مجھے یقین ہو جائے جب آپ کی زیارت کرنے گئی تو دیکھ کر کہنے لگی

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بڑی سے بڑی مصیبت بھی معمولی ہے"۔

قارئین محترم! محبت رسول وہ مقام ہے جس میں سانس لینے والے سانس لیتے ہیں۔ عاملین اس کی طرف مائل ہوتے ہیں، عبادت گزار اس کی نسیم روح سے راحت حاصل کرتے ہیں۔ پس یہ دلوں کی غذا، ارواح کی قوت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ جس کے پاس یہ نہیں وہ مردوں سے ہے زندوں سے نہیں۔ وہ تاریکیوں کے دریاؤں میں غوطہ زن ہے پس محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان، اعمال، روح اور مقامات علیا کی روح ہے۔

دیکھئے مقام محبت کیا چیز ہے کہ جب مشرکین مکہ حضرت زید بن دثنہ کو حرم سے باہر لائے تاکہ قتل کریں تو ابوسفیان جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے زید سے کہنے لگے تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں اے زید! کیا اس بات کو پسند کرے گا کہ تیری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر دیا جائے۔ تو حضرت زید نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں تو اس چیز کو بھی گوارا نہیں کرتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں کانٹا بھی چبھ جائے اور میں اپنے اہل و عیال میں ہوں۔ تو ابوسفیان کہنے لگا کہ اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت رکھتے ہیں ایسی محبت میں نے کسی میں بھی نہیں دیکھی۔ (جواہر البحار)

علامات محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا

پیکر ہو مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں سے محبت کرنیوالا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت مطہرہ کے فیصلے کے سامنے سرنگوں ہو جائے اور دل میں قطعی تنگی محسوس نہ کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جود وسخا، ایثار قربانی، حلم، صبر، تواضع کا پیکر ہو۔ اور جو شخص ان تمام تفصیلات جزئیات سے محبت کرنے والا ہے وہ ایمان کی حلاوت کو پالے گا۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار مبارک کا شوق دل میں رکھے، قرآن کریم کی تلاوت ضرور کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو پڑھا کرے اور عمل کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سن کر دل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں غرق ہو جائے اور لذت سرور حاصل ہو جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ بھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر اور ہر اس چیز سے محبت کی جائے جو آپ کی طرف منسوب ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا انسان پر غلبہ ہو جائے گا تو ماسوا کے خیالات دل سے محو ہو جائیں گے۔ دل و جان، آنکھ اور کان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں مستغرق ہو جائیں گے تو عالم خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو گا۔ اگر قسمت زیادہ ساتھ دے گی تو عالم بیداری میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو گا۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کفار مکہ کی طرف صلح حدیبیہ کے موقع پر سفیر بن کر گئے تو اہل مکہ نے کہا کہ اے عثمان! آپ طوافِ کعبہ کر سکتے ہیں آپ نے غلبہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عثمان بن عفان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کعبہ کا طواف کرے۔ (بخاری)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے اگلے حصہ کے بال اس قدر لمبے تھے کہ جب کھولتے تو زمین پر لگتے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ ان کو کٹوا کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا کس طرح کٹوا سکتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے انہیں چھوا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کا معمول تھا جب آستانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوتے تو آپ کا دروازہ ہاتھوں کے ناخنوں سے کھٹکھٹاتے ادب کی وجہ سے۔ (الشفا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا **اَلْبَشِیْرُ** ﷺ

بشارت دینے والے

آنحضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بشیریت کا ذکر قرآن مجید میں ان پاکیزہ کلمات میں ہوا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (البقرہ)

بے شک ہم نے آپ کو بھیجا حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر۔

قرآن کی جب یہ آیت کریمہ "لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ" نازل ہوئی تو گویا حضرت ثابت بن قیس پر یہ آیت بجلی بن کر گری جس نے ان کو بے چین کر دیا۔ ان کی آواز قدرتی طور پر اونچی تھی، اس اندیشہ سے کہ میں بھی اس آیت کا مصداق نہ ہوں اور ایسا نہ ہو کہ میرے سارے اعمال ضائع ہو جائیں آپ بہت غمزدہ ہو گئے۔ گھر چلے گئے اور ایک کمرے میں بند ہو کر اندر سے کنڈی لگالی اور دن رات اسی غم میں روتے گزر جاتا۔ کھانا پینا چھوٹ گیا گویا کہ سب کچھ ترک کر دیا۔ نماز بھی اندر ہی ادا کرتے۔ تین دن تک مسلسل مسجد نبوی میں حاضر نہ ہوئے۔ آقا ﷺ نے

دیکھ کر فرمایا کہ قیس کہاں ہے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ جس روز سے آیت (مذکورہ) نازل ہوئی ہے اس وقت سے اس نے اپنے آپ کو ایک کمرے میں بند کر رکھا ہے نہ کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے صرف روتا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں پیغام بھیجا تو وہ حاضر ہوئے آپ نے خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:

یا ثابت اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَعِیْشَ حَمِیْدًا اَوْ تُقْتَلَ شَهِیْدًا وَ تُدْخَلَ الْجَنَّةَ

اے ثابت کیا تم پسند کرتے ہو اس بات کو کہ تم عزت والی زندگی گزارو گے اور تم شہادت پاؤ گے اور جنت میں جاؤ گے۔

انہوں نے عرض کیا بَلٰی، کیوں نہیں۔

میں اپنے رب کی عطاؤں پر بڑا خوش ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد جنتی زندگی گزاری لوگ ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور جب دنیا سے کوچ کر جانے کا وقت آیا تو مسیلمہ کذاب سے جہاد کرتے ہوئے شہادت کا جام نوش کیا اور یقیناً آقا ﷺ کی خوشخبری کے مطابق سیدھے جنت میں گئے۔ (ضیاء النبی)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ایک بار بیمار ہو گئے اور آقا ﷺ ان کی بیمار پرسی کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے اور وہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ حضور ﷺ نے دیکھ کر فرمایا اے زید! تم اس بیماری سے صحت یاب ہو جاؤ گے اس کی فکر مت کرو لیکن یہ بتاؤ کہ میرے بعد تم زندہ رہو گے اور تم نابینا ہو جاؤ گے اس وقت تمہارا رویہ کیا ہوگا۔ آپ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھوں گا اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھوں گا۔ آقا ﷺ نے اپنے وفادار غلام کی یہ بات سن کر فرمایا:

پھر تمہیں بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ (ضیاء النبی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حالت کفر میں اسلام قبول کرنے سے پہلے ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے ایک انصاری صحابی کو شہید کیا۔ یہ اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر ہنس پڑے۔ انصار کو بڑی حیرت ہوئی۔ عرض کی یا رسول اللہ! قوم کے ایک آدمی نے ہمارے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے اور حضور ہنس رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس چیز کے لئے نہیں ہنسا بلکہ میرے ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اس شخص کو قتل کیا ہے جس کا درجہ جنت میں اس شہید کے برابر ہے۔

پھر دنیا نے دیکھا حضرت عکرمہ نے اسلام قبول کر لیا اور جام شہادت نصیب ہوا۔ (دلائل النبوۃ، ضیاء النبی)

صحیح بخاری و مسلم میں حدیث پاک ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دربانی کر رہے تھے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے، اندر آنے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا اسے اندر آنے دو اور ساتھ جنت کی خوشخبری بھی دے دو۔ چنانچہ میں حضرت عمر فاروق کے پاس گیا اور آپ کو جنت کی خوشخبری دی۔

آپ نے ان جلیل القدر صحابہ کو جنت کی خوشخبری دی جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی، حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ان صحابہ کرام کے لئے ہی مبشر نہ تھے بلکہ ہر اس امتی کے لئے جنت کی بشارت عطا فرما چکے جس نے اپنی زندگی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ کے مطابق بنایا ہے۔ جس کا جینا مرنا، چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، کردار و گفتار، خلوت و جلوت، ظاہر باطن آقا صلی اللہ علیہ وآلہ کی سنت مطہرہ کے مطابق ہے اور جس کا دل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے بھرا ہوا ہے۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا **بُرْهَانٌ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ کی برہان

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

یَآ اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آ گئی۔

مفسرین کے اقوال کے مطابق اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ امام رازی فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی برہان اس لئے رکھا گیا کیونکہ آپ کا اصل کام حق اور باطل کے درمیان فرق قائم کرنا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجود باری تعالیٰ کی بہت بڑی دلیل ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور پر جا کر رب سے ہمکلام ہو کر شان کلیمی پائی اور پھر دیدار کی آرزو بھی کی جو پوری نہ ہوئی بلکہ تجلی حق کے صفاتی جلوے کو بھی برداشت نہ کر سکے۔

حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس اس سے نرالی اور اعلیٰ ہے

اس لئے کہ آپ نے طور پر نہیں بلکہ مقام قاب قوسین او ادنیٰ پر جا کر جمال حق کا یوں مشاہدہ کیا کہ رب نے اپنے ذاتی جلوے بھی اور صفاتی جلوے بھی دکھائے اور اپنی سب سے بڑی برہان بنا کر بھیجا کہ جس نے میری برہان کو تک لیا اس نے خدا کو دیکھ لیا کیونکہ اس کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔ برہان کے معنی دلیل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ برہان اس طرح کہ لا الہ الا اللہ دعویٰ ہے اور دعویٰ الوہیت کی دلیل محمد رسول اللہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی کامل دلیل اس لئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تجلیات ذاتیہ کا عکس جمیل تھے اور جبکہ انبیاء علیہم السلام کو رب نے اپنی صفات کا مظہر بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کاملہ ساری کی ساری برہان ہے کیونکہ جتنے انبیاء علیہم السلام آئے وہ معجزات لے کر آئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سارے کا سارا وجود اطہر سراپا اعجاز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی تعداد اعداد و شمار سے باہر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ معجزات دکھائے جن کا دکھانا ناممکن تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبدیت کے اس کمال پر فائز تھے جس کے آگے نہ کوئی نوری جا سکتا نہ نوریوں کا سردار۔ یعنی آپ کا وہ سفر معراج کہ آسمانوں کی فضائے بسیط کو چیرتے ہوئے حد مکاں سے گزر کر لامکاں سے بھی آگے گزر کر مقام او ادنیٰ پر جا ٹھہرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانا بھی کمال تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رات کے تھوڑے سے حصے میں جنت کی سیر کر کے دوزخ کے مشاہدات کرنا اور بہت جلدی واپس آ جانا یہ بھی بہت بڑا اعجاز ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ہر ادا امت کے لئے بہت بڑی برھان ہے۔

آپ کا معجزہ معراج، شق القمر، رد الشمس، بارش کا برسنا، تھوڑے پانی کا کثیر ہو جانا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کی برکت سے قلیل دودھ کا کثیر ہو جانا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مردوں کو زندہ کرنا، آپ کی دعا سے بیماروں کا شفایاب ہو جانا، صفات ذمیمہ کا اوصاف حمیدہ میں بدل جانا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کا مستجاب ہو جانا، کنکریوں کا تسبیح کرنا، بھیڑوں اور بکریوں کا سجدہ کرنا، بھیڑیئے کا گفتگو کرنا، گوہ کا ایمان لانا، ہرنی کا گفتگو کرنا، شیر کی فرمانبرداری کرنا، ایک لمحے میں کئی زبانوں کا ماہر بنا دینا۔

الغرض بے شمار معجزات ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی بہت بڑی "برھان" اور فضیلت ہے۔

ہر فضل جو کائنات میں موجود ہے وہ فضیلت والوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل سے مستعار لیا ہے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل کائنات اور برھان الٰہی کے اعزاز یافتہ ٹھہرے۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے فرمایا تمہارے پاس رب کی بہت بڑی دلیل آگئی جس کو جو بھی کمال ملا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی نسبت سے ملا ہے۔ حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا یہ سب کے سب معجزات و کمالات آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کی خیرات تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ایسی دلیل کامل ٹھہرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل و کمالات و محامد و محاسن، اوصاف حمیدہ سارے براہ راست منجانب اللہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے تمام انسانوں کو ملتے ہیں جس کو جو بھی کمال ملا حضرت موسیٰ ہوں یا حضرت عیسیٰ جس کے جتنے بھی معجزات ہیں وہ سارے کے سارے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا حصہ ہیں۔ تمام آیات

معجزات کمالات آپ کے انوار سے حاصل کیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضل و کمال کے آفتاب اور انبیاء علیہم السلام ستارے ہیں۔ جس طرح تاروں کا نور ذاتی نہیں ہوتا بلکہ ان کی روشنی آفتاب سے مستعیر ہوتی ہے ایسے حضرات انبیاء آپ کی بعثت سے قبل اپنے انوار و تجلیات سے دنیا کو روشن کر رہے تھے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کے نور سے مستفیض ہو تھے۔ تو یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی ذات، اس کی صفات کی دلیل کامل ٹھہرے اور وجود باری تعالیٰ کی دلیل علیا بنے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَوۡلَایَ صَلِّ وَسَلِّمۡ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیۡبِکَ خَیۡرِ الۡخَلۡقِ کُلِّھِمٖ

سَیِّدُنَا وَ مَوۡلَانَا اَلۡبَصِیۡرُ ﷺ

اپنی نظر سے جمالِ حقیقی کو دیکھنے والے (کی نگاہ کا عالم)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انسانیت کے اس منتہائے کمال پر پہنچایا جس کے آگے کوئی اور مقام نہیں سوائے مقام الوہیت کے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ بینات عطا فرمائیں جو کسی دوسرے پیغمبر کو نہیں ملیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا اعجاز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آنکھوں کے ساتھ جمالِ حقیقی کا ایسا نظارہ کیا کہ آپ کے رب نے آپ کی آنکھوں سے سارے عالمین کے حجابات اٹھا دیئے۔ اس کی دلیل آپ کا وہ فرمان ہے جو امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے کہ

اِنِّی اَرٰی مَالَا تَرَوۡنَ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے رب کا صفاتی جلوہ دیکھا تو برداشت نہ کر سکے بے ہوش ہو گئے مگر ان کی قوت بصارت کا یہ عالم تھا کہ تیس میل دور رات کے اندھیرے میں پتھر پر چلتی ہوئی چیونٹی بھی دیکھ لیتے۔ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت بصارت تھی تو پھر جس ہستی کامل نے

معراج کی رات رب تعالیٰ کا صرف صفاتی ہی نہیں بلکہ ذاتی جلوہ کیا تو ان کی قوت بصارت کا کیا عالم ہو گا۔ (الشفا)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے بروایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان (لوگوں میں) کھڑے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخلوق کی پیدائش سے لے کر بتانا شروع کیا حتیٰ کہ جنتی اپنے منازل پر جنت میں داخل ہو گئے اور دوزخی جہنم میں اپنے ٹھکانوں میں چلے گئے۔ جس نے اس بیان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ بصارت کا یہ عالم کہ فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی ہے میں نے مشرق سے لے کر مغرب تک اس کا تمام حصہ دیکھ لیا ہے۔ عنقریب میری حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک میرے لئے زمین سمیٹی گئی۔ (مسلم شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بدر کے میدان میں گئے تو فرمایا یہ فلاں کے ڈھیر ہونے کی جگہ ہے اور آپ نے اپنے دست مبارک کو زمین پر رکھتے ہوئے بتایا یہاں اور یہاں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جہاں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشاندہی فرمائی کوئی کافر ذرا بھی ادھر ادھر نہ گرا۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی اور صفوں کے آخر میں ایک شخص نے اچھے طریقے سے نماز ادا نہ کی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تو اسے آواز دی اے فلاں! کیا اللہ سے نہیں ڈرتا کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے نماز پڑھتا ہے؟ تم یہ سمجھتے ہو

کہ مجھ پر تمہارا کوئی عمل چھپا رہتا ہے۔ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرٰی مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرٰی مِنْ بَیْنَ یَدَیَّ ۔ خدا کی قسم میں پیچھے سے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ہاں قیام فرمایا۔ سحری کے وقت تہجد ادا کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور وضو کرنے کی جگہ میں تشریف لے گئے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، اور فرمایا نُصِرْتَ نُصِرْتَ نُصِرْتَ تیری مدد کی گئی، تیری مدد کی گئی، تیری مدد کی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کر کے واپس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا میں نے تین بار لبیک اور تین بار نُصرت کے الفاظ سنے ہیں کیا کوئی آدمی اندر آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بنی کعب کا رجز خواں تھا جو مجھ سے فریاد کر رہا تھا کہ قریش نے بکر بن وائل کی مدد کی ہے اور ہم پر حملہ کر دیا ہے۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ ہم تین دن تک کسی واقعہ کی اطلاع ملنے کا انتظار کرتے رہے۔ تین دن بعد جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد ہی میں تشریف فرما تھے تو میں نے راجز کو شعر کہتے ہوئے سنا۔ (ضیاء النبی)

غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر اسلام اپنی منزل کی جانب بڑھ رہا تھا کہ ایک مقام پر رات بسر کی تو اچانک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی۔ صحابہ کرام اس کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑ دھوپ کر رہے تھے۔ اس لشکر میں ایک شخص منافق بھی تھا جو بظاہر تو مسلمان تھا مگر اندر کھاتے بڑا زبردست

بے ایمان تھا۔ باتیں کر رہا تھا کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دعویٰ کرتا ہیں کہ وہ نبی ہیں اور آسمان کی باتیں بتاتے ہیں اور ابھی تک اونٹنی بھی نہیں بتا سکے کہ کہاں ہے۔ ادھر یہ باتیں کر رہا تھا ادھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے جسے حضرت عمارہ بھی سن رہے تھے کہ ایک منافق ہے جس نے میرے بارے میں ایسی باتیں کی ہیں کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ابھی تک اپنی ناقہ نظر نہیں آئی کہ کہاں ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں وہی جانتا ہوں جو میرے رب نے مجھے سکھایا تو میری گمشدہ اونٹنی فلاں جگہ ہے اور اس کی نکیل ایک درخت کے ساتھ الجھی ہوئی ہے جاؤ اسے پکڑ لاؤ۔ جب صحابہ گئے تو واقعی اس کی نکیل الجھی ہوئی تھی۔ حضرت جب اونٹنی لائے تو آکر اس منافق کو پکڑ لیا اور اپنے لشکر سے نکال دیا کہ تو نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک پر اعتراض کیا ہے۔ (ضیاء النبی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا تَارِكُ الثَّقَلَیْنِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جانے والے

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّیْ اُوْشِكُ اَنْ اُدْعٰی فَاُجِیْبَ وَاِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللّٰهِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ وَاِنَّ اللَّطِیْفَ الْخَبِیْرَ اَخْبَرَنِیْ اَنَّهُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَانْظُرُوْا فِیْمَا تَخْلُفُوْنِیْ فِیْهِمَا. (رواہ احمد)

قریب ہے کہ مجھے بلایا جائے تو میں اس کی تعمیل کروں اور میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں (۱) کتاب اللہ جو ایک رسی ہے آسمان سے زمین تک (۲) میری عترت اور اہل بیت۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک حوض پر مجھ سے ملاقات کریں۔

تم غور کرو کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت کی فضیلت کے بارے میں فرمایا:

كُلُّ سَبَبٍ وَّنَسَبٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ

(برکات آلِ رسول)

قیامت کے دن ہر رشتہ داری اور تعلق داری ٹوٹ جائے گی سوائے میرے تعلق و رشتہ داری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَهْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِاُمَّتِیْ (برکات آلِ رسول)

میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل بیت عظام کو حسباً و نسباً دونوں اعتبار سے اعلیٰ و ارفع فرمایا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے کا تعلق آپ کے ساتھ نسباً ہے اور قرآن حکیم اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا جس میں آپ کے گھرانے کی طہارت اور فضیلت کو واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا جس کا انکار کرنا کفر ہے۔

موجودہ دور میں وہ اہل بیت عظام جن کا نسبی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق ہے ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی لاج رکھیں وہ ہر اعتبار سے ارفع و اعلیٰ ہیں۔ اور جب یہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوں گے تو ان کے چہرے قرآن کی طرح چمک رہے ہوں گے کیونکہ ان کے سینے انوار قرآن سے معمور ہوں گے اور وہ عامل قرآن ہوں گے اور قرآنی احکام کو اپنی زندگی کا جینا مرنا بنالیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے اس فرمان کو سنا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک قرآن اور میری آل، تو کیسے ممکن ہے صحابہ کرام کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آلِ پاک کی عظمت نہ ہو۔ انہوں نے تو حب اہل بیت کو اپنی زندگی کا حرز جان بنایا

اور اپنی جان، مال آلِ رسول پر قربان کرتے رہے۔

ذرا پڑھیے سیدنا صدیق اکبرؓ کا فرمان:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَرَابَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَصِلَ قَرَابَتِیْ ۔ (ضیاء النبی)

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی اپنے رشتہ داروں سے بھی مجھے زیادہ عزیز ہے۔

حضرت عقبہ بن حارثؓ کہتے ہیں حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت امام حسن کو اپنی گردن پر بٹھایا ہوا تھا اور آپ فرما رہے تھے "اللہ کی قسم یہ شہزادہ اپنے باپ علی سے بھی زیادہ حضور ﷺ سے مشابہت رکھتا ہے" حضرت قریب تھے آپؓ نے یہ جملہ سنا تو مسکرا دیئے۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کہ میں منبر پر چڑھ کر حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ میرے نانا جان کے منبر سے اتریئے اپنے باپ کے منبر پر تشریف لے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے ابا کا تو کوئی منبر نہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا اور بعد ازاں اتر کر مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے اور مجھے فرمایا اے بیٹے! تجھے کس نے سکھایا ہے؟ میں نے کہا کسی نے بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا اے بیٹے! اگر تم میرے پاس (گھر) آیا جایا کرو تو (ہمارے لئے) بہت ہی اچھا ہوگا۔ چنانچہ میں ایک دن ان کے گھر کی طرف گیا تو حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ تنہائی میں ملاقات کر رہے ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دروازے پر کھڑے ہیں انہیں بھی اندر جانے کی

اجازت نہیں ملی۔ یہ منظر دیکھ کر میں واپس آگیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ پھر مجھے ملے تو فرمایا بیٹے! تم ہمارے پاس آتے کیوں نہیں۔ میں نے کہا ایک دن میں آیا تھا تو آپ حضرت معاویہ کے ساتھ تنہائی میں ملاقات کر رہے تھے اور آپ کے بیٹے ابن عمر کو بھی اندر جانے کی اجازت نہیں ملی تو میں دیکھ کر واپس آگیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا اے بیٹے حسین! تم ابن عمر سے زیادہ حقدار ہو اندر آنے کے کیونکہ آج جو ہمیں عزت اور شرافت کا تاج نظر آ رہا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانے کی برکت سے دیا ہے اور پھر میرے سر پر حضرت عمر فاروقؓ نے بڑی شفقت کا ہاتھ رکھا۔

ایسا ہی واقعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پیش آیا جبکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ منبر پر جلوہ افروز تھے اتنے میں حضرت حسنؓ تشریف لائے (ابھی کم عمر تھے) انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اتریئے ہمارے نانا جان کے منبر سے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے سن کر کہا اے بیٹے یہ منبر تمہارے نانا کا ہی ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا اور رو پڑے۔ حضرت علیؓ پاس کھڑے تھے نے کہا اللہ کی قسم! حسن میرے کہنے کی وجہ سے نہیں کہہ رہا بلکہ اپنی طرف سے کہہ رہا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا اے علی! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں حسن اپنی طرف سے ہی کہہ رہے ہیں۔ (حیات الصحابہ از یوسف کاندھلوی)

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی موجودگی میں ایک شخص نے حضرت علیؓ کا برائی سے ذکر کیا حضرت عمر فاروقؓ نے حضور اقدس ﷺ کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کیا اور کہا کیا

تم جانتے ہو یہ قبر والے کون ہیں؟ حضرت علی ان کے چچازاد بھائی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ خیر سے ہی ذکر فرمایا کرتے تھے اگر تم ایسا کہو گے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچاؤ گے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا میرے ساتھ دو آدمی اور تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا کلمات کہے اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ کا چہرۂ انور پر جلال ہو گیا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور پر غصہ کو دیکھ کر اللہ کی پناہ مانگنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا تم لوگوں کو کیا ہوا مجھے تکلیف پہنچاتے ہو۔ جس نے علی کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔
(حیات الصحابہ)

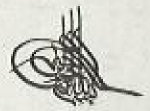

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلتَّالِیْ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآن کی تلاوت کرنے والے

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا

جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے۔

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا وہ نسخہ کیمیا ہے جو انسانی زندگی سنوارنے کا ایک بہترین خدائی عطیہ ہے۔ جس کا تلاوت کرنا دلوں کا زنگ اتارنے کا کام کرتا ہے۔ جتنی خوش لحنی کے ساتھ پڑھنے والا ہو گا اس قدر اس کی اثر آفرینیاں دل میں اترتی جائیں گی۔ پھر وہ ہستی جس پر قرآن اتارا گیا اس ہستی نے اپنی زندگی کو تفسیر قرآن بنا کر نسل انسانیت کے لئے ایک عملی نمونہ پیش کیا اور قرآن نے بھی صاحب قرآن کی حیات طیبہ کو نسل انسانی کے لئے سب سے اچھا مکمل نمونہ قرار دیا تو یہ اعلان کیا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. تحقیق تمہارے رسول کی حیات طیبہ ایک بہترین نمونہ ہے۔

صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی تلاوت کہاں نہیں کی۔ اگر مکہ کے غار حرا کی خلوت میں اقرأ کے الفاظ کے ساتھ قرآن اترا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلاوت سے ہزاروں کفر و ظلمت میں لتھڑے ہوئے لوگوں کی تقدیروں کو لمحوں میں بدل دیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ اثر آفرینی تھی جس نے کافروں کے دلوں سے کفر کا زنگ اتار کر نور الٰہی سے معمور کر دیا تو وہی لوگ آگے چل کر انسانیت کے تاجدار بنے۔ یہ سارے کا سارا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قرآن کی تلاوت کرتے تو مکہ کی فضائیں بھی انوار قدسیہ سے معمور ہو جایا کرتی تھیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جس ہستی کا قلب اطہر وحی الٰہی کا مہبط تھا وہی ہستی اس کی تلاوت کا حق ادا کر سکتی تھی۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بدر کے قیدیوں کے بارے میں بات کرنے گیا میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ نماز مغرب ادا کر رہے تھے آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّالَهٗ مِنْ دَافِعٍ (طور)

بے شک تیرے رب کا عذاب آنے والا ہے جسے کوئی نہیں ہٹا سکتا

جب میں نے صاحب قرآن کی زبان سے قرآن کی تلاوت سنی تو ایسا ہی تھا کہ جیسے میرا دل پھٹ جائے گا۔

رئیس مکہ عتبہ کا کفر کسی سے ڈھکا چھپا نہیں مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن کی تلاوت سننے کے بعد اس کی حقانیت کے سامنے گھٹنے ٹیک گیا۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تبلیغ اسلام کو روکنے کے لئے حتمی رائے قائم کرنے آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(۱) اگر تم مال و دولت جمع کر کے رئیس بننا چاہتے ہو تو تمہارے سامنے دولت کے انبار لگانے کے لئے تیار ہیں۔

(۲) اگر تمہارا مقصد سرداری حاصل کرنا ہے تو تجھے سردار مکہ مان لیتے ہیں۔

(۳) اگر تم بادشاہ بننا چاہتے ہو تو تمہیں بادشاہ مان لیتے ہیں۔

(۴) اگر تم پر جنات کا سایہ ہے تو تیرا علاج کرانے کے لئے تیار ہیں سارا خرچ ہم کریں گے۔

جب اس نے یہ باتیں کیں تو خاموش ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابو الولید تم نے اپنی بات پوری کر لی؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا اب میرا جواب سنو!

وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ حٰمٓ○ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ○ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ○ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَفِيْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ○

اور فرمایا شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ حم، اتارا گیا یہ رحمٰن و رحیم کی طرف سے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے بیان کر دی گئیں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں یہ خوشخبری سنانے والا اور بروقت خبردار کرنے والا ہے۔ بایں ہمہ منہ پھیر لیا ان میں سے اکثر نے۔ پس وہ اسے قبول نہیں کرتے اور انہوں نے کہا ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان

ایک حجاب ہے تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ (حم السجدہ)

اللہ کا پیارا رسول قرآن تلاوت کرتا رہا اور عتبہ خاموش سنتا جا رہا تھا۔ اس نے اپنے بازو پیچھے کی طرف زمین پر ٹیک لئے تھے۔ حضور ﷺ نے آیت سجدہ تلاوت کی، پھر سجدہ کیا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا اے ابوالولید جو تجھے سننا چاہئے تھا تم نے سن لیا اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ (دلائل النبوۃ)

عتبہ نے آپ ﷺ کی زبانِ اقدس سے کلامِ الٰہی سنا اور لاجواب ہو کر اٹھ کر چلا گیا۔ قرآن کی تلاوت اور اس کی ہیبت کے سامنے خاموش ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو وہ فصاحت و بلاغت عطا فرمائی تھی کہ آپ تلاوت کا حق ادا کر دیتے اور دلوں کو جیت لیتے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَلتَّقِیُّ ﷺ

سب سے زیادہ متقی

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

حضور ﷺ اکثر دعا فرمایا کرتے اے اللہ میں تجھ سے پاک زندگی مانگتا ہوں۔

حضور ﷺ نے عرب کے جس معاشرے میں اپنی آنکھ کھولی اس عرب کا وہ علاقہ معاشرتی برائیوں میں ایک شہرت رکھتا تھا۔ کون سی برائی تھی جو وہاں نہ پائی جاتی تھی۔ ضلالت و گمراہی کے ایسے دور میں حضور ﷺ کے بدنِ اقدس پر کسی قسم کی ناپاکی کا نہ ہونا یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ ﷺ سراپا اعجاز اور سراپا کمال تھے اور حضور ﷺ اپنی حیات طیبہ کے ابتدائی سالوں (اعلان نبوت سے پہلے دور) کو دلیل نبوت بنا رہے ہیں کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس)

بے شک میں تم میں اس سے پہلے اپنی عمر (کے سال) گزار چکا ہوں (میری زندگی ہر قسم کے عیب سے پاک ہے) کیا تم سمجھتے نہیں۔

آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک تھی حتیٰ کہ اپنے کمال تقویٰ کی بنا پر اللہ کی عطا کردہ کئی رخصتوں کو چھوڑ کر راہ عزیمت کو اپنایا۔

اسی طرح ہرقل نے جب ابو سفیان سے پوچھا کہ کیا محمد (ﷺ) نے دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ بولا تو دیکھئے اس وقت دشمن اسلام کو بھی یہ گواہی دینا پڑی کہ اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

دیکھئے دشمن اسلام نضر بن الحارث بھی گواہی دے رہا ہے کہ

ایک دن اس نے قریش سے پوچھا کہ اے قریشیو! بتاؤ محمد (ﷺ) نے عمر کا کافی حصہ تم میں گزارا بچپن سے جوانی تک اور جوانی سے لے کر بالوں کی سفیدی تک، اس وقت تو تم صادق الامین کے القابات دیتے تھے اور آج تم اس کے بارے میں کہتے ہو کہ ساحر، جادوگر ہے۔ خدا کی قسم وہ جادوگر، ساحر نہیں۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

آقائے دو جہاں ﷺ کی حیات طیبہ اتنی پاکیزہ کہ کبھی کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا جو آپ ﷺ کی زوجیت میں نہ تھی۔

آقا ﷺ کا دن تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے گزرتا یا لوگوں کے دلوں سے زنگ اتارتے اور نغماتِ توحید کو بلند کرتے گزرتا، آقا ﷺ کی راتیں بھی رب کے حضور قیام، قعود و رکوع و سجود میں گزرتیں۔

آپ ﷺ سے بڑھ کر محبوب الٰہی کون ہو سکتا ہے۔ حضور ﷺ رب کے حضور گریہ فرماتے اور دعائیں مانگتے کہ الٰہی میری خطائیں معاف فرما، میرے گناہ معاف فرما تو رب تعالیٰ یہ مژدہ سناتا ہے کہ پیارے ہم نے

تیرے ماننے والوں کے تیری خاطر ان کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے تو تو سراپا رحمت و ہدایت ہے۔ آپ ﷺ پر ہر وقت اللہ کا ڈر اور خوف طاری رہتا اور اس کیفیت کا رہنا فقط امت کے درس کے لئے تھا ورنہ آپ معصوم عن الخطاء اور طیب طاہر شان کے مالک تھے۔ یا پھر آپ کے ظاہر و باطن پر اس کیفیت کا رہنا غلبہ استغراق کی وجہ سے تھا۔

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ایک بار حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے تو آپ ﷺ پر خوف خدا اور رقت قلبی کا اس قدر غلبہ تھا کہ حالت نماز میں رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ مبارک میں سے ایسی آواز نکل رہی تھی جس طرح ہنڈیا ابلتی ہے۔

آپ ﷺ کی زبانِ اقدس سے جو کلمات اکثر جاری رہتے وہ یہ تھے کہ اللہ! مجھے مسکین کی حالت میں زندہ رکھ اور اسی حالت میں دنیا سے اٹھا اور قیامت کے دن مسکینوں کے ساتھ رکھنا۔ (ترمذی)

آپ ﷺ کے صحابہ ایک دن دولت مندی اور خوشحالی کا تذکرہ کرنے لگے کہ اچھی ہے یا بری اور آخرت کے لئے نقصان دہ ہے یا فائدہ مند، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے ڈرے اور اس کے احکامات پر کاربند رہے اس کے لئے مالداری کوئی نقصان دہ نہیں اور صحت مندی صاحب تقویٰ کے لئے دولت مندی سے بہتر ہے اور خوش دلی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں نے میرے بارے میں طرح طرح

کی باتیں بنائی ہیں۔ اللہ کی قسم! میں سب سے زیادہ نیک ہوں اور اللہ کے بارے میں سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن مسعود مجھے قرآن سناؤ میں نے عرض کیا کہ آقا! یہ آپ پر ہی تو نازل ہوا ہے اور آپ ہی کو سناؤں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آج میرا دل چاہتا ہے کہ کسی دوسرے سے سنوں۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں میں نے آپ کے ارشاد پر سورۂ نساء پڑھنا شروع کی جب یہ آیت پڑھی فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔ اس وقت کیا حال ہوگا جب ہر امت میں سے ایک گواہ لایا جائے گا اور آپ کو ان سب پر گواہ بنایا جائے گا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ سے ڈرنا گناہوں کی معافی کی دعا کرنا یہ سب اصلاح امت کے لئے تھا۔ (ضیاء النبی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا **اَلثِّمَالُ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جائے پناہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری امت کی جائے پناہ ہیں۔ صحابہ کرام جب کسی تکلیف یا آزمائش میں مبتلا ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ انہیں بہترین جائے پناہ اور دکھوں اور تکلیفوں کا مداوا کرنے میں مدد دیتی۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

حضرت ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے بارش کی دعا ان الفاظ میں کی

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ

ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

وہ روشن سفید چہرہ والے جس کے چہرۂ انور کے وسیلہ سے بارش کی دعا کی جاتی ہے جو یتیموں کے فریادرس اور بیواؤں کے غمخوار ہیں۔

یہ تو حضرت ابو طالب کا اظہار عقیدت تھا۔ ویسے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ جائے پناہ تھی جب بھی انہیں بارش کی طلب ہوتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

بارگاہ میں آتے اور بارش کے لئے دعا کرواتے۔ اگر توسل ناجائز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرمادیا کرتے کہ تم میرے پاس نہ آیا کرو بلکہ جب بھی کوئی مشکل ہو سیدھے مسجد میں جاکر رب کے حضور سربسجود ہو جایا کرو۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ صحابہ کے دلوں میں جو عظمت رسول ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اگر بارگاہ رسالت میں آکر ان کے دکھوں کا مداوا نہیں ہونا تھا تو پھر اور کونسی بارگاہ ہے جہاں جاکر اپنے دکھڑے سناتے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص جمعہ کے روز اس دروازے سے مسجد میں داخل ہوا جو منبر شریف کے سامنے ہے اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ جمعہ دے رہے تھے۔ وہ شخص آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُغِيْثَنَا (بخاری)

مال ہلاک ہوگئے راستے ٹوٹ گئے اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ بارش نازل فرمائے

قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا.

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی اے اللہ ہم پر بارش نازل فرما، اے اللہ ہم پر بارش نازل فرما، اے اللہ ہم پر بارش نازل فرما۔

حضرت انس نے کہا اللہ کی قسم! ہم آسمان پر بادل نہ بادل کا کوئی ٹکڑا اور نہ کوئی شے دیکھ رہے تھے اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی گھر اور حویلی نہ تھی۔ سلع کے پیچھے سے ڈھال کی مانند تھوڑا سا بادل ظاہر ہوا جب وہ آسمان کے درمیان آیا تو پھیل گیا پھر برسا۔ انس نے کہا اللہ کی قسم ہم چھ روز تک سورج نہ دیکھ سکے۔ پھر آئندہ جمعہ ایک شخص اسی دروازہ سے آیا جبکہ

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے وہ آکر سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا آقا! مال ہلاک ہو گیا راستے ٹوٹ گئے اللہ سے دعا کیجئے وہ بارش روک لے۔ انس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ! بارش ہمارے اردگرد ہو ہم پر نہ ہو۔ اے اللہ ٹیلوں، پہاڑوں، چھوٹے چھوٹے ٹیلوں، ندیوں اور درختوں کے اگنے کے مقامات پر بارش ہو۔ انس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے سے بارش رک گئی اور ہم مسجد سے باہر نکلے جبکہ دھوپ نکلی تھی۔

عکرمہ بن ابی جہل کی اسلام دشمنی کو کون نہیں جانتا مگر دیکھئے جب کسی کے نصیب جاگ اٹھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا جب اسے اطلاع ہوئی کہ میں مباح الدم ہوں تو سمندر میں کودنے کے لئے گھر سے نکل گئے مگر بیوی مسلمان ہو چکی تھی۔ چنانچہ عکرمہ گھر سے بھاگ کر کشتی میں سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ راستہ میں کشتی طوفان کی وجہ سے ہچکولے کھانے لگی تو عکرمہ نے لات، منات، عزیٰ، ہبل کو پکارنا شروع کیا۔ کشتی والوں نے کہا اللہ کو پکارو جو وحدہ لاشریک ہے۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا اگر صحیح توبہ کرلوں اور اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے پکاروں تو نجات کا باعث ہو سکتا ہے۔ پھر اس نے دعا اَللّٰهُمَّ لَكَ عَهْدٌ اِنْ اَنْتَ عَافَيْتَنِىْ مِمَّآ اَنَا فِيْهِ اَنْ اٰتِىَ مُحَمَّدًا حَتّٰى اَضَعَ يَدَىْ فِىْ يَدِهٖ لَاَجِدَنَّهٗ عَفُوًّا غَفُوْرًا كَرِيْمًا۔ اے اللہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو مجھے اس مصیبت سے نجات دے تو میں تیرے رسول کی خدمت میں حاضر ہوں گا مجھے یقین ہے کہ انہیں معاف کرنے والا بخشنے والا کریم پاؤں گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس کو نجات دی۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ سے

فرمارہے تھے عکرمہ تمہارے پاس آنے والا ہے۔ حضور ﷺ نے جب عکرمہ کو آتے دیکھا تو فرطِ مسرت سے اٹھ کھڑے ہوئے اور چادر اتار کر اس پر ڈال دی اور فرمایا مَرْحَبًا بِمَنْ جَآءَ مُؤْمِنًا مُّهَاجِرًا میں اس شخص کو خوش آمدید کہتا ہوں جو ایمان لایا اور ہجرت کرکے میرے پاس آیا۔

اس کی بیوی بھی ساتھ تھی اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ ﷺ اس عورت نے کہا تھا کہ حضور ﷺ نے تجھے امان دے دی ہے۔ حضور نے فرمایا اس نے سچ کہا۔ پھر عکرمہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ اسلام قبول کرلیا مگر آقا کے سامنے شرم کے مارے گردن جھکالی۔ ادھر کریم آقا نے فرمایا اے عکرمہ مانگو کیا مانگتے ہو۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اِسْتَغْفِرْلِیْ كُلَّ عَدَاوَةٍ عَادَيْتُكُمَا جو عداوتیں میں نے آپ سے کیں مجھے معاف فرمادیں۔ اے اللہ (اب عکرمہ نے میرے پاس آکر اسلام قبول کرلیا ہے) اس نے جو دشمنیاں میرے ساتھ کیں ہیں معاف فرما۔

اس کے بعد حضرت عکرمہ نے اپنی ساری زندگی آقا ﷺ کے قدموں میں گزار دی اور اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔

(ضیاء النبی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا ثِمَالُ الْجَار ﷺ

ہمسائے کی فریاد رسی کرنے والے

جو حقوق مذہب اسلام نے امت کے افراد کو دیئے ہیں دنیا کا ہر مذہب اس جیسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آج کے دور میں جدید سائنس اس بات پر اتفاق کرتی ہے کہ انسانیت کی بقا اسی میں ہے کہ وہ محسن انسانیت ﷺ کے بیان فرمائے اصولوں کے سامنے سرِتسلیم خم کردے۔

بانی اسلام ﷺ کی ذاتِ اقدس اخلاقیات، معاملات، عبادات وغیرہ کی مکمل واضح کتاب ہے جہاں سے ہم جو بھی پانا چاہیں لے سکتے ہیں۔ اگر ہم آپ ﷺ کی تعلیمات اخلاقیات سے کماحقہ فائدہ نہیں اٹھا رہے تو ہماری بدنصیبی اور ہماری ذلت خواری کا سب سے بڑا سبب ہے۔ ہمارے اس خدائی عطیہ قرآن مجید ہے جو ایک تھیوری کی شکل میں ہے اور اس کا عمل پریکٹیکل حضور ﷺ کی ذات کریم ہے۔

آیئے دیکھئے آپ ﷺ کا ذاتی عمل کیا تھا۔ معاشرے کے ان افراد کے لئے جنہیں کلام الٰہی نے "ہم سایہ" یعنی پڑوسی کا لقب عطا کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمسائے کے حقوق کا بڑا خیال رکھتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی چیز تحفہ میں آتی تو آپ اپنے ہمسائے کو اس میں سے ضرور کچھ نہ کچھ بھیجتے۔ اور آپ فرمایا کرتے کہ جبریل امین جب میرے پاس آتے تو مجھے ہمسائے کے بارے بہت تلقین فرماتے۔ ان کے حقوق کی طرف توجہ دلاتے یہاں تک کہ مجھے خیال پیدا ہوا کہ کہیں انہیں میراث میں شریک نہ کر لیں۔

ایک مرتبہ ایک عورت شہر مکہ کی گلی سے گزر رہی تھی اس کے سر پر بہت بھاری بوجھ تھا حتیٰ کہ وہ مشکل سے قدم اٹھا رہی تھی لوگ اس غریب عورت کا تمسخر اڑا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بوڑھی عورت کو اس مشکل میں مبتلا دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رہا نہ گیا آپ نے آگے بڑھ کر اس عورت کا بوجھ اٹھا لیا اور اس کے گھر چھوڑ آئے۔

مکہ میں ایک بوڑھا تھا جو ایک شخص کا غلام تھا جس کی جسمانی حالت بڑی کمزور تھی جس کا مالک اپنے باغ کو اس سے پانی دلواتا اور جہاں سے پانی لاتا اس میں اور باغ میں خاصا فاصلہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ بوڑھا بہت مشکل سے پانی لاتا ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں کانپتے ہیں آپ کو اس کی حالت دیکھ کر بہت ترس آیا آپ نے بوڑھے کو آرام سے بٹھا دیا اور اس کا سارا کام کیا۔ پھر آپ نے فرمایا بھائی! جب کبھی تجھے کوئی مشکل پیش آ جائے مدد کی ضرورت پڑے تو مجھے بلا لیا کر۔

ایک بار ابو سفیان کا غلام سخت بیمار ہو گیا اس کی بیمار پرسی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غلام کے پاس تشریف لے گئے اور ساری رات اس کے پاس بیٹھے رہے اور جب تکلیف کی وجہ سے وہ غلام چیختا چلاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو تسلی دیتے

اور فرماتے گھبراؤ نہیں میں تمہارے پاس ہوں۔

اللہ اللہ حسن اخلاق کا وہ پیکر عظیم جس کی شان ہی نرالی ہے اس سے بڑھ کر امت کا غمخوار کون ہو سکتا ہے، غریبوں کا سہارا کون ہو سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کون امت کا ہمدرد ہے۔ امت کے زخم خوردہ دلوں پر مرہم پٹی کرنے والا کون ہے۔ جس کا کوئی ہمدرد نہ ہوتا حضور اس کے بن جاتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گلی سے گزر رہے تھے ایک نابینا عورت ٹھوکر کھا کر گر پڑی لوگ اس کی طرف دیکھ کر ہنس دیے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے آپ نے آگے بڑھ کر اس عورت کو اٹھایا اور اس کے ساتھ جا کر اس کے گھر پہنچایا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ اس کی ضروریات کو پورا کرتے بلکہ کھانا تک لے کر جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مرتبہ ایک صحابی نے عرض کی کہ فلاں عورت بڑی عبادت گزار ہے مگر وہ بد اخلاق ہے۔ آپ نے فرمایا وہ عورت جہنمی ہے۔ پھر عرض کی یارسول اللہ! ایک عورت ہے عبادت گزار اتنی نہیں صدقات بھی واجبی طور پر ادا کرتی ہے مگر اس کا اخلاق بڑا اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ عورت جنتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمسائے کے کتے کو پتھر مارا گویا کہ اس نے ہمسائے کو تکلیف پہنچائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں ہمسائے کے حقوق کے بارے میں علم ہے؟ اگر وہ امداد کا طالب ہو تو اس کی مدد کی جائے، اگر قرض مانگے تو قرض دو، اگر مفلس ہو تو اس کی حاجت روائی کرو، بیمار ہو جائے تو اس کی

عیادت کرو، مر جائے تو تجہیز و تکفین کرو، مکان بناؤ تو اس سے اجازت لو کہ اس کی ہوا نہ رک جائے، پھل خرید کر لاؤ تو اسے بھی دو ورنہ خفیہ کھاؤ اور اپنے بچوں کو دے کر باہر نہ بھیجو۔ ممکن ہے کہ ہمسائے میں اتنی طاقت نہ ہو کہ وہ لا کر دے سکے۔ ہانڈی پکاؤ تو اس کی خوشبو سے اسے ایذا نہ پہنچاؤ، پک جائے تو اس کے گھر بھیجو۔ یہ ہمسائے کے حقوق ہیں انہیں وہی ادا کرتا ہے جس پر اللہ کی رحمت ہو۔ (مکاشفۃ القلوب)

فی زمانہ اسلامی تعلیمات پر ہم نے عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہمارے مبلغین، مفکرین، علمائے دین صرف کہنے والے ہی نہ بنیں بلکہ ان پر لازم ہے کہ وہ احکام الٰہیہ پر عمل پیرا ہو کر عملی نمونہ پیش کریں۔ کاش! ہم بھی اس قول و فعل کے تضاد کے خول سے باہر نکل آئیں اور دین کو صرف کہنے کی بجائے اپنے اوپر نافذ کرنے والے بھی بن جائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا ثِمَالُ الْمُعْدَمِیْنَ ﷺ

بے سہاروں کے سہارا

کسی کے کام آنا بھی بہت بڑی عبادت ہے لیکن معاشرے میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جن سامنے کوئی تڑپ رہا ہو تو انہیں پرواہ تک نہیں ہوتی اس قدر سنگ دل ہوتے ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی کی تکلیف کو دیکھ نہیں سکتے، کسی کا دکھ سننے کی تاب نہیں لا سکتے اور جو کسی کی پریشانی کو دیکھ کر خود پریشان ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھیں! کسی کے دکھوں کو بانٹنا بھی مقبول عبادت ہے۔ عبادت صرف نماز روزہ ہی نہیں عبادت کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ آیئے دیکھیں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسوۂ کامل کہ آپ ﷺ کی سیرت کیسی پاک، طاہر، منزہ، مزکی ہے کہ عرش کا راہی اور مدینے کا ماہی، حکومت جس کی فرش زمین سے لے کر عرشِ بریں تک، جو چاہے تو سونے کے پہاڑ بن کر ساتھ چلیں، خدام جس پر جان نچھاور کریں مگر غور کریں

مسجد نبوی شریف میں کملی والے آقا ﷺ فرشِ زمین پر جلوہ افروز

ہیں خدام واصحاب کہ جن کے چہروں پر پڑنے والے انوار محمدیہ نے ستاروں جیسی چمک پیدا کر دی ہے (تو آقا ﷺ نے بھی فرمادیا اصحابی کالنجوم) درمیان میں وہ ماہ مبین جن کے چہرۂ اقدس کی ضیاپاشیاں سورج اور چاند کی چمک دمک کو مات کر دیتی ہیں اپنے غلاموں کو وعظ و نصیحت فرما رہے ہیں۔ غلامانِ محبوب آقا ﷺ کے لب ہائے مبارک سے جھڑنے والے پھول چن رہے ہیں۔ یکایک دیکھا ایک بوڑھی خاتون لباس پھٹا پرانا مجمع کے قریب آن کھڑی ہوئی۔ کچھ عرض کرنا چاہتی ہے مگر بولتی نہیں۔ بالآخر بے سہاروں کے سہارے ﷺ نے پوچھا کہ اماں جان کیا بات ہے؟ اس نے عرض کی پیارے! کچھ باتیں ہیں جو تنہائی میں عرض کرنا چاہتی ہوں۔ صحابہ کرام نے اس بوڑھی عورت کو دیکھا تو کہنے لگے آقا! یہ تو نیم پاگل ہے اس کا دماغ درست نہیں، ذہن ماؤف ہو چکا ہے یہ آپ کو پریشان کرے گی آپ اس کے پیچھے نہ جائیں۔

آقا ﷺ نے یہ الفاظ سنے تو ماہ تمام کے چہرۂ انور پر بل پڑ گئے فرمایا: یہ ٹھیک ہے کہ یہ پاگل دیوانی بے وقوف ہے مگر یہ تو بتاؤ انسان ہے کہ نہیں؟ میری امت میں شامل ہے کہ نہیں؟ اگر میں اس کی بات نہ سنوں تو پھر میرے سوا کون سنے گا۔ اگر میں نے اپنے در سے دھتکار دیا تو کس کے در پر جائے گی۔ آقا ﷺ اپنی مسند مبارک سے اٹھے، آگے بڑھے پوچھا اماں جان کیا بات ہے؟ اس نے کہا مجھے آپ سے کوئی کام ہے کیا آپ میرے ساتھ چلیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے ماں! جہاں تم لے چلو گی میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔

ذرا بغور دیکھئے آگے آگے وہ نیم پاگل بوڑھی مائی اور پیچھے پیچھے محبوب

رب العالمین کملی والے آقا ﷺ۔ گرمی کی تپش، دھوپ کی تمازت ہے مگر کوئی چیز نہ روک سکی۔ شہر مدینہ کے دور ایک محلہ کی گلی میں جا کر اپنے پاس اس دیوانی نے حضور ﷺ کو بٹھا لیا اور اپنی ضروریات کی فہرست پیش کی۔ آپ نے اس کی ضروریات کو پورا کیا، اس کے دل کو سکون عطا کیا اور اس کی پریشانیوں کا مداوا کیا اور آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ آپ نے اپنے حسن عمل سے بتا دیا کہ عمل صالح صرف ظاہری عبادات کا نام ہی نہیں بے سہاروں کا سہارا بننا سب سے بڑی عبادت ہے۔

اسی نمونہ کی ایک جھلک اور دیکھئے۔

میدان اُحد میں شہیدوں کی نماز ادا کی جا چکی ہے کچھ شہداء اسلام دفن ہو چکے ہیں اور کچھ لاشیں ان کے ورثا اپنے اپنے گھروں کی طرف لے جا رہے ہیں۔ سید الکونین ﷺ ایک پتھر کی چٹان پر کھڑے ہیں اور ایک دس سالہ بچہ شہداء کی لاشوں میں؛ اپنے باپ کی لاش بھی تلاش کر رہا ہے۔ اچانک اس کی نگاہ ماہ تمام ﷺ پر پڑی، قریب آیا سلام عرض کیا اور پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میرے باپ "عقربہ جہنی" کا کیا حال ہے۔ آپ ﷺ کی نگاہیں جھک گئیں فرمایا: بیٹے تیرا باپ شہید ہو گیا ہے اس پر اللہ کی رحمت ہو۔ لڑکے نے عرض کیا حضور! وہ تو شہید ہو گیا اور میں تو یتیم ہو گیا، میں بے سہارا ہو گیا، باپ کے پیار سے محروم ہو گیا، میرا مستقبل تاریک ہو گیا۔ اب میرے سر پر شفقت کا ہاتھ کون رکھے گا، اب میں ابا جان کس کو کہوں گا، اب مجھے سہارا کون دیگا۔ بچہ زار و قطار رونے لگا۔ آقا ﷺ جو رحمۃ للعالمین کے لقب سے نوازے گئے اٹھے بچے کے قریب گئے اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا، اپنے سینے سے چمٹا لیا، اپنی سواری پر بٹھا لیا اور پوچھا اے "ابن عقربہ

جہنی" کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ آج سے میں تیرا باپ بن جاؤں اور تیری ماں عائشہ ہو جائے۔ بچے کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے، غم دور ہو گئے، تازہ زخم کافور ہو گئے وہ بچہ جو باپ کی جدائی کے غم میں اندھیرے میں چلا گیا جب پیارے حضور ﷺ کا سہارا مل گیا تو اندھیرے سے اجالے کی طرف آ گیا۔ "عقربہ جہنی" باپ میدان احد میں کھو گیا تو ایسا باپ مل گیا جس جیسا دنیا میں آیا نہ آئے گا۔

حضرت جریر فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم آقا ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے ایک قافلہ مسافروں کا آیا جن کی مفلوک الحالی دیکھی نہیں جاتی تھی جن کے بدن پر کپڑے بھی پھٹے پرانے، ننگے پاؤں۔ حضور ﷺ اس پریشانی کے عالم میں کبھی اندر جاتے کبھی باہر آتے پھر آپ ﷺ نے ان لوگوں کی اعانت امداد کے لئے ایک بلیغ خطبہ دیا۔ (ماخوذ)

دل بدست آور کہ حج اکبر است

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

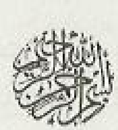

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْجَامِعُ ﷺ

مجموعۂ کمالات

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ طَهُوْرًا وَّمَسْجِدًا وَّاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّةً وَّخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چھ چیزوں کے باعث (دوسرے انبیاء پر) فضیلت[۱] عطا فرمائی ہے۔ مجھے مجموعۂ[۲] کلام عطا فرمایا، مجھے رعب عطا کیا گیا اور میرے لئے مال غنیمت حلال کیا (پہلے انبیاء پر حلال نہیں تھا) میرے لئے ساری روئے زمین پاک کردی (پہلے انبیاء کے لئے پاک نہ تھی) اور مسجد بنادی گئی۔ میری نبوت عالمگیر ہے اور مجھ پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا۔

۱ آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر اپنی انفرادیت مختلف کلمات میں بیان فرمائی۔ فضیلت کیلئے صرف مذکورہ حدیث ہی نہیں اور بھی ہیں۔

۲ ایسا کلام جس کے الفاظ تھوڑے ہوں مگر معانی مفہوم کے اعتبار سے بحر بیکراں ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ کمالات عطا کئے جن کا شمار کرنا انسانی قوت طاقت سے بعید ہے۔ آپ کے کمالات و فضائل کو حقیقت میں اللہ ہی جانتا ہے۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی اپنی زبان اطہر سے بیان بھی فرمادیا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سراپا اعجاز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام فرمانا بھی بہت بڑا اعجاز ہوتا تھا۔ آپ کے کلام میں اتنی فصاحت وبلاغت کہ زبان اطہر سے نکلنے والے الفاظ ان لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کرتے تھے جنہیں اپنی زبان دانی پر ناز، فخر وغرور ہوتا تھا۔

حضرت قاضی عیاض فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جامع کلمات عطا فرمائے گئے اور نرالی حکمتوں کی خصوصیت عطا کی گئی۔ عرب کی ساری زبانیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سکھائی گئیں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے ہر قبیلے والوں سے ان کی زبان کے مطابق گفتگو فرمایا کرتے تھے اور ان کی روزمرہ کی بول چال کی بلاغت میں بڑا خیال رکھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ غیر وطنی صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے ارشادات کی تشریح وتفسیر دریافت کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت پر دال چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

مَا هَلَكَ امْرَءٌ عَرَفَ قَدْرَهُ — وہ آدمی ہلاک نہیں ہوتا جس نے اپنے آپ کو پہچانا

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ — مشورہ دینے والا ایماندار ہوتا ہے

اِنَّ اَحَبَّكُمْ اِلَيَّ وَاَقْرَبَكُمْ مِنِّيْ مَجَالِسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا

بے شک مجھے سب سے پیارا اور قیامت کے دن میرے نزدیک وہ ہوگا جس کا

اخلاق سب سے اچھا ہے

اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ كُنْتَ — تو جہاں کہیں بھی ہے اللہ سے ڈر۔

خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا — میانہ روی بہترین چیز ہے

اَحْبِبْ حَبِيْبَكَ هَوْنًا مَا عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ بَغِيْضَكَ يَوْمًا مَّا

اپنے دوست کو راز سارے نہ بتاؤ! وہ کسی روز تیرا دشمن ہو جائے گا (اور تجھے نقصان پہنچائے گا) (الشفا)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا کیا کہنا کہ جو ذات ہی جامع کمالات حسنات و مجموعہ خصائل ہے ان کے بارے میں کچھ لکھنا یا آپ کے کمالات کو ضبط تحریر میں لانا یہ کسی کے بس میں نہیں صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کام کر کے دکھائے جو کوئی مخلوق میں سے نبی رسول نہ کر سکا۔ مثلاً

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بنائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبیب اللہ بنائے گئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بدنِ اقدس آتش نمرود میں سلامت رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس رومال سے ہاتھ صاف کئے وہ رومال ہمیشہ کے لئے تاثیر آگ سے محفوظ رہا بلکہ آگ میں ڈالے جانے سے مزید صاف ہو جاتا۔ یہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کی نسبت تھی۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس آگ میں ڈالے گئے وہ آگ بجھ گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے آتش کدۂ ایران جو ہزاروں سال سے بھڑک رہا تھا بجھ گیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کلہاڑے سے بت

خانہ کے بت پاش پاش کیے تو حضور ﷺ کا کمال یہ کہ کعبہ میں نصب ۳۶۰ بت اپنے دائیں ہاتھ کے اشارے سے توڑ ڈالے اور بت منہ کے بل گر گئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مار کر بارہ چشمے جاری کیے تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے پانی کی نہر جاری کر دی جو کہ ناممکن تھی جبکہ پتھر سے پانی کا نکلنا ممکن تھا۔

اگر یہ کہا جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریائے نیل عبور کیا تو دریا نے راستہ چھوڑ دیا جبکہ ادھر غلامانِ مصطفیٰ جب دریا عبور کرتے ہیں تو پانی ہی سڑک بن جاتا ہے اور کپڑے بھی گیلے نہیں ہوتے۔

حضور ﷺ کے کمالات کا کیا کہنا کہ آپ ﷺ کے آنے سے ساری روئے زمین کو مسجد بنا دیا، پاک ہونے کی ڈگری مل گئی اس لئے کہ حضور ﷺ کے قدم لگے وادی بطحا مکہ میں تھے مگر رب نے پیارے کی نسبت ساری زمین کو پاک کر دیا کیونکہ آپ آئے ہی ہر ناپاک کو پاک کرنے کے لئے تھے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ایک دن میں سارا پانی پی جاتی تھی تو حضور ﷺ کی ناقہ آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دیتی تھی اور کئی بار اونٹ آپ کے پاس آکر اپنے مالک کی شکایت کرتے۔

اگر یہ کہا جائے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا جو کہ اس کی فطرت ہے مگر آپ ﷺ کے ہاتھوں میں کنکریوں نے کلمہ پڑھ کر آپ کی نبوت کی شہادت دی۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پرندے مسخر تھے تو ادھر غلام مصطفیٰ ﷺ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سامنے آتے ہوئے شیر سے کہتے

ہیں یا ابا الحارث انا مولیٰ رسول اللہ، اے شیر (خبردار) میں غلام رسول ہوں۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو زمین پر بادشاہت عطا کی تو حضور ﷺ کو زمین کے سرخ و سفید پر حکومت اور خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں۔

اگر یہ کہا جائے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوائیں مسخر کی گئیں اور صبح سے دوپہر تک ایک مہینے کا سفر طے کرتے مگر حضور ﷺ ایک رات میں مسجد حرام سے لے کر لامکاں کی سیر کر کے آگئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس "جن" اگر نافرمانی کرتے تو آپ سزا دیتے مگر حضور ﷺ کے پاس آنے والے جن بھی آپ کی عظمت کو جھک کر سلام کرتے۔

آقا ﷺ کی بارگاہ ایسی بارگاہ ہے جہاں سے خیرات ملتی ہے کیونکہ وہ صاحب کمال ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْجَائِعُ ﷺ

بھوکے رہنے والے

سبحان اللہ! اس محبوب کے فقر کا کیا کہنا کہ جو محبوب ﷺ ساری کائنات کا مالک ہو مگر فقر اختیاری اتنا کہ تین رات متواتر جو کی روٹی نہیں کھائی حتیٰ کہ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ (بخاری)

ایک حدیث پاک میں آتا ہے مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِنْ طَعَامٍ ثَلَاثَۃَ یَوْمٍ
حضور ﷺ کے گھرانے نے تین دن تک مسلسل شکم سیر ہو کر نہیں کھایا۔

ایک حدیث پاک میں یوں ہے مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِنْ خُبْزٍ مَا دُوْمٍ
حضور ﷺ کی آل پاک نے تین دن تک سالن کے ساتھ روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ یَوْمَیْنِ اِلَّا وَاحِدُھُمَا تَمَرٌ
حضور ﷺ کے گھرانے نے جب بھی دو دن سیر ہو کر کھانا کھایا تو

ان میں سے ایک دن کھجور کھائی۔

گویا ایک دن کھانا کھایا تو ایک دن فاقہ ہوا چونکہ سخاوت و بخشش، فقیروں، عاجزوں، مسکینوں اور غریبوں کی پرورش کرنا، ان کو کھانا کھلانا، ان کی حاجت براری کرنا حضور رحمت عالم ﷺ کے گھرانہ کا خاص وصف تھا۔ لہٰذا ایک دن اہل بیت نبوی ﷺ روٹی اور سالن نوش فرماتے اور دوسرے دن کھجور پر گزارہ کرتے۔ غریبوں اور فقیروں کو روٹی کھلا دیتے۔ اور اہل بیت نبوی انتہائی صبر اور قناعت کی زندگی بسر فرماتے۔ جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہر قسم کثافتوں اور آلائشوں سے پاک رکھا اسی طرح آپ ﷺ کے گھرانے کو بھی ان کثافتوں سے پاک رکھا۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راتیں پے در پے بھوکے گزارتے اور آپ ﷺ کے اہل خانہ بھی عشاء کا کھانا نہ پاتے اور ان کا کھانا اکثر جو کی روٹی ہوتی۔ (شمائل ترمذی، شرح شمائل)

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فقر اختیاری تھا نہ کہ اضطراری۔ اور صحابہ کرام ہر وقت اپنے محبوب آقا ﷺ کے قدموں پر اپنی جان و مال نچھاور کرتے ہیں، اپنے محبوب آقا ﷺ کے حکم پر دریاؤں میں کود جاتے بھلا وہ کیسے ممکن ہے وہ اپنے آقا اور آپ کے اہل خانہ کو بھوکے رہنے دیتے۔ نہیں نہیں آقا ﷺ نے اپنے اصحاب کو اپنے اور اپنے اہل خانہ کے عمل سے صبر و استقامت اور ثابت قدمی کا درس دیا کیونکہ آپ ﷺ کی حیات

طیبہ کو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے اسوۂ حسنہ بنانا تھا اور بنایا ہے۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھریلو گزر اوقات کا کیا کہنا جو ہزاروں بھوکوں کو کھلاتے ہیں خود بھوکے سوتے ہیں اور اسلام کے ابتدائی مہینوں میں تو کئی کئی ماہ درختوں کے پتوں کے سوا کچھ نہ ملتا اور ایسا بھی ہوتا کہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اپنی بغل میں چھپا کر لاتے اور بارگاہِ رسالت میں حاضر کرتے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اللہ کی راہ میں جتنی تکالیف مجھے دی گئیں جتنا مجھے ستایا گیا اتنا کسی اور کو نہیں ستایا گیا اور میری زندگی میں ایک مہینہ ایسا بھی آیا جس میں کھانے کے لئے کچھ نہ تھا حتیٰ کہ جو جانور کھاتے ہیں وہ بھی نہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت مسروق کو کھانا کھلایا اس دن دستر خوان پر روٹی کے ساتھ سالن بھی تھا۔ سیدہ کو سرکار یاد آ گئے آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں، روتی جاتی ہیں اور فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی بھر پیٹ بھر نہ کبھی کھایا نہ گوشت اور روٹی سیر ہو کر کھائی۔ (شرح شمائل ترمذی)

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ ایک دن چند صحابہ کرام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور فاقہ کشی کی شکایت کی اور اپنے پیٹ کھول دیئے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا ہٹایا تو آپ نے ایک پتھر کی بجائے دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔

اللہ اللہ زمین کے خزانوں کی چابیاں رکھنے والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا کیا کہنا جنہوں نے انواع واقسام کے کھانوں کی بجائے ایسا فقر اختیار

کیا اس نے آپ کے لئے ہر قسم کے کرم کے دروازے کھول دیئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس قدر اپنے رب کے حضور فقر اختیار فرماتے رب تعالیٰ اسی قدر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مہربانیوں کے دروازے کھول دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیاوی عیش وتنعم کی بجائے زہد و قناعت کو پسند فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی دعا تھی اے اللہ میں چاہتا ہوں کہ ایک دن کھاؤں اور دوسرے روز بھوکا رہوں۔ جب بھوکا رہوں تو تیرے حضور عاجزی زیادہ کروں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَلْجَلِیْلُ ﷺ

بزرگ ہستی

جَلِیْلٌ، جُلَّۃٌ اور جَلَالًا سے ہے اس کا معنی عظیم کے ہیں۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے یعنی ایسا بڑا کہ جس کی صفتیں کمال کو پہنچ گئی ہوں۔

حضور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کا کیا کہنا جس کی صفات کو خُلُقٍ عَظِیْمٍ کہا گیا تو یقیناً وہ ہستی حد کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ جس کا جلال ایسا کہ بڑے بڑے لوگوں پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ آقا ﷺ کے سامنے ایک شخص کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ بالآخر حضور ﷺ نے فرمایا کیوں کانپ رہے ہو میں کوئی بادشاہ تو نہیں۔

سبحان اللہ آپ ﷺ کو وہ مقام حاصل ہوا کہ خود رب کریم ان کی عظمت کے گیت گا رہا ہے اور اپنے محبوب ﷺ کی بارگاہ کی عظمت کا یوں اعلان کیا کہ فرمایا اے دنیا والو! میرا محبوب معمولی عظمت و شان کا حامل نہیں۔ اس کی بارگاہ میں آتے ہو تو ایک دوسرے کی طرح نہ سمجھا کرو بلکہ اونچی بولا بھی نہ کرو۔ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ

اور اس طرح مت پکارا کرو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر تک بھی نہ ہو۔

کیا عظمت و رفعت ہے مقام مصطفوی کی کہ کافر بھی آپ ﷺ کی عظمت و بزرگی کے گواہ ہیں۔ اللہ اللہ! اتنا عظیم رسول جلیل ہے تو پیکر جلال بھی ہے۔ اگر چہرۂ اقدس پر جمال آتا ہے تو چہرۂ انور کے کھلنے والے نور سے اماں حضرت عائشہ کی گمشدہ سوئی مل جاتی ہے۔ جب جلال آتا ہے تو ہلتا ہوا احد پہاڑ بھی پاؤں کی ٹھوکر سے رک جاتا ہے۔ بزرگی کا عروج اس قدر کہ شب معراج آسمانوں کے دروازے کھلتے جاتے ہیں اور پیکر جلال اس قدر کہ اس پتھر کو صحابہ باری باری توڑنے کی کوشش کرتے ہیں تو ٹوٹتا نہیں آقا کے کدال کی ایک ضرب سے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

آپ ﷺ کی عظمت و رفعت کے سامنے کس نے سر نہیں جھکایا؟ ابو کسریٰ نے آپ ﷺ کا نامہ مبارک پھاڑا تھا، آپ ﷺ کو پتا چلا تو فرمایا اس نے میرا خط نہیں پھاڑا بلکہ اپنی حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ تو چند دنوں کے بعد اس کے بیٹے شیرویہ نے اس کو قتل کر ڈالا۔

وہ ہستی جس کی صفات حد کمال کو چھو رہی ہیں جب کرم پر آتے ہیں تو رحمت کے دریا بن جاتے ہیں۔ جب چہرہ پر جلال ہوتا ہے بڑے بڑے ہیبت کی بناء دم نہیں مارتے۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ سے ناپسند چیزوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ ﷺ نے انہیں اچھا نہ سمجھا۔ جب آپ ﷺ سے سوالات کی کثرت ہو گئی تو آپ ﷺ کا چہرہ جلال سے بھر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ (بخاری) جو چاہتے ہو پوچھ لو۔

ایک شخص اٹھا اس نے عرض کی میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ سالم ہے جو شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چہرۂ انور پر جلال دیکھا تو عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں (کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے)۔

دراصل منافقین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک پر اعتراض کیا تھا کہ محمد کہتے ہیں وہ مومنوں اور کافروں کو جانتے ہیں اور ابھی تک جو پیدا نہیں ہوئے انہیں بھی جانتے ہیں اور ہم تو ہر وقت ان کے ساتھ رہتے ہیں ہمارا پتا ہی نہیں کہ ہم منکر ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت غصہ آیا اور جلال سے چہرۂ انور متغیر ہو گیا تو اسی عالم میں منبر پر چڑھ کر فرمایا: سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ جو چاہو پوچھو۔

ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو میرے علم پر اعتراض کرتے ہیں (یعنی انہیں کیا خبر نبی کتنی عظمت و بزرگی کا مالک ہوتا ہے) اسی اثناء میں حضرت فاروق اعظم سمجھ گئے آج عظمت و جلال کے پیکر نے منافقین کو چیلنج کیا ہے تو آپ فی الفور اٹھے اور بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دوزانو بیٹھ گئے اور سب کی طرف سے توبہ کی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایسے حالات کے پیش نظر کسی کی جرأت نہ ہوتی وہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ بولے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس پیکر قدر و جلالت کی وجہ سے ہی منع فرمایا کہ نہ میرے محبوب کی بارگاہ میں حد سے بڑھ کر اونچی بولو، نہ حجروں سے باہر کھڑے ہو کر آواز دو نہ اپنے جیسا سمجھو جس طرح تم ایک دوسرے کو سمجھتے ہو۔ تم ہر حال میں ان کا ادب احترام کرو کیونکہ ان کی عظمت جلال و بزرگی کو جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْجِدُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دن رات اللہ کی عبادت میں مشغول

ج کے زیر کے ساتھ ہو تو معنی یہ ہو گا کسی کام میں کوشش کرنا۔ اگر ج کے زبر یا پیش کے ساتھ ہو تو اس کا معنی نصیب والے اور اونچی شان والے ہو گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت الٰہی اور علم پاک ساری مخلوق سے زیادہ تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خدا ترس اور سب سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔ دن جن کے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے اور اصلاح امت کرتے گزر جاتے اور رات آتی تو جب رب کے حضور کھڑے ہوتے تو یوں لگتا کہ سوائے عبادت الٰہی کے آپ کوئی اور کام نہیں کرتے۔ عبادت الٰہی سے اتنا شغف کہ پاؤں مبارک متورم ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عرض کرتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین بندے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات تو اپنے رب کے حضور اس طرح مشغول ہوئے کہ ایک ہی آیت بار بار پڑھتے جاتے اور ساری رات یوں ہی گزار دی۔

آپ ہی فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربِ الٰہی کے بعض اوقات ایسے بھی ہوتے کہ جو بھی آپ کے قریب جاتا آپ اسے نہ پہچانتے۔ ایک بار ایسا ہی ہوا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ اس وقت قرب کی تجلیات میں ڈوبے ہوئے تھے اور حضور مع الحق کا غلبہ اس قدر تھا کہ مجھے نہ پہچان سکے اور پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا عائشہ۔ پھر فرمایا کون عائشہ! عرض کیا ابو بکر کی بیٹی۔ پھر فرمایا کون ابو بکر؟ عرض کیا ابو قحافہ کے بیٹے۔ تب مجھ پر ایسی دہشت طاری ہوئی میں چپکے سے واپس آگئی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غلبۂ استغراق سے افاقہ ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ نے ساری روداد سنائی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! میرے اور میرے رب کے درمیان بعض اوقات ایسے بھی ہوتے ہیں جو مخصوص ہوتے ہیں اور یہ مقام نہ تو کسی نبی مرسل کو ملا ہے نہ مقرب فرشتہ کو۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک سفید ہو گئے ہیں تو عرض کی آقا! آپ کے بال تو سفید ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھ عبد اللہ بن عمر اور عبید بن عمیر حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کی اے ام المومنین! ہمیں وہ عجیب ترین امر بتلاؤ جو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیکھا ہو تو آپ رضی اللہ عنہا رو پڑیں اور فرمایا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے کام افعال، اخلاق بہت پیارے تھے۔ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ لحاف میں لیٹے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد مبارک میرے بدن کے ساتھ مس ہوا تو فرمایا اے عائشہ! کیا مجھے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی اجازت دیتی ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب خداوندی پسند ہے اور جو آپ کی پسند ہے وہی مجھے پسند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کھڑے ایک مشکیزے کی طرف متوجہ ہوئے اور وضو فرمایا مگر پانی زیادہ استعمال نہ فرمایا۔ پھر کھڑے ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگے اور رونے لگے حتیٰ کہ آنسو مبارک اتنے زیادہ بہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک تر ہو گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں پہلو کا سہارا لیا اور دایاں ہاتھ مبارک رخسار کے نیچے رکھا اور روتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ حضرت بلال حبشی حاضر ہوئے اور روتے دیکھا تو عرض کیا آقا! اللہ تعالیٰ نے آپ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہوں کی بخشش کا دنیا میں اعلان فرما دیا اور بخشش کا اعلان فرمایا تو آپ اتنا کیوں روتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔ اللہ نے جتنا مجھ پر احسان فرمایا ہے مجھ پر لازم ہے میں اسی کے مطابق اس کا شکر ادا کروں۔

حضرت ثابت بن سرح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی تھی اے اللہ! مجھے ایسی آنکھیں عطا فرما جو زور سے برسنے والی ہوں اور برستے آنسوؤں کے ساتھ روئیں اور تیرے عذاب، عتاب سے خوفزدہ ہوں۔ پہلے اس کے آنسو خون بن جائیں اور داڑھیں انگارے بن جائیں یعنی عذاب نار میں مبتلا ہونے سے پہلے اس عذاب کا ڈر

اور خوف دل میں پیدا ہو جائے تاکہ آنکھیں آنسوؤں کے ذریعے اس آگ اور اس کو ملاحظہ کرنے سے پہلے اس کے بچاؤ کی تدبیر کر لیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا:

معرفت میرا سرمایہ ہے، عقل میرے دین کی بنیاد ہے، محبت جڑ، شوق میری سواری، ذکر الٰہی میرا مونس، عاجزی میرا فخر، زہد میرا پیشہ، غم میرا ساتھی، علم میرا ہتھیار، صبر میری چادر، رضا میری غنیمت، وثوق میرا خزانہ، یقین میری قوت، صدق میری سفارش، احکام الٰہی کی اطاعت میرا حسب، جہاد میری عادت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے باتیں کرتے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں کرتے مگر جب نماز کا وقت آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت یہ ہوتی کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں پہچانتے نہ ہم آپ کو پہچانتے۔ یہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت، بندگی اور قرب الٰہی کا عالم۔ (ضیاء النبی)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْحَامِدُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والے

ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ وصف بہت نمایاں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی لمحہ کوئی گوشہ خالی نہ جاتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان و قلب سے یاد الٰہی میں مشغول نہ ہوں۔

سبحان اللہ! اتنی عظمت و شان کا مالک رسول کہ جس کی خاطر رب نے متبعین کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے اس کا مقام یہ کہ رب جلیل کی عظمت و کبریائی کا اعتراف کرتا ہے کہ لب ہائے مبارک سے نکلنے والے کلمات حریم قدس میں مقبولیت کا درجہ پا کر واپس آتے ہیں۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان عبدیت ہے کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبدیت کے اس مقام پر فائز کیا کہ رب کو بھی فرمانا پڑا کہ اے پیارے حبیب! وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔ تو نے میری عبادت و بندگی کا حق ادا کر دیا، اپنی امت کی خاطر رو رو کر دریا بہا دیے، مجھے تیرے حسن سراپا کی قسم، تیرے گیسوئے عنبریں کی قسم، میں تجھے اتنا عطا کروں گا کہ تو راضی ہو جائے

گا۔ تیری ہر آنے والے گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔ دیکھئے ذرا غور سے پڑھیے اللہ تبارک وتعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسوؤں کی، آپ کی گریہ زاری کی لاج یوں رکھتا ہے کہ پیارے تو نے میری حمد کرنے کا حق ادا کر دیا تو اَحْمَدُ الْحَامِدِیْنَ ہوا، تو تجھے تیرے رب نے محمد بنادیا۔ تو نے دن رات میری تعریف کے گیت گائے جن راہوں سے تو گزرتا وہ راہیں بھی میرے ذکر، میری حمد وثنا سے وجد میں آگئیں۔ یہ سارا کچھ تو اپنی امت کی بخشش کی خاطر کرتا رہا ہم تجھے تیری امت کے بارے میں کبھی مایوس نہیں کریں گے۔

جب رب نے محبوب کو مژدہ جانفزا سنایا تو محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو کب مایوس کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے گنہگار امتیو! اے میرے نام لیواؤ! اے میری محبت کے نغمات گانے والو! مایوس نہ ہونا کل قیامت کے دن دیکھو گے جب لوگ سفارش کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے ہر نبی باری باری کہے گا لَسْتُ لَهَا میری کیا مجال آج رب کے حضور جاؤں۔ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے پاس ساری مخلوق اکٹھی ہو کر آئے گی اور سفارش کے لئے آرزو کرے گی تو آپ فرمائیں گے اے لوگو! میں کس طرح سفارش کر سکتا ہوں لیکن تمہیں ایسی بارگاہ کا راستہ بتاتا ہوں جو اس قابل ہے کہ رب کے حضور جا کر تمہاری سفارش کر سکے۔ وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدْ۔ وہ ہستی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جب سب لوگ اکٹھے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں گے اور سفارش کے لئے کہیں گے تو آپ فرمائیں گے اَنَا لَهَا ، اَنَا لَهَا ، میں ہی ہوں اس قابل۔ چنانچہ میں اپنے رب سے اذن شفاعت طلب کروں گا۔ مجھے اجازت دی جائے گی۔ جب میں اپنے

رب کو دیکھوں گا تو اس کے لئے سجدہ میں گر جاؤں گا۔ جتنی مدت اللہ چاہے گا میں سجدہ میں رہوں گا۔ پھر رب تعالیٰ فرمائے گا اے پیارے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سر اٹھایئے کہئے تمہاری بات سنی جائے گی، آپ جو مانگیں گے آپ کو ملے گا، آپ کی شفاعت منظور ہو گی۔ پس میں اپنے رب کی حمد کروں گا جو اس نے مجھے سکھائی ہے پھر میں سفارش کروں گا میرے لئے ایک حد مقرر ہو گی میں انہیں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں واپس ہوں گا جب اپنے رب کو دیکھوں گا تو میں اس کے لئے سجدے میں چلا جاؤں گا پھر جتنی مدت اللہ چاہے گا میں سجدہ میں رہوں گا۔ پھر کہا جائے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سر اٹھایئے آپ کہئے آپ کی بات سنی جائے گی، آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت منظور ہو جائے گی۔ پھر میں اپنے رب کی حمد کروں گا جو مجھے سکھائے گا پھر میں سفارش کروں گا میرے لئے حد مقرر ہو گی پھر میں اپنے امتیوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر واپس ہوں گا اور اپنے رب کو دیکھوں گا تو میں اس کی خاطر سجدے میں چلا جاؤں گا جب تک وہ چاہے گا۔ پھر کہا جائے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سر اٹھایئے اور کہئے کیا کہتے ہو آپ کی بات سنی جائے گی اور جس کی سفارش کرو گے منظور ہو گی۔ پس میں پھر اپنے رب کی حمد کروں گا جو میرا رب مجھے سکھائے گا۔ میرے لئے حد مقرر ہو گی پھر میں ان کو جنت میں لے جاؤں گا۔ (بخاری جلد دوم)

ذات کبریا جل شانہٗ کی شان کے لائق اس کی تعریف کا اگر کوئی حق ادا کر سکتا ہے تو فقط ایک ہی ذات کاملہ ہے جن کے رب نے سارے قرآن کو نعت مصطفیٰ بنادیا۔ اگر پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو راضی کر لیا تو رب نے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کر لیا۔ رب تو راضی ہوتا ہے کہ جتنا بندہ اس کی

بارگاہ میں جھکے جتنی اس کی حمد و ثنا کرے کم ہے۔ رب جب اپنے بندے پر کرم کرنے کو آتا ہے تو فرمایا ہے فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ. ایسے بندوں کے لئے بے پایاں اجر ہے ایسا جو نہ ختم ہونے والا ہے۔

تو وصف حامد اگر کما حقہ اگر کسی ذات پاک میں موجود ہے تو فقط ذات پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنہیں مقصود کائنات بنایا گیا ہے۔

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ

كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ

حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا حَرِیْصٌ ﷺ

مومنوں پر حریص

حضور شاہد کبریا ﷺ کا یہ اسم پاک صفاتی سورۃ توبہ میں مذکور ہے۔ فرمایا حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ، تمہاری بھلائی کے چاہنے والے ہیں مومنوں پر، بہت ہی کرم والے ہیں۔

قرآن حکیم نے حضور ﷺ کی کئی صفات جلیلہ کا ذکر فرمایا ان میں یہ بھی ایک ہے کہ آپ ﷺ امت کی بھلائی چاہنے والے ہیں۔

اللہ کی کرم نوازی دیکھئے کہ حضور ﷺ کو امت مرحومہ سے کتنی اور کس قدر خیر خواہی ہے۔ آپ کی حیات طیبہ خود بھی افراط و تفریط سے بالکل صاف شفاف تھی اسی لئے آپ ﷺ ہر وقت اپنی امت کی خیر خواہی میں مصروف عمل رہتے۔

یہ بھی عجیب معاملہ کوئی شہرت پر حریص ہے، کوئی اولاد پر حریص ہے، کوئی دولت واقتدار پر حریص ہے، کوئی دنیاوی مال ومنفعت کے حصول پر حریص ہے الغرض فی زمانہ ہر انسان کسی نہ کسی صورت ذاتی منفعت کے

حصول میں حریص ہے مگر دیکھئے اس آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جن کا رب خود ان کے امت پر حریص (بھلائی چاہنے والے) ہونے کی گواہی دے رہا ہے اور قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ ہمارے گریبان جھنجھوڑ کر کہہ رہی ہے کہ اے طالب دنیا، اے دنیاوی حرص ولالچ کے اندھو! تم دنیا کی ناپائیدار دولت کے پجاری اور حریص اور تمہارا آقا! جس کی خاطر یہ بزم کائنات پر رونقیں سجی ہوئی ہیں وہ تمہاری بھلائی اور تمہارے ایمان کا حریص ہے۔ وہ تمہارا اس قدر حریص ہے کہ وہ چاہتا ہی نہیں کوئی اس کا کلمہ پڑھنے والا جہنم میں جائے۔ وہ امت کی خیر خواہی پر اتنا حریص ہے کہ ہر وقت اس کی بخشش کی دعائیں مانگتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امت پر خیر خواہ ہونے کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ دین کے اندر کتنے امور ایسے ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اس لئے ناپسند فرمایا کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائیں۔

جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر امت کی مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں انہیں ہر فرض نماز کے ساتھ مسواک بھی فرض کر دیتا۔

اس حدیث پاک سے مسواک کی فرضیت تو رک گئی مگر اس کی اہمیت واضح ہو گئی کہ کتنی ضروری ہے۔ صوم وصال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس پر عمل تھا مگر صحابہ کو دیکھا تو روزہ رکھنے سے منع فرما دیا صرف امت کا خیر خواہ ہونے کی وجہ سے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کی امامت فرماتے تو جب کسی بچے کی آواز یا رونے کی آواز سنتے تو قرأت کو مختصر فرما لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا حکم بھی فرمایا جیسا کہ احادیث میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کو امامت کے

منصب پر فائز کیا جائے تو اسے چاہئے کہ قرأت طویل نہ کرے بلکہ اختصار سے کام لے۔ الغرض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت امت کی خیر خواہی چاہنے والے تھے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بے شک دین (اسلام) خیر خواہی کا نام ہے۔ بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کس کی خیر خواہی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مسلمانوں کے ائمہ اور عام مسلمانوں کی۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیر خواہی یہ ہے کہ احکامات الٰہیہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل طور پر عامل ہو کاہل نہ ہو اور حق بات میں اپنے امیر کی اطاعت کرے یہ اس کی خیر خواہی ہے۔ اور امت کی خیر خواہی یہ ہے کہ جو مسلمان نادار ہیں ان کی امداد کرے۔ اگر انصاف کی انہیں ضرورت ہو انصاف دلائے، اگر اپنے مسلمان بھائی کا عیب دیکھے تو اس کی پردہ پوشی کرے اور اسے نقصان سے بچائے۔ اس کا نام خیر خواہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امت کی بھلائی اور خیر خواہی پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے امتی کو خوش کرتا ہے اور اس کی حاجت (جائز) پوری کرتا ہے حقیقت میں اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا جس نے اللہ کو خوش کیا وہ جنت میں جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص آیا اس نے عرض کی یا رسول اللہ! کہ میرا دل بہت

سخت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھ اور کسی مسکین کو کھانا کھلا۔ (مشکوٰۃ)

انہی سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ بیٹھے ہوئے لوگوں کے سامنے رک کر فرمایا کیا میں تمہیں اچھے اور برے کی خبر نہ دوں؟ لوگ خاموش ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کی آقا ہمیں خبر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھے وہ ہیں جن سے اچھائی کی امید ہو اور برائی کا خطرہ نہ ہو اور برے وہ ہیں جن سے بھلائی کی امید نہ ہو اور برائی کا خطرہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ شخص مومن نہیں جو خود سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی پاس بھوکا رہے۔ (مشکوٰۃ)

الغرض سینکڑوں احادیث ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو خیر خواہی اور بھلائی کا درس دیا ہے اور اسی پر حریص تھے اور ہیں کہ ہم اور ہمارا معاشرہ اخلاق رذیلہ سے پاک ہو جائے اور اخلاق محمدیہ کا آئینہ دار بن جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَلْحَیِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سب سے زیادہ حیا والے

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلیٰ خصائل کے مالک اور اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلْحَیَاۤءُ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ حیا ایمان میں سے ہے۔ آپ نے جہاں حیا کے بارے کئی بار تلقین فرمائی بذات خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیکر حیا تھے۔

امام العشاق قاضی عیاض فرماتے ہیں "حیا" ایسی رقت کا نام ہے جو انسان کے چہرے پر اس وقت طاری ہوتی ہے جب کوئی ایسا فعل واقع ہو جس کی کراہت متوقع ہو یا جس فعل کے کرنے سے اس کا نہ کرنا بہتر ہو اور جس قول یا فعل سے انسانی طبیعت ناپسندیدگی کا اظہار کرتی ہو اس سے اعراض کرنے کو چشم پوشی کہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصف حیا کے بارے میں خود قرآن نے فرمایا:

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِىَّ فَيَسْتَحْىٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْىٖ مِنَ الْحَقِّ (احزاب)

بے شک نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس میں تکلیف ہوتی تھی وہ تمہارا لحاظ

فرماتے تھے اور حق تعالیٰ حق فرمانے میں حیا نہیں فرماتا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ حیا والے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بات کو ناپسند فرماتے تو چہرۂ اقدس پر اس ناراضگی کے آثار ظاہر ہوتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور ظاہر اور جسم اطہر نہایت ہی نفیس و لطیف تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیا اور کریم النفسی کے باعث کوئی بات کھل نہ کہتے تھے جس سے دوسروں کی دلآزاری ہو۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کوئی ایسی بات پہنچتی جس کو آپ ناپسند فرماتے ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نہ فرماتے فلاں نے ایسا کیوں کہا یا ایسا کیوں کیا؟ بلکہ فرماتے کہ لوگوں کا کیا حال ہے جبکہ وہ یوں کہتے یا ایسا کرتے ہیں۔ گویا اس طرح ناپسندیدہ قول و فعل سے منع بھی فرما دیتے اور فاعل کا نام تک نہ ظاہر فرماتے۔ (الشفا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اس کے بدن کے کپڑوں پر زردی کا نشان تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کچھ کہا جب وہ شخص اٹھ کر چلا گیا تو آپ نے حاضرین سے فرمایا اس سے کہنا کہ رنگ کو اپنے جسم یا کپڑوں سے دھو دے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرم و حیا کی وجہ سے کسی کے چہرے پر نگاہیں نہ جماتے۔ اگر کسی ناپسندیدہ بات کا ذکر چھڑ جاتا تو اشارتاً سمجھا دیتے یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ستر مبارک کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ (الشفا)

حضرت عائشہ ہی فرماتی ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان مبارک پر کوئی فحش بات نہ لاتے۔ نہ بازاروں میں شور مچاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برائی کا بدلہ برائی سے نہیں بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے اور معاف کر دیتے۔ (الشفا)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس چیز میں فحش ہوتا ہے اسے عیب لگاتا ہے اور جس چیز میں حیا ہوتی ہے اس کی زینت بڑھ جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ہر دین کی صفت ہوتی ہے اور اسلام کی صفت حیا ہے۔ (موطا)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ساری حیات طیبہ میں کسی غیر عورت کو نہیں چھوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام سے بیعت تو ہاتھ رکھ کر لیتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے کبھی بیعت ایسے نہ لی بلکہ ہمیشہ حضور سے پردہ ہی میں بیعت ہوا کرتیں۔

فتح مکہ کے دن جب بہت سی عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو کچھ عورتیں رہ گئیں۔ انہوں نے سمجھا کہ آپ نے مردوں کی طرح بیعت لی ہے۔ کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم بعد میں آئی ہیں بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائیں؟ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں عورتوں سے بیعت اس طرح نہیں لیتا جس طرح مردوں سے لی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردے میں ہی ان سے چند باتوں کا عہد لیا اور امام ابن کثیر نے عورتوں کی بیعت کا ایک طریقہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر کا سرا اپنے ہاتھ میں لیتے اور دوسرا سرا عورتوں کی طرف پھینک دیتے اور عورتیں اسی کو تھام لیتیں۔

دور جاہلیت میں عرب میں لوگوں کا یہ معمول تھا جب رفع حاجت

کے لئے باہر کھیتوں میں جاتے تو آمنے سامنے ہو کر بیٹھ جاتے اور باتیں کرتے رہتے۔ پیکر حیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اس حرکت سے منع فرمایا اور فرمایا اس حرکت سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا معمول تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع حاجت کے لئے جاتے تو شہر سے اس قدر دور نکل جاتے حتیٰ کہ نظروں سے اوجھل ہو جاتے۔

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اخلاق لائق تقلید ہیں۔ کاش! اگر آج ہم اور معاشرہ ان چیزوں کو اپنا لے تو کئی روحانی جسمانی بیماریوں سے چھٹکارا مل جائے۔

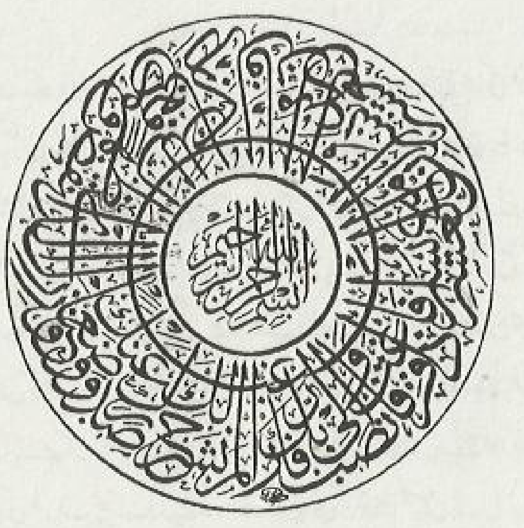

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا **اَلْحَیُّ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

زندہ

یہ بات کس طرح ممکن ہے جو ساری کائنات کو اپنی خیرات بانٹنے والے ہوں یہاں تک کہ مردوں کو زندگی دے دیں اور خود زندہ نہ ہوں۔ وہ اتنی عظمت والے رسول ہیں جو چیز ان کے بدنِ اقدس سے مس ہو جاتی اسے زندگی مل جاتی۔ پڑھیے صحیح بخاری کی وہ حدیث پاک جس میں ہے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ کے لئے ایک کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے اور کئی مرتبہ کافی دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھڑا ہونا پڑتا۔ ایک عورت نے عرض کی یارسول اللہ! میرا بیٹا لکڑی کا کاروبار کرتا ہے کیا میں آپ کے لئے ایک منبر نہ بنوا لاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے منبر بن کر آ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کے تنے کو چھوڑ کر منبر پر بیٹھ گئے۔ اس پر اس تنے نے رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے پاس تشریف لے گئے اور اس پر دست شفقت رکھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

کھجور کے تنے نے بچے کی طرح رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اتر کر اس تنے کے قریب گئے اور اپنی بغل میں لے لیا جس طرح روتے ہوئے بچے کو چپ کرایا جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم نے اس تنے کے رونے کی آواز کو سنا وہ اس طرح رو رہا تھا کوئی اونٹنی اپنے بچے کی جدائی میں روتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر شفقت کا ہاتھ رکھا اور وہ خاموش ہو گیا۔ (بخاری)

ذرا غور کیجئے لکڑی خشک اور بے جان تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن اقدس کے مس ہونے سے اس کو زندگی مل گئی تو جو ہستی بے جان چیزوں کو زندگی دے سکتی ہے تو کیا وہ خود مردہ ہے۔

سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر درود کثرت سے پڑھا کرو کیونکہ فرشتے اس دن تمہارا درود مجھ پر (تحفہ کے طور پر) پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابو درداء کہتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کے انتقال کے بعد بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں انتقال کے بعد بھی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ اللہ کے نبی زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم مجھ سے باتیں کرتے ہو میں تم سے باتیں کرتا

ہوں پھر جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا تو میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ مجھ پر تمہارے اعمال پیش ہوں گے اگر اچھے عمل دیکھوں گا تو رب کا شکر بجا لاؤں گا اگر صحیح نہ دیکھوں گا تو تمہارے لئے بخشش کی دعا کروں گا۔ (القول البدیع)

حضرت سعید بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ جب یزیدی فوج نے کربلا میں کشت و خون کے بعد مدینہ منورہ کا رخ کیا اور مدینہ منورہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا، مسجد نبوی کی بے حرمتی کی، گھوڑے باندھے اور گندگی پھیلائی اور تین دن تک مسجد نبوی میں اذان و امامت نہ ہوئی، حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ چھپ گئے تو کہتے ہیں جب نماز کا وقت آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر سے اذان و اقامت کی آواز آتی تو میں اس کے مطابق نماز پڑھتا۔ (مشکوٰۃ)

خصائص الکبریٰ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری لحد میں کپڑا بچھا دو کیونکہ زمین کو انبیاء کے جسموں پر مسلط نہیں کیا جاتا۔

مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب بھی کوئی مسلمان مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کی توجہ اس کی طرف کر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

ایک بزرگ ابراہیم بن شیبان کہتے ہیں کہ میں حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کے پاس جا کر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ شریف کے اندر سے وعلیک السلام کی آواز سنی۔ (القول البدیع)

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں:

میں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ لوگ حاضر ہوتے ہیں اور سلام کرتے ہیں کیا آپ اس کو سمجھتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں سمجھتا ہوں اور ان کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں ایک فرشتے کو پوری مخلوق کی باتیں سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے پس وہ فرشتہ میری قبر پر کھڑا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی پس میری امت میں سے جو آدمی بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے وہ فرشتہ کہتا ہے اے احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر سلام بھیجا ہے۔

قارئین محترم! ہمارا ایمان اور مضبوط عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی حیات عطا فرمائی ہے جس کا اندازہ عام انسان نہیں کر سکتا۔ ویسے بھی یہ بات محقق ہے کہ اگر شہید اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑھ کر ارفع و اعلیٰ ہیں تو آپ کی حیات طیبہ بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَلْخَاتَمُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آخری نبی

دور جدید کے نت نئے فرقوں میں ایک فرقہ ایسا ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کو حتمی نہ سمجھا تو انہوں نے قرآن مجید کی آیات بینات کو غلط معانی و مفاہیم میں ایسا ڈھالا کہ پڑھنے سننے والا [illegible] ہو جاتا ہے۔ بہر حال یہاں عقلی دلائل کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے موضوع پر صرف احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر اتنی بات ذہن نشین کر لی جائے کہ امت میں نئی نبوت کا اجراء اور [illegible] نہیں بلکہ موجب لعنت ہے۔ اس مسئلہ پر صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین، علماء ربانیین، اولیاء کاملین کا اجماع ہے کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی آسکتا ہے نہ اس کی گنجائش ہے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بعد اس کا دعویٰ کرے گا وہ دجال، کذاب، جھوٹا، منافق اور مردود و کافر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء علیہم السلام کرتے تھے۔ جب کوئی ایک نبی

دنیا سے اٹھ جاتا تو دوسرا نبی آجاتا جو اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بلکہ خلفاء ہوں گے۔ (بخاری)

آپ ﷺ نے فرمایا میری مثال اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے خوبصورت عمارت بنائی مگر اس عمارت کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس عمارت کے اردگرد پھرتے ہیں اس کی خوبی پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں مگر کہتے ہیں یہ خالی جگہ کیوں چھوڑی ہوئی ہے۔ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا مجھے چھ باتوں میں دوسرے انبیاء پر فضیلت دی گئی مجھے جوامع الکلم عطا کیا، مجھے رعب عطا کیا گیا، میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا، میرے لئے زمین کو پاک اور مسجد بنادیا گیا، مجھے ساری مخلوق کے لئے رسول بنایا گیا اور مجھ پر نبوت ختم ہوگئی۔ (مسلم)

آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر نبوت ورسالت ختم ہوگئی میرے بعد اب نہ کوئی نبی ہے نہ رسول۔ (ترمذی)

آپ ﷺ نے فرمایا میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، میں حاشر ہوں، میں عاقب ہوں، عاقب وہ ہے جس پر نبوت ختم ہوجائے۔ (بخاری ومسلم)

آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو (مگر ان کے زمانہ میں نہ آیا) اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ (ابن ماجہ)

عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک روز اپنے

مکان سے نکل کر ہمارے درمیان تشریف لائے (گویا کہ آپ ہم سے رخصت ہورہے ہیں) آپ نے تین بار فرمایا میں محمد نبی امی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (مسند احمد)

آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔ صرف بشارت دینے والی باتیں ہیں۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ بشارت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اچھے خواب (یعنی اب سلسلہ نبوت ختم ہے) (نسائی)

آپ ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر فاروق ہوتے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

آپ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ابوداؤد)

آپ ﷺ نے فرمایا میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔

حضرت ابومسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا اعلان حق دیکھئے:

اسود عنسی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے ابومسلم خولانی صحابی رسول کو بلایا۔ اس سے کہا کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو میں اللہ کا رسول ہوں۔ آپ نے فرمایا میں کچھ سنتا ہی نہیں۔ اس نے کہا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے آخری رسول ہیں آپ نے فوراً کہا ہاں گواہی دیتا ہوں۔ اس نے یکے بعد دیگرے تین بار پوچھا تو آپ نے ہر بار اٹل جواب دیا۔ اس نے اپنے

چیلوں چانٹوں سے کہا ایندھن اکٹھا کرو اور اس میں آگ لگاؤ۔ جب آگ لگ گئی تو ابو مسلم خولانی کو پکڑ کر آگ میں پھینک دیا۔ لیکن لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب دیکھا کہ آگ نے صحابیِ رسول کا بال بھی بیکا نہ ہونے دیا۔

اسود نے کہا خدارا تم ابو مسلم کو یہاں سے شہر بدر کردو کہیں اس واقعہ کو سن کر لوگ اثر نہ لیں۔ چنانچہ حضرت ابو مسلم نے مدینہ طیبہ کا رخ کیا، مسجد نبوی میں گئے نوافل شروع کیے تو حضرت فاروق اعظم آگئے۔ سلام کے بعد آپ سے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو۔ آپ نے کہا میں یمن کا باشندہ ہوں۔ حضرت عمر نے پوچھا ہمارے اس بھائی کا کیا حال ہے جس کو جھوٹے نبی نے آگ میں ڈالا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں۔ تو آپ نے آگے بڑھ کر اپنے سینے سے لگایا اور ان کو حضرت ابو بکر صدیق کے پاس لے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے اس شخص کی زیارت نصیب کی جس نے سنت ابراہیمی کو زندہ کیا اور جن کے لئے آگ گلزار بن گئی۔ (ضیاء النبی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْخَائِفُ ﷺ

اللہ سے ڈرنے والے

آنحضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کی بزرگ ترین ہستی ہیں، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور میں جس طرح عجز و انکسار کا اظہار فرماتے وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ دنیاوی مثال لیں تو آج کے دور میں اگر عام انسان کو کسی صاحب ثروت و دولت کا کچھ قرب مل جائے تو وہ اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اور کسی کی طرف توجہ کرتا ہے اور نہ ہی اس قابل سمجھتا ہے۔

دیکھئے حضور رحمت عالم ﷺ کی سیرت مقدسہ کو کہ جتنا اللہ تعالیٰ نے اپنا قرب بخشا آپ ﷺ اسی قدر رب کی عبادت و بندگی میں اضافہ فرماتے ہیں اور اپنے آپ کو ایسا مشقت میں ڈالتے ہیں کہ ان کا رب بھی خود فرما دیتا ہے کہ اے پیارے ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مشق میں پڑ جاؤ۔

آپ ﷺ خوف الٰہی اس قدر رکھتے تھے کہ قرآن آج تک آپ کی ان باطنی کیفیات کی گواہی دے رہا ہے۔ آپ ﷺ کے ان اعمال سے

امت کو بہت پیار اور س ملتا ہے وہ یہ کہ دیکھو! ایک ہستی جو معصوم عن الخطا ہے، جس کی ذاتِ اقدس میں کسی قسم کا شک کرنا کفر ہے، اس کے دل میں اللہ کا ڈر اس قدر تھا تو پھر ایک عام انسان کو اس ذاتِ باری سے کس قدر ڈرنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ سے ڈرنا، اس کے حضور ہر وقت توبہ کرتے رہنا یہ سارے کا سارا درس عمل ہے جو اپنی امت کو عطا فرما رہے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ جس طرح میری نبوت عالمگیر اور دائمی ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ اور میری ذات و صفات، حرکات و سکنات کامل طور پر نمونۂ تقلید ہے۔

امام ترمذی نے اپنی جامع میں حدیث نقل فرمائی ہے اس کا بغور مطالعہ فرمائیں اور اسے دل کی گہرائیوں میں بٹھائیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِيْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ، وَاللّٰهُ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْئَرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى (او كما قال)

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے، آسمان چیں چیں کر رہا ہے اور اس کو یہ حق پہنچتا ہے کیونکہ آسمان پر چار انگل کے برابر بھی جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنے رب کے حضور جبین نیاز رکھے ہوئے نہ ہو۔ اللہ کی قسم! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ اور تم (اپنے مکانوں سے نکل کر) بلند بالا راستوں پر نکل جاتے اور گڑگڑا کر اپنے رب کے حضور فریاد کرتے۔ (ضیاء النبی بحوالہ ترمذی)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گزاری تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے۔ پہلے مسواک کی، پھر وضو فرمایا، پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کی۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ بقرہ کا آغاز فرمایا جہاں بھی کوئی رحمت کی آیت آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رک جاتے اور رحمت کے بارے میں التجائیں کرتے، جب اس آیت کی تلاوت فرماتے جس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر ہوتا تو وہاں بھی ٹھہر جاتے اور اللہ کے عذاب سے پناہ مانگتے۔ سورۂ بقرہ ختم کرنے کے بعد رکوع میں گئے اور اتنی دیر رکوع میں ٹھہرے جتنی دیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے رہے اور یہ تسبیح پڑھتے رہے سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْعَظَمَةِ۔

رکوع کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں گئے وہاں بھی اتنی دیر لگائی پھر دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران کی تلاوت فرمائیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ یہی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جتنی دیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا اتنی ہی دیر میں سجدہ کیا اور اس میں تسبیح و تہلیل کرتے رہے۔ پھر دو سجدوں کے درمیان جلوس فرمایا اور یہاں بھی اتنی ہی دیر لگائی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان نوافل میں سورۂ بقرہ، آل عمران، النساء اور المائدہ تلاوت فرمائی۔
(ضیاء النبی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خشیت الٰہی میں درجہ کمال کو پا چکے تھے۔ اس کی ترجمانی ایک صحابی یوں فرماتے ہیں کہ ایک روز میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور بہت درد کے ساتھ رو رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آ رہی تھی جس طرح

ہنڈیا جوش مارتی ہے۔

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی کی قبر کی کھدائی میں شریک تھے۔ قبر کھودی جا رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے کنارے بیٹھ گئے۔ قبر کی کھدائی کا منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رقت طاری ہو گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر روئے کہ زمین گیلی ہو گئی۔

جب آسمان پر بادل نمودار ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہم جاتے اور کام چھوڑ کر قبلہ رخ ہو کر بیٹھ جاتے اور فرماتے اے اللہ میں تیری بھیجی ہوئی مصیبت سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس طرح ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ منظر دیکھا تو عرض کی حضور! بادل یا آندھی کے موقع پر آپ پریشان کیوں ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ کہیں قوم ہود کا واقعہ پیش نہ آئے جسے انہوں نے کھیتوں کو سیراب کرنے والا سمجھا مگر وہ عذاب الٰہی تھا۔

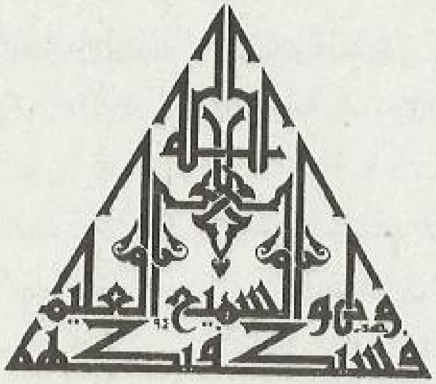

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا **خَیْرُ الْاَنَامِ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سارے جہاں سے بہتر

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا نسب طاہر یوں بیان فرمایا:

خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ اُخْرَجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ اِلٰى اَنْ وَلَدَنِیْ اَبِیْ وَاُمِّیْ لَمْ یُصِبْنِیْ مِنْ سِفَاحِ الْجَاهِلِیَّةِ شَیْءٌ (دلائل النبوۃ لابی نعیم)

حضرت آدم سے لے کر میرا جوہر ولادت نکاح سے منتقل ہوتا چلا آرہا ہے زنا سے نہیں۔ تا آنکہ مجھے میرے والدین نے جنا، جاہلیت کے زنا کا مجھ تک کچھ اثر نہیں پہنچ سکا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَمْ یَزَلِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ یَنْقُلُنِیْ مِنْ اَصْلَابٍ طَیِّبَةٍ اِلٰى اَرْحَامٍ طَاهِرَةٍ صَافِیًا مُهَذَّبًا لَا تَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ اِلَّا كُنْتُ فِیْ خَیْرِهِمَا. (دلائل النبوۃ لابی نعیم)

ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا رہا۔ میں پاک طاہر پیدا ہوا ہوں جب بھی اللہ تعالیٰ نے نسل انسانیت کے دو حصے کئے مجھے بہتر حصہ میں رکھا۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قریش کی ایک مجلس ہوئی ہے جس میں انہوں نے اپنے حسب نسب کے بارے میں بیان کیا ہے اور آپ کی مثال کھجور کے اس درخت سے دی ہے جو ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر جلال میں آگئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے بہتر مخلوق میں رکھا، پھر اس کے قبائل بنائے تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا، پھر جانیں پیدا کیں تو مجھے ان کے درمیان سب سے بہتر جان بنادیا، پھر گھر بنائے تو مجھے سب سے بہتر گھر دیا تو میں خاندان اور جان کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں۔ (دلائل النبوۃ)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے سب سے اوپر والے میں (اپنی شان کے لائق) خود ٹھہرا اور تمام آسمانوں میں جس مخلوق کو چاہا ٹھہرایا۔ پھر سات زمینیں بنائیں اور سب سے اوپر والی میں جو مخلوق چاہی ٹھہرائی، پھر مخلوق میں سے بنی آدم کو عزت بخشی، پھر بنی آدم میں سے عرب کو افضل قرار دیا، عرب میں مضر کو عظمت دی، مضر میں قریش کو شان بخشی، قریش میں سے بنی ہاشم کو عزت بخشی اور بنو ہاشم میں سے مجھے سب سے افضل بنایا، تو میں سب سے بہتر ہوں۔ تو جس نے عرب سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے عرب سے بغض رکھا اس نے مجھ سے عناد رکھا۔ (دلائل النبوۃ)

حضرت کعب بن مالک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قصیدہ میں بیان کرتے ہیں:

ترجمہ: بلند مرتبہ بزرگ سردار جہاں سے بہتر اور جہاں سے زیادہ سخاوت کرنے والے آپ کا حسب نسب تمام جہاں سے اونچا ہے۔ آپ ہاشمی خاندان میں سے ہیں جن پر تکیہ کیا گیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو ذاتی حسب نسب عالی شرف عطا فرمایا ساری امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے اور یہ بات تحقیق کے اعتبار سے واضح ہو چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین مومن، مسلمان تھے کافر نہیں تھے۔ اور ان کے ایمان میں شک کرنا کفر ہے۔ یہ بات عقلاً اور نقلاً دونوں طریقوں سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین بہ حالت ایمان دنیا سے رخصت ہوئے۔

عقل کے اعتبار سے تو مثال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری کائنات کے لئے رحمتہ للعالمین ہو سکتے ہیں، تو پھر جس شکم مبارک اور عبد اللہ کے صلب میں رہے ان کے لئے رحمت نہیں ہو سکتے؟ ایک مومن مسلمان جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ بھی پڑھتا ہے اور آپ کے والدین کا ایمان نہیں مانتا اس سے بڑھ کر بددیانتی اور کیا ہو سکتی ہے۔

مشہور محقق ابو محمد زہرہ کہتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین نے وہ زمانہ پایا جس میں رسولوں کی آمد منقطع تھی اور وہ دونوں ہدایت اور اخلاق کریمہ کے بالکل قریب تھے جو بعد میں ان کے لخت جگر نے بطور شریعت دنیا کو پیش کی۔ قرآن اور احادیث صحیحہ کے مطابق یہ ہمارا عقیدہ پختہ ہے کہ یہ بات ممکن ہی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین دوزخ میں جائیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ بڑی مجاہدہ جو سراپا صبر

تھیں اپنے فرزند دلبند کے ساتھ بڑی شفیق تھیں انہیں آگ کیسے چھو سکتی ہے۔ کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ آگ میں جلائے جانے کے مستحق ہیں بلکہ دلیلیں تو اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ ان کی اور ان کے شوہر نامدار کی جو ذبیح اور طاہر کے لقب سے ملقب تھے ان پر جی بھر کر تحسین و آفرین کے پھول برسائے جائیں۔ (بحوالہ ضیاء النبی، جلد دوم)

قاضی ابو بکر سے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ فی النار ہیں تو وہ شخص ملعون ہے۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔ (ایضا)

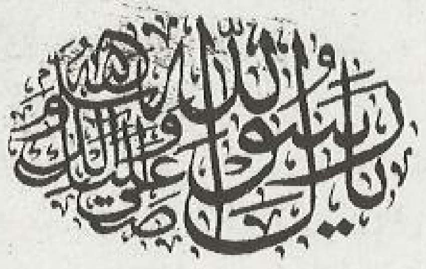

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا دَائِمُ الْبِشْرِ ﷺ

ہمیشہ خوش رہنے والے

اس چہرۂ اقدس کی ضیاء کا کیا کہنا کہ جس کی نورانی کرنوں نے ساری کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

ان لبوں کی مسکراہٹ کا کیا کہنا کہ جو غم کے ماروں کے لئے نوید جانفزا ہوتی تھی۔

وہ خوش قسمت صحابہ تھے جو دن رات آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کی دلآویز رعنائیوں سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک اور نور بخشتے۔ جنہوں نے آقا کی ہر ہر ادا کو دیکھا اور اپنے دل و دماغ کو ان اداؤں کا امین بنایا۔

آیئے! ذیل میں ان احادیث مبارکہ کا مطالعہ فرمائیں جن میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے انبساط و فرحت کا ذکر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا كَانَ ضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا تَبَسُّمًا

(شمائل ترمذی)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا نہیں ہوتا بلکہ آپ صرف تبسم فرماتے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس شخص کو اچھی طرح جانتا[1] ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور اس شخص کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا۔ قیامت کے دن ایک شخص بارگاہ ایزدی میں حاضر کیا جائے گا تو کہا جائے گا اس کے چھوٹے گناہ اس کے سامنے کرو اور اس کے کبیرہ گناہ اسے نہ دکھاؤ۔ پھر کہا جائے گا اے فلاں بن فلاں تو نے یہ یہ گناہ کیا تھا؟ وہ اقرار کرے گا، انکار نہ کر سکے گا۔ پھر بڑے گناہوں سے خوفزدہ ہو جائے گا۔ پھر کہا جائے گا اسے ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی دے دو۔ تو وہ بول اٹھے گا اے مولا! میرے اور بھی گناہ ہیں جو یہاں میں نے نہیں دیکھے۔ حضرت ابوذر نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہنستے دیکھا یہاں تک کہ اگلے دانت مبارک نظر آئے۔

حضرت ابوذر کا یہ فرمان کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے یہاں تک کہ اگلے دانت نظر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے اس شخص کی حیرت پر کہ اللہ جل جلالہٗ نے اس کے گناہ معاف فرمائے اور وہ نیکیوں میں بدل دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا تعجب کی وجہ سے تھا کہ جب اس شخص نے صغیرہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل ہوتے دیکھا تو اس کے اندر حرص پیدا ہوئی تو بول اٹھا میرے کبائر کی وجہ سے مجھے نیکیاں دے دی جائیں۔ (شرح شمائل ترمذی)

---

[1] حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نبوت کے نور سے اپنے امتی کے ہر مرتبے کی اطلاع رکھتے ہیں یعنی میرے دین میں کہاں تک پہنچا ہے، اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے وہ کونسا پردہ ہے جس کی وجہ سے اس کی (روحانی) ترقی رکی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام گناہوں، اخلاق اور نفاق کو پہچانتے ہیں اس لئے کہ آپ کی شہادت دنیا و آخرت میں امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔ (تفسیر عزیزی)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس وقت سے میں مسلمان ہوا ہوں وَلَا رَآنِیْ اِلَّا تَبَسَّمَ جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف دیکھا تو مسکرا کر دیکھا۔

محدثین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا مسکرانا ہوتا تھا۔ آواز کے ساتھ ہنستے نہیں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو بڑی خندہ پیشانی سے فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب بھی کبھی زوردار آواز کے ساتھ نہ ہنستے تھے صرف مسکراتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے تو اتنی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ بیٹھتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں ذرا سی حرکت کی تو اڑ جائیں گے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارکہ میں سناٹا طاری رہتا۔ (شرح شمائل ترمذی)

ابن ابی الدنیا سے مروی ہے کہ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارکہ میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس زور سے ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ! کیوں ہنسے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا میری امت کے دو آدمی اللہ کی بارگاہ میں گھٹنوں کے بل کھڑے ہیں، ان میں سے ایک نے عرض کی اے میرے پروردگار میرے بھائی نے جو مجھ پر ظلم کیا ہے وہ مجھے واپس دلایا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو فرمائیں گے کہ اپنے بھائی پر جو تو نے ظلم کیا اور جو اس کا حق لیا ہے اسے تم واپس کر دو۔ عرض کرے گا مولائے کریم! میرے پاس کوئی نیکی نہیں میں اسے کیا دوں۔ وہ مظلوم عرض کرے گا مولا کریم! میرے گناہوں کا بوجھ اس پر لاد دو، اس وقت آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مبارک سے آنسو آگئے اور فرمایا یہ دن بہت بڑا ہے اس دن لوگوں کو اس بات کی ضرورت ہوگی کہ

کوئی اس کے گناہوں کا بوجھ اٹھالے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مظلوم سے فرمائے گا اپنا سر اٹھاؤ اور جنت کی طرف دیکھو! اس نے سر اٹھا کر عرض کی اے میرے رب! مجھے چاندی کے بنے ہوئے شہر نظر آرہے ہیں جس میں سونے کے بنے ہوئے محلات ہیں جن کے اوپر موتی جڑے ہوئے ہیں، یہ کس نبی، کس صدیق کے لئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ اس شخص کے لئے ہیں جو ان کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ وہ بندہ عرض کرے گا کس طرح قیمت ادا ہو گی۔ رب فرمائے گا تو اپنے اس بھائی کو حق معاف کر دے تو پھر گویا تو نے ان تمام چیزوں کی قیمت ادا کر دی۔ اس نے کہا میں نے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا اپنے اس بھائی کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے جنت میں لے جاؤ۔ (ضیاء النبی)

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے صحیح میں بیان فرمایا ہے کہ

ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا اور وہ کئی مرتبہ شراب پینے کے جرم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا اور اس پر شراب پینے کی حد لگائی گئی۔ جب وہ کئی بار آپ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو ایک شخص نے کہا اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے اس پر جسے کئی بار اس جرم قبیح کی سزا ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **لَا تَلْعَنْهُ فَاِنَّهٗ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ** اسے لعنت مت کرو کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ محبت کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا دَائِمُ التَّوَكُّلِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہمیشہ اپنے رب پر بھروسہ کرنے والے

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصف توکل کا کیا کہنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانیں تو سب ہی نرالی ہیں اور توکل بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نرالی شان رکھتا ہے اور یہی بات تھی جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی سیرت میں نمایاں نظر آتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ و ارشاد سے جو دنیا میں انقلاب آیا اور دنیا کے کونے کونے پیغامِ اسلام پہنچا اس میں سب سے بڑا عمل دخل جس وصف کا تھا وہ آپ کا وصف "توکل" تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کانٹوں کی اِس راہ پر قدم رکھا تو بارگاہ ایزدی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی تائید ملی۔ ارشاد فرمایا اے پیارے حبیب!

حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

آپ کو اللہ کافی ہے اور جن مومنوں نے تیری پیروی کی ہے۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام توکل پر فائز ہوئے۔ بلاشبہ جب آپ کا خالق و مالک حقیقی آپ کو کافی ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت توحید میں بغیر کسی ظاہری

خطرے سے میدان عمل میں قدم رکھا اور پیغام حق کو ایک امیر سے لے کر غریب تک پہنچایا تو جن خوش نصیب لوگوں کے دلوں پر ایمان نے دستک دی تو وہ لوگ جنہیں مقام انسانیت کی خبر تک نہ تھی انسانیت کے عظیم تاجدار بن گئے اور جن لوگوں کے دلوں پر کفر و ظلمت کے تالے لگ چکے تھے وہ دن رات آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام شیریں بیان کو سنتے تھے وہ ہدایت سے محروم رہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کا یہ عظیم وصف "توکل علی اللہ" کو جب ہم سیرت طیبہ کی کتابوں میں پڑھتے ہیں تو یہ چیز کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوئے اور کفار کی اذیتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پیغام حق کو صحن حرم میں کفار کی مجالس سے لے کر شہر مکہ کے ہر کوچہ و بازار تک پہنچایا۔ اس دعوت حق میں توکل کا وصف نمایاں نظر آتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے نوجوان! اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو اللہ تیری حفاظت فرمائے گا۔ جس وقت مانگو تو اللہ سے مانگو اور یہ بھی یقین رکھو کہ تمام لوگ اکٹھے ہو کر تجھے نفع پہنچائیں تو نہیں پہنچا سکتے اور اگر سب لوگ اکٹھے ہو کر تجھے نقصان پہنچائیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر اس چیز سے جو اللہ نے لکھ دی ہے۔ (ترمذی)

توکل کی مثال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور یوں پیش فرمائی۔

ذات الرقاع سے لشکر اسلامی واپس آرہا تھا کہ دھوپ سخت ہو گئی اور ریگستان گرم ہو گیا۔ صحابہ نے وہاں ٹھہرنے کا ارادہ کیا اور مختلف درختوں

کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ غورث بن حارث کا ادھر سے گزر ہوا۔ کفر و عناد کا بھانبڑ اس کے سینے میں جل رہا تھا اس نے ماحول پر نگاہ ڈالی اور محسوس کیا کہ صحابہ کرام کے جائے ارام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کچھ فاصلہ ہے تو اس نے موقع کو غنیمت جانا اور نیام سے تلوار باہر نکالی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچ گیا۔

قاتل اپنے مکروہ عزائم کے ساتھ جوں جوں قریب ہو رہا تھا اللہ اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا ذمہ نبھا رہا تھا۔ حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگے اور غورث (قتل کرنے کے ارادے سے آنے والا) للکار رہا تھا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آج تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے۔ اس جاہل نے یہ بھی نہ سوچا کہ کس ہستی کو للکار رہا ہے اور اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ ایک طرف یہ ناپاک عزائم کے ساتھ آنے والا تھا تو دوسری طرف مجسمہ صبر و رضا جس کی زندگی کا ایک ایک قدم منشاء الٰہی کے خلاف نہیں اٹھتا۔ ایک طرف اپنی طاقت و قوت کے نشے میں مخمور تو دوسری طرف قدرت الٰہی کے فیصلے پر مسرور۔ ذرا غور کیجئے رب اپنے پیارے بندے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا ذمہ نبھا رہا ہے۔ اس نے پوچھا کہ اے محمد تجھے آج مجھ سے کون بچا سکے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلا مجھے بچانے والا میرا اللہ۔ بس اتنا سننا تھا کہ قتل کے ارادے سے نکلنے والا لرز رہا ہے۔ بس زبانِ نبوت سے ذاتِ حق جل جلالہ کا اسم پاک سننے سے تلوار زمین پر گر گئی تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھا لی۔ اس وقت کیا منظر ہو گا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے کہنے والا کہ آج تجھے کون مجھ سے بچائے گا اس سے کملی والا پوچھ رہا ہے اے غورث تجھے کون مجھ سے بچائے گا۔ غورث کوئی معمولی بندہ نہ تھا بلکہ بڑا بہادر پہلوان تھا مگر دائم

التوکل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رعب سے لرز رہا ہے۔ بالآخر قدرت الٰہی نے ایسا کرم فرمایا وہ سمجھ گیا کہ اب میری عافیت اسی میں ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر سر رکھ کر اسلام قبول کر لوں۔ اس کی زبان سے نکلا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ تو پیکر رحمت و عفت ہیں رحم فرماتے ہیں اور معاف بھی کرتے ہیں۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے غورث! میں نے تجھے معاف کر دیا۔

غورث آیا تو قتل کی نیت سے تھا مگر نگاہ مصطفیٰ دیکھ رہی تھی اس کی تقدیر بدل رہی ہے پہلے دشمنان مصطفیٰ میں اس کا نام درج تھا اب ملائکہ وہاں سے کاٹ کر صحابہ کی فہرست میں شامل کر رہے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ

صلوا علیہ وآلہٖ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا دَائِمُ الطِّیِّبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہمیشہ خوشبوؤں سے مہکنے والے

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی نفاست و عمدگی بھی اعلیٰ مقام رکھتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی نفاست کو بدن اقدس کی قدرتی خوشبو اور مہک نے چار چاند لگائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدنِ اقدس اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طہارت و نفاست عام لوگوں جیسی نہ تھی بلکہ بڑی ہی منزہ و مزکی تھی اور ایسی تھی کہ کوئی دوسرا دیکھنے والا دیکھ کر یہ نہ کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے جیسے ہیں بلکہ ہر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فضل و کمال کے انتہائی درجے پر فائز سمجھتے۔ اور پھر دوسری انفرادیت یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن اقدس پر غلیظ مکھی نہ بیٹھتی یعنی جس فضیلت کو بھی دیکھیں اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکتا اور منفرد نظر آئیں گے۔

آج کل کے کچھ ملاؤں کو کچھ غلط فہمی سی ہو گئی ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کو تعصب کی عینک لگا کر پڑھتے ہیں اور تعصب ایسی چیز ہے اگر کسی انسان میں ہزاروں خوبیاں ہوں تو اگر یہ تعصب والی عینک لگائیں تو

خوبیاں بھی خامیاں نظر آئیں گی۔ اللہ کرے ان لوگوں کی آنکھوں سے تعصب کی عینک اتر جائے اور محبت کی عینک لگ جائے جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شان میں یکتا اور منفرد نظر آئیں۔ آمین۔

مولانا روم نے مثنوی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انفرادیت کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو جہل بت خانہ گئے مگر دونوں کے جانے میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بت خانہ گئے تو وہاں کے بت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گر جاتے ہیں مگر ابو جہل خود بتوں کے سامنے گر جاتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

اللہ کے بندوں کو اپنے جیسامت گمان کرو فرق اتنا ہے کہ جس طرح شیر (جانور) اور شیر (دودھ) ایک جیسے نہیں صرف لکھنے کی صورت ایک جیسی ہے فرق زمین آسمان کا شیر جانور ہے اور شیر دودھ ہے۔ تو ہم نبی جیسے کس طرح ہو سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفاست اس قدر کہ مکھی نہیں بیٹھتی۔ ہمارے پسینے سے بدبو آتی ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدنِ اطہر سے خارج ہونے والا پسینہ لوگ بطور خوشبو استعمال کرتے ہیں۔

ایک بار حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت انس کی والدہ کے گھر آرام فرما رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسینہ آ رہا تھا، انہوں نے اس پسینۂ مبارک کو ایک شیشی میں نچوڑا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ام سلیم! تم کیا کر رہی ہو تو انہوں نے عرض کی آقا! یہ آپ کا پسینہ مبارک ہے ہم اسے اکٹھا کر کے بطور خوشبو استعمال کریں گے اور اس کی

خوشبو ہر قسم کی خوشبو سے نفیس تر ہے۔ (مسلم)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی لڑکی کے جہیز کے لئے کچھ کپڑے تیار کئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپ سے پسینہ مانگنے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک کی انگلی کو اپنے اس پسینہ مبارک سے تر کیا جو کہ ایک شیشی میں بند کیا ہوا تھا اور پھر چند قطرے اس صحابی کو عطا کئے اور فرمایا اپنی لڑکی کو کہہ دو کہ وہ جب جہیز کے کپڑے پہنے تو پسینہ کے ان قطروں کو بطور خوشبو استعمال کرے۔ اس کے بعد جب کبھی وہ نیک بخت خاتون یہ خوشبو استعمال کرتی تو اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھتے اور اس گھر میں خواتین جمع ہو جاتیں۔ اس کے بعد اس کے گھر کا نام خوشبو سونگھنے والا گھر مشہور ہو گیا۔ (شرح شمائل ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست کرم میں یہ نفاست تھی کہ جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے تو اس کے سر میں اتنی خوشبو آتی کہ وہ بہت سے بچوں میں بھی خوشبو کی وجہ سے پہچانا جاتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار میرے سر پر ہاتھ پھیرا میں نے اسے ٹھنڈا اور ایسی معطر ہوا کی طرح پایا جو کسی عطر فروش کی صندوقچی سے نکلتی ہے۔ (شرح شمائل ترمذی)

ام عاصم زوجہ عتبہ بن فرقد بیان کرتی ہیں کہ ہم چار عورتیں عتبہ کی زوجیت میں تھیں ہم میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی کہ وہ خوشبو میں اپنے شوہر عتبہ سے بڑھ جائے مگر ہماری خوشبو عتبہ تک نہ پہنچتی۔ وہ اپنی داڑھی کو صرف ایک عام سا تیل لگاتے اس کے سوا کوئی اور خوشبو نہ تھی نہ استعمال کرتے لیکن اس کے باوجود ہم سے زیادہ معطر اور پاکیزہ رہتے اور جب

باہر نکلتے تو ہم کہتے کہ اس سے زیادہ نفیس اور معطر خوشبو نہیں سونگھی۔ ایک دن ہم نے عتبہ سے کہا کہ ہم بہتر سے بہتر خوشبو لگاتے ہیں مگر آپ کی خوشبو اس سے زیادہ ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ کہنے لگے کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں ایک مرتبہ مجھے بدن پر ایک بیماری لگ گئی میں آپ کے پاس بیٹھا تھا بیماری کی شکایت کی آپ ﷺ نے مجھے قمیص اتارنے کا حکم فرمایا میں نے اتار دی اور آپ ﷺ کے قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے دست کرم پر پھونک ماری پھر اپنا مبارک ہاتھ میری پیٹھ پر پھیرا اس روز سے میرے بدن میں یہ خوشبو مہک رہی ہے۔ (مدارج النبوت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بھی کوئی صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے لئے جاتا اور آپ ﷺ گھر پر نہ ملتے تو جس راہ سے آقا ﷺ کی خوشبو پاتے ادھر ہی کو چل پڑتے یعنی مدینہ کے گلی گلی کوچہ کوچہ میں جن رستوں سے آپ ﷺ گزرتے تو وہ راہیں بھی معطر ہو جایا کرتیں تو پتا چل جاتا آقا ﷺ ادھر سے گزرے ہیں۔ عاشق تو اب بھی خوشبو پاتے ہیں اور سونگھتے ہیں کیونکہ ان خوش نصیبوں کے دل و دماغ میں آقا کی یاد بستی ہے مگر گستاخوں کے ناک شیخ نجدی شیطان نے ایسے بند کئے ہیں انہیں حضور ﷺ کے پسینے مبارک کی خوشبو کی باتیں کرنا بھی شخصیت پرستی نظر آتی ہے۔ ؎

عرصہ ہوا طیبہ کی گلیوں سے وہ گزرے تھے
اس وقت بھی گلیوں میں خوشبو ہے پسینے کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا ذُوْ طَیْبَہ ﷺ

طیبہ والے

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر مبارک کے کئی نام ہیں ان میں سے ایک مدینہ طیبہ بھی ہے۔ ان میں سے کچھ نقل کئے جاتے ہیں:

(۱) **اَکَالَۃُ الْقُرٰی**۔ بستیوں پر غالب بستی۔ حضور ﷺ نے فرمایا **اُمِرْتُ بِقَرْیَۃٍ تَاْکُلُ الْقُرٰی** مجھے ایسی بستی کا حکم دیا گیا جو تمام بستیوں پر غالب ہے۔

(۲) **بَیْتُ الرَّسُوْلِ**۔ بیت سے مراد آپ ﷺ کا گھر ہے کیونکہ مدینہ پاک ہی آپ کی ہجرت گاہ اور آپ کا مسکن بنا۔

(۳) **اَلْجُنَّۃُ**. ڈھال۔ آپ ﷺ نے غزوۂ احد کے موقع پر فرمایا **اَنَا فِیْ جُنَّۃٍ** میں ڈھال میں ہوں۔ ڈھال سے مراد مدینہ منورہ ہے۔

(۴) **اَلْحَبِیْبَۃُ**۔ اس لئے کہا کہ آپ ﷺ کو اس شہر سے بے حد پیار تھا۔

(۵) **حَرَمُ رَسُوْلِ اللّٰہِ**۔ رسول اللہ ﷺ کا حرم۔ آپ ﷺ نے فرمایا **مَنْ اَخَافَ اَھْلَ حَرَمِ اَخَافَہُ اللّٰہُ**، جو میرے اہل حرم کو ڈرائے گا

اللہ اسے ڈرائے گا۔

(۶) دَارُ الْاِیْمَانِ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلْمَدِیْنَۃُ قُبَّۃُ الْاِسْلَامِ وَ دَارُ الْاِیْمَانِ۔ مدینہ اسلام کا قبہ اور ایمان کا گھر ہے۔

(۷) طَیْبَہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شہر کا نام طیبہ رکھا اور یثرب کہنے سے منع فرمایا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کا نام طیبہ رکھا ہے (مسلم) یہ نام اس لئے رکھا کہ اس میں بہت عمدہ خوشبو آتی ہے۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے مدینہ طیبہ کی پڑھیے اور غور سے پڑھیے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے مختار کہ فرماتے ہیں میں مدینہ طیبہ کے دونوں پتھریلے کناروں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیتا ہوں یہاں کے خار دار درختوں کو کاٹا جائے گا نہ شکار کیا جائے گا۔ اور فرمایا کاش! اہل مدینہ اس بات کو جان لیں کہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے۔ جو شخص مدینہ سے منہ موڑے گا اور سکونت ترک کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض ایسے شخص کو مدینہ ساکن کر دے گا جو اس سے بہتر ہو گا اور جو شخص مدینہ منورہ بھوک پیاس، محنت مشقت برداشت کرے گا کُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا اَوْ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ میں اس کی شفاعت کروں اس کی گواہی دوں گا قیامت کے روز۔ (مسلم)

چنانچہ اہل مدینہ ہی وہ لوگ ہیں جن کی قسمت پر ناز کیا جا سکتا ہے اور اس بات کی وجدان گواہی دیتا ہے اے مدینہ والو! تمہیں مبارک ہو کہ تم شہر رسول میں رہتے ہو، تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔

یہ بھی عشق و محبت کا تقاضا ہے کہ جو شخص حرم کعبہ کی زیارت کے لئے جائے تو وہ شہر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے جائے اسی لئے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری مسجد کی زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ پھر فرمایا جس نے حج کیا اور پھر میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ (استغفر اللہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو ارادہ کر کے میری زیارت کے لئے آیا وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی ہو گا۔

صاحب الوفاء فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام حج بیت اللہ کے لئے آئے تو دونوں نے مدینہ منورہ میں ہی قیام فرمایا۔ ان دنوں یہ شہر یہود کا مرکز تھا۔ احتیاط کے طور پر دونوں نے احد کی چوٹی سکونت کر لی۔ اسی احد پہاڑ پر حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ اور حضرت ہارون کے وصال پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے احد شریف پر ہی قبر بنائی اور آپ کو قبر میں اتارا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جی بھر آیا اور کہا کہ بھائی فوت ہو گیا۔ یہ جملہ زبان پر آیا ہی تھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنی عملی زندگی کا ثبوت دیا۔ (خلاصۃ الوفاء)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گری سے ایک ہزار سال پہلے تبع اول حمیری مدینہ طیبہ سے گزرا۔ اس وقت تبع حمیری اور اہل مدینہ اوس اور خزرج کے درمیان شدید جنگ ہو رہی تھی۔ تبع اول حمیری نے مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ یہودی علماء نے کہا تو اس شہر کو فتح نہیں کر سکے گا کیونکہ ہم نے پڑھا ہے تورات میں کہ یہ نبی آخر الزمان کی بستی ہے جو حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہوں گے۔ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے ہو سکتا ہے کہ ہم ان

کی زیارت کرلیں ورنہ ہماری قبروں پہ تو ان کے جوڑوں کی غبار پڑے جو ہمارے لئے کافی ہوگی۔ تو تبع حمیری نے یہ بات سننے کے بعد اپنے ارادے بدل لئے اور تمام علماء کے لئے عالی شان رہائشیں تعمیر کرنے کا اہتمام بھی کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک عالی شان محل تعمیر کرایا اور ایک خط لکھا اور کہا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں تو انہیں دینا۔ عبارت یہ تھی:

"محمد بن عبداللہ، اللہ کے پیارے نبی کی طرف تبع اوّل حمیری کی طرف سے۔ میں آپ پر اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا ہوں اور آپ کے دین اور طریقہ پر ہوں جو کچھ آپ اپنے رب کی طرف سے لائے میں اس پر بھی ایمان لایا ہوں۔ میں آپ کا زمانہ پالوں تو بہتر ہے ورنہ قیامت کے روز میری شفاعت فرمانا اور بھول نہ جانا کہ میں آپ کا پہلا امتی ہوں۔ آپ کی آمد سے پہلے ایمان لایا ہوں میں آپ کے اور آپ کے باپ ابراہیم کے دین پر ہوں۔"

پھر اس خط کو بند کیا مہر لگا کر بڑے عالم ربانی کے سپرد کیا اور وصیت کی یہ خط نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا دینا۔ چنانچہ ایک ہزار سال کے بعد اس عالم کی نسل سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ جب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گری ہوئی تو آپ نے یہ خط حضرت ابو یعلی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کریں۔ ابو یعلی وہ خط لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھتے ہی فرمایا تم ابو یعلی ہو؟ عرض کیا جی ہاں میں ہی ابو یعلی ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ میرا خط جو تبع بادشاہ نے دیا ہے وہ دے دو۔ کہتے ہیں میں سن کر حیران رہ گیا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا بھی نہ تھا نہ ملاقات ہوئی تھی! میں نے عرض کیا آپ کی شکل صورت کا ہنوں

جیسی نہیں پھر آپ نے مجھے کس طرح پہچان لیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں "محمد رسول اللہ" ہوں لاؤ وہ خط۔ میں نے خط دیا تو پڑھ کر تین بار فرمایا اے تبع مرحبا، مرحبا اے صالح بھائی۔ (مدینۃ الرسول)

سبحان اللہ کیا شان مدینہ طیبہ کی

اس شہر میں وہ قبۃ الخضراء ہے جو تجلیات ربانی کا مرکز ہے۔

یہی وہ سبز گنبد ہے جہاں ستر ہزار ملائکہ صبح و شام آکر سلام کرتے ہیں۔

یہی وہ مسکن رسول ہے جو عرش الٰہی اور کعبہ سے بھی افضل ہے۔

یہی وہ مقام و مسکن رسول ہے جہاں سے عاشق گزریں تو دل کی مرجھائی ہوئی کلیاں کھل جاتی ہیں۔

ان کی زبانوں پر محبت کے گیت یوں جاری ہوتے ہیں:

سَلَامٌ عَلٰی رُوْحِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه

سَلَامٌ عَلٰی جَسَدِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه

سَلَامٌ عَلٰی نِعَالِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه

سَلَامٌ عَلٰی نِعَالِ اَصْحَابِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه

سَلَامٌ عَلٰی تُرْبَةِ مَدِیْنَتِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه

سَلَامٌ عَلٰی اَطْفَالِ مَدِیْنَتِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه

ہر اس آنکھ کو سلام جو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم سامی سنتے ہی محبت اور وارفتگی اور کیف و وجدان کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا ذُوالْمُعْجِزَاتِ الْبَاهِرَة ﷺ

روشن معجزات والے

حضور سید المرسلین ﷺ کے معجزات کے بیان میں سب سے پہلے معجزہ کی تعریف ملاحظہ فرمائیں کہ معجزہ کسے کہتے ہیں۔

اَلْمُعْجِزَۃُ هِیَ الْاَمْرُ الْخَارِقُ لِلْعَادَۃِ الْمَقْرُوْنُ بِالتَّحَدِّیْ

معجزہ اس امر کو کہتے ہیں جو عادت کے خلاف واقع ہو۔ اور معجزہ دکھانے والا منکرین کو اس معجزہ کے ذریعہ چیلنج کرے کہ اگر تم مجھے اللہ کا رسول نہیں سمجھتے تو میرے اس چیلنج کو قبول کرو۔ (ضیاء النبی)

حضور سید المرسلین ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ آپ ﷺ کی طرف نازل ہونے والا کلام ہے یعنی قرآن مجید۔ آپ نے پچھلے صفحات میں بھی پڑھا ہے قرآن حکیم اپنی فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے ایسا عظیم کلام ہے کہ ان کا انکار کرنے والے بھی اس کی حقانیت کے سامنے سر تسلیم خم کر گئے لیکن اپنی انانیت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے حضور ﷺ پر ایمان نہ لائے۔

حضور ﷺ کے معجزات اتنی کثرت سے ہیں کہ عام انسان کے بس

میں نہیں کہ ان کی تعداد شمار کر سکے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے ایسے ایسے معجزات بیان فرمائے جن کے سننے پڑھنے سے حضور ﷺ کی عظمت و محبت کا پہلو دل میں اجاگر ہوتا ہے اور آپ ﷺ کی محبت دل و دماغ میں جڑ پکڑتی ہے۔ بڑے بڑے ہٹ دھرم ضد کے پکے آپ ﷺ کے معجزات کو دیکھ کر آغوش رحمت مصطفیٰ میں آئے مگر کئی ایسے بھی تھے جنہوں نے جس معجزے کا مطالبہ کیا آپ ﷺ نے دکھا دیا مگر اس کے باوجود ان کی عقلوں پر جہالت نے چادر تان رکھی تھی جس کی وجہ سے انکار پر بضد رہے۔

فی زمانہ بھی کچھ ایسے عقل کے پجاری ہیں جو آپ ﷺ کے معجزات کو اپنی عقل کے ترازو پر تولتے ہیں اور ایسی ہٹ دھرمی اور بے شرمی کے ساتھ آپ ﷺ کے معجزات کا انکار کرتے ہیں کہ آہستہ آہستہ دل سے عظمت رسالت نکل جاتی ہے اور آپ ﷺ کے معجزات کے بارے میں ان لوگوں کا موقف یہ ہوتا ہے کہ جو معجزہ انسانی عقل میں نہ آئے وہ من گھڑت بات ہے وہ معجزہ ہی نہیں۔

حالانکہ معجزہ چیز ہی ایسی ہے جسے سمجھنے سوچنے کے لئے عقل انسانی عاجز آجائے۔ مثلاً آپ ﷺ کا معجزہ معراج کہ ایک رات میں مسجد حرام سے لے کر لامکاں کی سیر کر کے واپس آجانا، یہ کس طرح ممکن ہے۔ بعض لوگوں نے اس بات کو عقل کے ترازو پر رکھا تو گمراہ ہو گئے اور کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہے ایک شخص ایک رات میں اتنی سیر کر کے واپس بھی آجائے۔ آپ کا معراج روحانی تھا۔

دراصل آپ ﷺ کے معجزات عقل پر رکھ کر پرکھے نہیں جا سکتے۔

یہ تو ان کے لئے ہوتے ہیں جنہوں نے عقل کے گھوڑے کو لگام دے کر روکے رکھا اور عشق ومحبت کی رفتار کو تیز کیا تو منزل نظر آ گئی تو وہ لوگ سمجھ گئے کہ مقام نبوت کو سمجھنے کے لئے عقل کی ضرورت کم ہے عشق ومحبت کی ضرورت زیادہ ہے۔

قرآن حکیم میں کئی معجزات کا ذکر ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدھا بن جانا، پتھر پر عصا مار کر بارہ چشمے جاری کرنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لاعلاج مریضوں کو شفا دینا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ معراج کا ذکر، یہ ایسے معجزات ہیں جن کو نہ ماننا انکار قرآن پر مبنی ہے۔

ایک عیسائی نے اسلام قبول کیا اور سورہ بقرہ و آل عمران پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سپرد وحی لکھنے کا کام لگایا۔ چند دنوں کے بعد مرتد ہو گیا اور پھر عیسائی ہو گیا اور یہ بات مشہور کی کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے محمد اس کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی نشانی دکھائی کہ اس کو موت دے دی۔ اس کے دوستوں نے اس کو دفن کیا تو صبح کے وقت لاش قبر سے باہر تھی۔ اس کے دوستوں نے کہا یہ محمد اور اصحاب محمد کا کام ہے اس لئے کہ یہ ان سے الگ ہوا ہے۔ انہوں نے پھر دفن کیا مگر صبح کو پھر لاش قبر سے باہر۔ اس کے بعد انہوں نے خوب گہری قبر کھودی اور دفن کیا مگر صبح کو پھر لاش قبر سے باہر۔ آخر وہ سمجھ گئے کہ یہ کسی مرد کا کام نہیں خدائی عذاب ہے جو انکار نبوت کی وجہ سے اس پر نازل ہوا ہے۔ (سیرت النبی صفحہ ۵۳۲ جلد سوم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ۔ بخاری

جو کھانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تناول فرماتے ہم اس کی تسبیح سنتے تھے (کہ اللہ کی تسبیح، حمد وثنا کرتے)

ایک بدو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اس نے آکر نبوت کی دلیل مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میں کھجوروں کا گچھا یہاں بلاؤں تو ایمان لائے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوروں کے خوشے کو حکم فرمایا تو فوراً اتر آیا۔ پھر آپ کے حکم سے واپس چلا گیا تو وہ بدو فوراً ایمان لے آیا۔

ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی اس کے ساتھ اس کا بچہ تھا جو زبان سے گونگا تھا اس نے عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگایا، ہاتھ دھویا اور اس میں کلی کی اور فرمایا اس کو پلا دو جب پلا کر چلی گئی تو دوسرے سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو بچہ بالکل ٹھیک تھا۔ (سیرت النبی ص ۵۴۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا ذکر شبلی نعمانی، سلیمان ندوی نے کافی حد تک کیا ہے مگر بعض معجزات کا عقل کا پجاری ہونے کی وجہ سے انکار کر دیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا ذُوْفَضْلٍ ﷺ

فضل والے

قال اللہ تعالیٰ: یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ط وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُمْ وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ٥ (توبہ)

وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں انہوں نے یہ نہیں کہا حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کی بات کہی تھی اور انہوں نے اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کیا اور انہوں نے ایسی چیز کا ارادہ کیا جسے وہ نہ پا سکے اور انہوں نے اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے دولت مند کیا ہے۔ تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کے لئے بہتر ہے اور اگر وہ پھر جائیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دردناک عذاب دے گا دنیا اور آخرت میں، اور ان کے لئے زمین میں کوئی دوست ہوگا نہ مددگار۔

منافقین جو دل سے ایمان نہیں لائے تھے بلکہ صرف دنیاوی دکھلاوے کی غرض سے سیاسی مصلحت کے پیش نظر مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ جب وہ خلوت میں بیٹھتے تو اسلام اور رسول اسلام کے خلاف گستاخیاں کرتے اور جب بھی ان کا راز فاش ہو جاتا تو اپنے آپ کو بری ثابت کرنے کے لئے جھوٹیں قسمیں کھاتے کہ واللہ باللہ ہم نے ہرگز یہ بات نہیں کہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان جھوٹی قسموں سے تم خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہو جو سب رازوں کا جاننے والا ہے۔ تم نے یہ باتیں کہیں اور اظہار اسلام کے بعد پھر کفر اختیار کیا۔ اس ضمن میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو بارہ تیرہ منافقوں نے سے پکا ارادہ کیا کہ جب رات کو حضور سفر کر رہے ہوں اور کسی گھاٹی کے کنارے پر پہنچیں تو دھکا دے کر گرا دیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے حذیفہ بن یمان اونٹنی کی نکیل پکڑے آگے آگے تھے اور عمار پیچھے پیچھے تھے۔ جب اونٹنی کھائی کے کنارے پر پہنچی تو بارہ آدمی جنہوں نے اپنے چہرے ڈھانپے ہوئے تھے راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتاب کی آواز سے جب انہیں للکارا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حذیفہ و عمار سے دریافت فرمایا تم نے انہیں پہچانا نہیں؟ عرض کی یا رسول اللہ! ہم انہیں نہیں پہچان سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ ازلی منافق ہیں اور ہمیشہ منافق ہی رہیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ اس لئے آئے تھے کہ مجھے کھائی میں دھکا دے کر گرا دیں۔ انہوں نے عرض کی آقا! آپ ان کے قتل کرنے کا حکم کیوں نہیں فرماتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ عرب یہ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک قوم کو ساتھ لے کر لڑتا رہا اب جب غالب آگیا تو اسی قوم کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ (ضیاء القرآن)

قارئین محترم! منافقین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل و کمال کی خیرات پا کر بھی منافق ہی رہے۔ ان کی نمازیں، ان کی عبادات باوجود آپ کے پیچھے ادا کرنے کے کام نہ آئیں اس لئے کہ ان کے دل عظمت رسول اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی تھے۔

فی زمانہ بھی کچھ ایسے عقل کے اندھے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیرات حاصل کر کے بھی کہتے ہیں کہ رسول کسی کو کیا دے سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا:

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
ظالمو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

یہ احسان فراموشی ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمتوں کو پا کر بھی انکار کیا جائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس بات کو واضح الفاظ میں فرما دیا کہ اَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضور کی عطاؤں اور آپ کے فضل و کمال کو اپنا فضل قرار دیا ہے کہ رسول کا فضل ہی اللہ کا فضل ہے۔ یہی عقیدہ صحابہ کرام کا تھا اور وہ صحابہ اس عقیدہ میں اتنے راسخ تھے کہ ان کا ایمان تھا کہ رسول کی بارگاہ سے مانگنا ہی رب کی بارگاہ سے مانگنا ہے۔ اسی لئے تو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا ڈیلا نکلا تو آنکھ دوبارہ لینے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گئے۔ جو بھی کسی صحابی کو تکلیف ہوتی تو اس تکلیف کے دور کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے رجوع کرتے۔

مومن اور منافق کے ایمان میں یہی سب سے بڑا فرق ہے کہ مومن تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں رجوع کرنے سے اب بھی نہیں کتراتا مگر جن کے دلوں میں نفاق اور کدورت ہے وہ اب بھی کہتے ہیں رسول کے پاس کیا ہے۔ اس سے مانگنا تو شرک ہے مگر رب قرآن میں فرماتا ہے:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم گھاٹا پانے والوں میں سے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے بڑھ کر اللہ کی رحمت اور اس کا فضل کیا ہو سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تو ہیں جن کی رحمت کی چادر تنی ہوئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی فضل و کمال ہے کہ ہر کوئی اس کا فیض پاتا ہے۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلرَّاجِفُ ﷺ

خوف خدا سے کانپنے والے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام جتنا بلند و بالا تھا آپ اسی قدر رب کے حضور عجز و انکسار کا اظہار فرماتے۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

حضور ﷺ پر وحی کا آغاز اچھے خوابوں سے ہوا۔ آپ ﷺ جو خواب رات کو دیکھتے دن کو اس کی تعبیر دیکھ لیتے۔ آپ ﷺ گوشہ نشینی اختیار کرنے لگے۔ آپ ﷺ کھانا وغیرہ ساتھ لے جاتے اور کئی کئی راتیں خلوت میں رہتے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف آتے تو پھر اپنا کھانا لے کر چلے جاتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پاس جبریل امین آئے۔ اس وقت آپ ﷺ غار حرا کی خلوت میں تھے۔ آئے اور کہا اِقْرَاْ، پڑھیے۔ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا میں پڑھنے والا نہیں۔ اس نے مجھے پکڑا اور اپنے ساتھ لگا کر اس قدر دبایا کہ اپنی پوری قوت لگا دی۔ پھر مجھے کہا پڑھیے۔ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں۔ اس نے مجھے دوبارہ پکڑا اور اپنے

ساتھ لگا کر دبایا اور کہا آپ اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھیے آپ کا رب بڑی عزت والا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ جب ان آیات کو لے کر واپس لوٹے تو آپ ﷺ کا دل خوف سے کانپ رہا تھا۔ آپ ﷺ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ مجھ پر چادر اوڑھا دو حتیٰ کہ آپ ﷺ نے سارے واقعہ کی تفصیل بیان فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا مجھے اپنے نفس کا ڈر ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ نہ گھبرائیں کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں جن کا کوئی نہیں انہیں کما کر کھلاتے ہیں۔ (بخاری)

حضور ﷺ نے فرمایا سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دے گا کہ جس دن اس کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا (۱) ایک عادل بادشاہ (۲) وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہوا (۳) جس کا مسجد میں دل لگا رہا (۴) جو آپس میں صرف اللہ کے لئے محبت کرتے رہے (۵) وہ جسے خوبصورت عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) جو چھپ کر اللہ کی راہ میں دے کہ کسی دوسرے کو خبر تک نہ ہو۔ (۷) جو خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کام کیا اور اس کو کرنے کی اجازت بھی عطا کر دی لیکن بعض لوگوں نے اسے کرنے سے اجتناب کیا۔ یہ بات بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی گئی تو

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا۔ پہلے اللہ کی حمد وثنا کی اس کے بعد فرمایا اس قوم کا انجام کیا ہوگا جو اس چیز سے پرہیز کرتے ہیں جو میں کرتا ہوں۔

فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّهُمْ لَهٗ خَشْيَةً

اللہ کی قسم! میں سب لوگوں سے زیادہ اپنے پروردگار کے ساتھ علم رکھتا ہوں اور سب لوگوں سے زیادہ ڈرتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بادل گرجتے آندھی چلتی تو شدت خوف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کی رنگت تبدیل ہو جاتی۔ اس کے اثرات چہرے پر نمایاں ہوتے۔

ابو حرب بن المسورؓ سے روایت ہے کہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا۔ بے شک ہمارے پاس ان کے لئے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے اور غذا جو گلے میں پھنس جائے گی اور دردناک عذاب ہے۔ جب آپ نے یہاں تک آیت پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خشیت الٰہی سے غش کھاگئے۔

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے ہم نے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی غمزدہ ہیں۔ کسی نے عرض کی یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ غمزدہ کیوں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک خوفناک آواز سنی ہے آج تک ایسی آواز نہیں سنی۔ میرے پاس جبریل امین آئے میں نے اس سے آواز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا:

ایک پتھر کی چٹان تھی جو جہنم کے کنارے ستر سال پہلے نیچے گرائی گئی اور جب وہ جہنم میں نیچے گرائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس کی آواز حضور کو

سنائی جائے۔ (ریاض الصالحین)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحُزْنُ رَفِيْقِیْ غم وحزن میرا دوست ہے۔

وَالْعِجْزُ فَخْرِیْ رب کے حضور عاجزی کرنا میرا فخر ہے۔

وَغَمِّیْ لِاَجْلِ اُمَّتِیْ میرا غم واندوہ اپنی امت کے لئے ہے۔

وَشَوْقِیْ اِلٰی رَبِّیْ قرب الٰہی میرا شوق ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے نیچے تشریف فرماتھے ہوا کے جھونکے سے درخت نے حرکت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ عرض کی یارسول اللہ! کیا بات ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے خیال کیا کہ قیامت آگئی۔ (ضیاء النبی)

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِم

رَحِیْمٌ ﷺ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا

مہربان

رَحِیْمٌ وہ صفت ہے جو صفات الٰہیہ اور صفات محبوب کائنات ﷺ دونوں میں مشترک ہے۔ جب ہم کوئی کام شروع کرتے ہیں تو تسمیہ پڑھتے ہیں اور رحمٰن کے بعد صفت رحیم آتی ہے اور پھر جب قرآن کی سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں تو رب کی حمد و ثنا کے بعد اس کی صفات کا بیان شروع ہوتا ہے جو مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پر ختم ہوتا ہے تو اس میں بھی الرحمٰن الرحیم شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ جو فلسفہ سمجھانا چاہتا ہے وہ یہ کہ انسان کمال انسانیت کو پہنچ سکتا ہے جب اس کی صفات کا کامل ظہور صفات انسانی سے ظاہر ہو اور بندہ اس کی صفات کمالیہ کا عکس جمیل ہے۔ یہی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کاملہ کا پرتوِ کامل اپنے محبوب کو پایا تو رب نے اپنے پیارے بندے کو مقام محبوبیت پر فائز کر کے اپنی صفات کا ظہور کامل قرار دیا اور اپنے کلام میں اپنی صفات ازلی اور ابدی کا ذکر فرمایا تو ساتھ ہی اپنے محبوب حقیقی ﷺ کی

صفات جلیلہ کا اعلان بھی کر دیا جسے اس نے رحمت و رأفت کا پیکر بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔

اس انسان کامل کی عظمت و رحمتِ عامہ اور خاصہ کا کیا کہنا جس کے اوصاف عالیہ کی خود خالق یوں گواہی دے رہا ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کی کمال رحمت کا ذکر واشگاف الفاظ میں کیا جا رہا ہے اور فرما دیا اس کی رحمت کا سایہ صرف اپنے ہی کسی دور تک محدود نہ رہے گا بلکہ قیامت تک جو وقت جو زمانہ آئے گا ہر زمانے پر میرے پیارے عبد رحیم کی رحمت کی چادر کا سایہ ہوگا۔

آپ ﷺ کی شان رحیمیت کا کیا کہنا! کہ جن کے دنیا میں تشریف لانے سے سسکتی ہوئی انسانیت کو نسیم بہار کے جھونکے نصیب ہوئے۔ جو انسانیت بے چارگی کے عالم میں پاؤں تلے روندی جا رہی تھی اس پر چارہ ساز آفتاب عالم تاب نے اپنے نور کی چمک ڈالی تو مظلومیت کی شکار انسانیت نے سکون کا سانس لیا۔ رحمت مصطفوی کیا تھی؟ وہ تو ایک اجالا تھا، اک نور کا ہالا تھا اس کی نورانی کرنوں نے ساری کائنات کو روشن کر دیا۔ آپ ﷺ کی رحمت و رحیمیت کا فیضان کس نے نہ پایا؟ آپ کی رحمت کا فیضان تو غیروں نے پایا۔ اگر کوئی کافر بھوکا بھی آ جاتا تو آستانِ محمدی ﷺ کے دستر خوان سے بھوکا نہ جاتا۔ آپ ﷺ کی مہربانیاں کس پر نہیں؟ کافروں نے آپ ﷺ پر ظلم و زیادتی کی انتہا کر دی مگر اپنی ذات کی خاطر کبھی بدلہ نہ لیا بلکہ ظلم کرنے والوں کو بھی معاف کر دیا۔

آپ ﷺ کی مہربانیاں اپنوں پر ہی نہیں؟ مکہ والے قحط کی وجہ

سے جانور کی ہڈیاں اور مردار کھانے پر آ گئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا وطن ہونے کے ناطے میں ان کے جبر و تشدد کو نہ دیکھا بلکہ وطن دیکھا تو ان کے لئے قحط سالی برداشت نہ کر سکے تو فوراً دعا کے لئے ہاتھ بارگاہ ایزدی میں اٹھا دیئے تو دعا کی برکت سے مکہ والوں کی قحط سے جان چھوٹ گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے مہربان کہ صحابیہ نے عرض کی کہ آقا! میری ماں کافرہ ہے وہ کچھ مانگتی ہے کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں۔ فرمایا ہاں تو اپنی ماں سے صلہ رحمی کر۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہربانیوں کا دروازہ کب بند ہوا؟ غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی آقا! کیا یہودیوں سے لڑ کر ان کو مسلمان بنا لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نرمی کے ساتھ ان کے سامنے اسلام پیش کرو اگر ایک شخص بھی تمہاری ہدایت سے اسلام لے آئے تو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہربانیوں کے دروازے کسی پر بھی بند نہ ہوئے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں کو صحابہ میں تقسیم فرما کر سب صحابہ سے مشورہ لیا ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے رائے لی تو آپ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ لوگ کفر و شرک کے امام ہیں اللہ نے ہمیں ان پر غلبہ دیا ہے اب ان کی گردنیں اڑا دینی چاہئیں اس لئے کہ ان لوگوں نے ہم پر بڑے ظلم کئے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یار غار رضی اللہ عنہ سے رائے لی آپ نے عرض کی آقا! ان لوگوں سے فدیہ لے کر آزاد کر دینا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے پسند آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

...پ سے فدیہ لے کر آزاد کر دیا۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہربانیوں کا مختصر تذکرہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری کی ساری حیات طیبہ انسانیت کی ہدایت کے لئے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر ہم اپنے اعمال و افعال کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رحیمیت کے تابع کر لیں تو کیوں نہ ہمارے ظاہر و باطن کا تضاد مٹ جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا رَحِیْمٌ بِالْخَلْقِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مخلوق کے ساتھ پیار کرنے والے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رحمۃ للعالمینی کی وسعت کا اندازہ کون کر سکتا ہے جبکہ آپ کے رب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا یعنی کائنات کا کوئی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے باہر نہیں۔ انسان ہوں یا حیوان، جمادات ہوں یا نباتات، چرند ہوں یا پرند، سب کے سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے خیرات پا رہے ہیں۔

بچوں سے اتنا پیار کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو پیار و محبت سے چوم رہے ہیں پاس بیٹھے اقرع بن حابس نے عرض کیا آقا! میں نے اپنے بچوں کو کبھی نہیں چوما حالانکہ میرے دس بچے ہیں۔ شان رحمت مصطفوی کو بچوں سے اتنا پیار آیا تو آپ نے فرمایا مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر کسی لمبی چوڑی تمہید کے دو لفظوں میں پیار و محبت کے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا۔

اللہ اللہ وہ اتنی رحمت والا رسول کہ جس کے دنیا پر آنے سے پہلے بیٹی

کی پیدائش کو لوگ اپنے لئے برا سمجھتے اور زندہ ہی در گور کر دیتے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا پر تشریف لائے تو ان سسکتی بچیوں پر اپنی رحمت کا سایہ کیا تو ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر کسی کی تین بیٹیاں ہوں اور بیٹا کوئی بھی نہ ہو تو پھر؟ آپ نے فرمایا تین تو کیا اگر ایک ہی بیٹی ہو آدمی اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، اسے اچھی تربیت دے تو اللہ تعالیٰ پالنے والے کو دوزخ کی آگ سے بچا لے گا۔

آج ہمارا معاشرہ جس تضاد کا شکار ہے وہ یہ کہ اگر کسی نے اپنے گھر میں نوکر رکھا ہوا ہے تو مالک اس کو انسان ہی نہیں سمجھتا اس کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔ آیئے ذرا آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک دیکھئے آپ کیا فرماتے ہیں۔

فرمایا یہ غلام (نوکر) تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاتے ہو انہیں بھی کھلاؤ جو خود پہنتے ہو انہیں بھی پہناؤ، ان سے ایسی مشقت نہ لو جوان کی طاقت سے باہر ہو۔

بیواؤں، یتیموں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیواؤں اور یتیموں مسکینوں کے حق میں کوشش کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا یا دن میں ہمیشہ روزہ رکھنے والا ہے، اور ساری رات جاگ کر اللہ اللہ کرنے والا ہے۔

یتیموں کے ساتھ پیار کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص صرف اللہ کی رضا کے لئے یتیم کے سر پر ہاتھ مہربانی سے رکھے گا تو اللہ تعالیٰ ہر بال کے عوض اس کو بھلائی دے گا اور دو انگلیاں کھڑی کر کے فرمایا جو یتیم کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گا وہ میرے ساتھ

جنت میں یوں داخل ہوگا جیسے یہ انگلیاں اکٹھی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی حضور! میرا دل بہت سخت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھ اور کسی مسکین کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلا۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ

جب معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام قاب قوسین او ادنیٰ پر فائز ہوئے تو بارگاہ رب العزت میں اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوتُ کا تحفہ پیش کیا تو باری تعالیٰ نے آپ سے یوں اظہار محبت فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ، اے نبی تم پر سلام ہو۔ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو یوں شامل فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ، ہم پر بھی سلام ہو اور اللہ کے نیک و صالح بندوں پر بھی۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال کرم اور کمال شفقت و محبت ہے کہ جس میں آپ نے اپنی امت کو شامل فرمالیا ورنہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شامل نہ بھی فرماتے تو کوئی آپ کو روکنے والا نہ تھا یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہربانی اور کمال شفقت و محبت ہے کہ آپ نے اپنی امت کو بھی شامل فرمالیا۔

مدینہ کے نواح میں ایک غریب بڑھیا تھی ایک دن بیمار ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ بوڑھی آخری سانسوں پر ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا اس کے بچنے کی امید نہیں آقا اٹھ کر چلے گئے تو صحابہ کرام کو فرما گئے جب بڑھیا دنیا سے کوچ کر جائے تو مجھے بلا لینا۔ جب وہ بڑھیا وفات پا گئی تو رات کا وقت تھا۔ صحابہ کرام نے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینا گوارا نہ کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع کئے بغیر اس کی تجہیز و تکفین کر دی۔ صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا! بڑھیا جو بیمار تھی اس کا کیا بنا؟ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! وہ رات کو وفات پا گئی ہم نے آپ کو تکلیف نہ دی کیونکہ وہ بوڑھی ایک غریب خاتون تھی۔ آپ نے فرمایا تم لوگوں نے غریب اور لاوارث سمجھا یہ بتاؤ وہ میری امتی تھی، میرا نام لیوا تھی۔ اس کے بعد آپ نے صحابہ کو ساتھ لیا اور اس کی قبر پر جا کر نماز جنازہ پڑھی۔ (روشنی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا رَحِیْمٌ بِالْبَهَائِمِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چوپاؤں کے ساتھ پیار کرنے والے

رحمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس کس کو اپنی پناہ نہیں دی اور کس کس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے خیرات نہیں پائی۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت انسانوں کے لئے عام تھی اسی طرح جانور بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے فیضیاب ہوتے۔ چنانچہ احادیث میں بکثرت ایسی روایات صحیحہ موجود ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے فیضیاب ہونے والی دوسری مخلوق کا ذکر ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی زمانہ میں ایک آدمی سفر کر رہا تھا۔ راستے میں اس کو سخت پیاس لگی اس کو ایک کنواں مل گیا، اس نے کنویں میں اتر کر پانی پیا پھر باہر آگیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا پیاس سے زبان منہ سے باہر نکالے ٹھنڈی ریت کو چاٹ رہا ہے۔ اس آدمی کے دل میں خیال آیا جس طرح مجھے پیاس نے تنگ کیا تھا اسی طرح اس جانور کتے کو بھی پیاس نے ستایا

ہے۔ چنانچہ وہ آدمی کنویں میں اترا اور اپنے دونوں جوتوں کو پانی سے بھرا پھر ان کو اپنے منہ سے پکڑا باہر آکر اس نے کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس قدر عزت افزائی فرمائی حتی کہ اسے بخش دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا چوپایوں کی خدمت میں بھی ہمیں ثواب ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر جاندار میں ثواب ہے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو بکری کا دودھ نکال رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے فلاں کچھ دودھ اس کے بچے کے لئے بھی چھوڑ دو کیونکہ یہ جانوروں کے ساتھ نیکی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں ایک اونٹ دیکھا۔ جب اس اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو اپنی بولی میں کچھ کہا اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اونٹ کے پاس گئے اور اس کے کانوں کے پیچھے ہاتھ پھیرا اونٹ چپ ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا اس اونٹ کا مالک کون ہے۔ ایک انصاری نوجوان نے سامنے آکر عرض کی یارسول اللہ! یہ اونٹ میرا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس چوپائے کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھے مالک بنایا ہے اللہ سے نہیں ڈرتا؟ اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور کثرت سے اسے تکلیف دیتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک عورت کی ایک بلی تھی وہ اس کو باندھے رکھتی تھی اسے کھلاتی پلاتی کچھ نہ تھی یہاں تک کہ وہ مر گئی اور وہ عورت بلی سے بدسلوکی کی وجہ سے

دوزخ میں چلی گئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم اپنے چوپایوں پر ہر وقت نہ بیٹھے رہا کرو اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے تابع کیا ہے تاکہ وہ تم کو اپنے شہروں میں پہنچادیں جہاں تم بغیر مشقت نہ پہنچتے اور تمہارے واسطے زمین بنائی تاکہ اس پر تم اپنی حاجتیں پوری کرلو۔

حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی جانور پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

ایک روز حضور ﷺ صحرا میں تھے اچانک آواز آئی یارسول اللہ! یارسول اللہ! حضور ﷺ نے آواز کی طرف توجہ فرمائی دیکھا ایک ہرنی ہے جس کو رسی سے باندھ دیا گیا ہے اور ایک اعرابی اس کے قریب چادر تان کر دھوپ میں سو رہا ہے۔ حضور ﷺ نے اس ہرنی سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے اس نے عرض کی یارسول اللہ! اس اعرابی نے مجھے شکار کیا ہے۔ میرے دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جو اس پہاڑ میں ہیں۔ حضور آزاد فرمائیں تاکہ میں دودھ پلا آؤں اور پھر لوٹ آؤں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم واقعی لوٹ آؤ گی۔ اس نے عرض کیا اگر میں نہ آؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دے۔ حضور ﷺ نے اس کی رسی کھول دی اور وہ دوڑتی ہوئی چلی گئی اور اپنے بچوں کو جاکر دودھ پلایا پھر تھوڑی دیر بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کی طرح پھر باندھ دیا۔ اتنے میں اعرابی بیدار ہوا حضور ﷺ کو کھڑے دیکھ کر کہنے لگا اے اللہ کے رسول کوئی حکم ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس ہرنی کو آزاد کردو۔ اس نے حکم کی فوراً تعمیل کی آزاد کردیا۔ دوڑتی ہوئی اچھلتی ہوئی چلی گئی اور خوشی کی

انتہا سے ساتھ ساتھ پڑھ رہی تھی اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔(الشفا)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض گھر والوں نے کچھ جانور رکھے ہوئے تھے۔ جب حضور ﷺ باہر نکلتے تو وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر اچھلنے لگتے اور جونہی آپ کی آمد کا احساس ہوتا تو وہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر استقبال کرتے۔ (دلائل النبوۃ)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا رَفِیْعُ الدَّرَجَاتِ ﷺ

بلند درجات والے

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ یہ رسول جن کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت بخشی ہے (نفس نبوت میں تو سب انبیاء کرام برابر ہیں مگر فضائل و مراتب کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہے)۔

آپ ﷺ کے رفیع الدرجات کہ آپ کے درجات کی بلندی کس قدر ہے؟ یہ ان کا خالق ہی جانتا ہے کہ آپ کی شان عظیم حد کمال کے اندر ہے یا باہر ہے۔ جن لوگوں نے آپ ﷺ کے فضائل و کمالات کو ایک حد کے اندر رکھا وہ آپ ﷺ کی بارگاہ کی حضوری سے محروم رہے اور جو لوگ حضور ﷺ کی ذات و صفات میں گم ہو گئے وہ آپ ﷺ کی شان محمدی کو ایک حد میں مقرر نہیں رکھتے۔

آپ ﷺ کی شان رفیع کا کیا کہنا کہ آپ سے پہلے آنے والے انبیاء کی نبوتیں ایک حد میں مقید تھیں یعنی ان کا دائرہ نبوت وسیع نہ تھا بلکہ زمانی

و مکانی حدود کے اندر تھا۔ مگر حضور ﷺ اس شان کمال کے نبی و رسول ہیں جب تک کائنات افق پر آفتاب اپنی تابانیوں کے ساتھ روشنی بکھیرتا رہے گا اس وقت تک نبوت محمدی کا پرچم لہراتا رہے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جب میں آسمانوں اور زمین کے کاموں سے جن کے پورا کرنے کا مجھے حکم دیا گیا فارغ ہوا تو میں نے اللہ رب العزت کے حضور عرض کیا کہ اے پروردگار! مجھ سے پہلے جتنے بھی تو نے انبیاء کرام بھیجے ہیں تو نے ان سب کو عزت بخشی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا، حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑ مسخر کر دیے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوائیں، جنات مسخر کر دیے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کر دیے، اے اللہ! تو نے میرے لئے کیا کیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیارے حبیب! کیا میں نے تجھے افضل چیز عطا نہیں فرمائی؟ جب میرا ذکر ہوگا تو وہاں تیرا بھی ذکر ہوگا اور میں نے آپ کی امت کے سینوں کو انجیلیں بنا دیا ہے یعنی قرآن کے لئے محفوظ بنا دیا ہے اور وہ قرآن کو زبانی پڑھے گی۔ اور یہ شرف میں نے کسی اور امت کو نہیں دیا اور میں نے تجھے عرش کے خزانوں میں ایک خزانہ عطا کیا یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، نہیں طاقت گناہ سے بچنے کی اور نہیں طاقت نیکی کرنے کی مگر اللہ کی مدد کے ساتھ۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کا یہ فرمانا کہ میں نے آپ کا ذکر بلند کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دنیا و آخرت میں یوں بلند فرمایا کہ کوئی خطیب اور کوئی کلمہ پڑھنے والا ایسا نہیں مگر وہ بلند آواز سے پکارتا ہے

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (در منثور)

حضرت شیخ بایزید بسطامی فرماتے ہیں:

عام مومنوں کے مقام کی انتہا ولیوں کے مقام کی ابتدا ہے۔

ولیوں کے مقام کی انتہا شہیدوں کے مقام کی ابتدا ہے۔

شہیدوں کے مقام کی انتہا صدیقوں کے مقام کی انتہا ہے۔

صدیقوں کے مقام کی انتہا نبیوں کے مقام کی انتہا ہے۔

نبیوں کے مقام کی انتہا رسولوں کے مقام کی ابتدا ہے۔

رسولوں کے مقام کی انتہا اولوالعزم کے مقام کی ابتدا ہے۔

اولوالعزم کے مقام کی انتہا حضور ﷺ کے مقام رفیع کی ابتدا ہے۔

اور آپ ﷺ کے مقام رفیع کو کوئی انسان نہیں جان سکتا۔

آپ ﷺ کی شان رفعت و منزلت کا کیا کہنا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی زندگی عطا فرمائی کہ کائنات عالم سے تمام حجابات آپ کی نگاہوں سے اٹھا دیئے گئے اور آپ ﷺ اپنی مرقد منورہ میں جلوہ افروز ساری کائنات کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور زمین کے تحت الثریٰ سے لے کر عرش علی تک آپ ﷺ کی نگاہوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

شیخ الرفاعی رحمتہ اللہ علیہ روضۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں:

یارسول اللہ! جب میں روضۂ اقدس پر پہنچ نہیں سکتا تھا تو اپنی روح کو بھیج دیتا تھا اور وہ میری نائب تھی اب میں خود آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، کرم فرمایئے اپنا دست مبارک نکالئے تا کہ میرے لب اس سے برکت حاصل کریں۔ تو رسول اکرم ﷺ کا دست مبارک باہر نکل آیا۔ (جواہر البحار)

آپ ﷺ کے درجات اس قدر بلند ہیں کہ آپ ﷺ نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ جب بیت المقدس میں آپ ﷺ پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہاں آپ کا استقبال کیا۔ پھر انبیاء کے ساتھ آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب سرکار آسمانوں پر جلوہ گر ہوئے تو چھٹے آسمان پر موجود پایا۔

یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے جو بیک وقت کئی جگہ پر موجود تھے تو آپ ﷺ کائنات کے گوشے گوشے میں موجود ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم ہیں اور آپ ﷺ اللہ کے حبیب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب طور پر آکر تجلیات الٰہی میں سے ایک صفاتی تجلی کا عکس دیکھا تو گر کر بیہوش ہو گئے اور جب آپ کو ہوش آیا تو آپ کی نگاہ تیس میل تک پتھر پر چلتی ہوئی چیونٹی بھی دیکھ لیتی مگر آپ ﷺ نے معراج کی رات مقام قاب قوسین او ادنیٰ پر فائز ہو کر جمال حق کا براہ راست نظارہ کیا اور گفتگو بھی ہوئی، بے ہوش بھی نہ ہوئے، وحشت بھی طاری نہ ہوئی بلکہ خالق اور مخلوق کی دونوں کمانیں آپس میں یوں ملیں کہ قرب اور بعد کی حدیں ہی ختم ہو گئیں۔

حضرت شیخ ابوالعباس المرسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر میں حضور کے دیدار سے ایک لحظہ بھی محجوب ہو جاؤں تو اس وقت میں اپنے آپ کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا۔ (جواہر البحار) کسی نے کیا خوب کہا

مِثَالُ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی فِیْ وُجُوْدِہٖ

بِسَائِرِ اَرْضِ اللّٰهِ وَالْعَجَمِ وَالْعَرَبِ

آپ ﷺ کے وجود کی مثال تمام روئے زمین عرب و عجم میں ہے

عَلٰی اَنَّهٗ فِیْ قَبْرِہٖ طَابَ تُرْبَۃٌ

بِطِیْبِ دَامَتْ مِنْہُ فِیْ صِلَةِ الْقُرْبِ

اس کے باوجود آپ اپنی قبر انور میں موجود ہیں جس کی خاک پاکیزہ سے اس کی پاکیزگی یا خوشبو سے قرب کا صلہ حاصل ہوتا ہے

کَبَدْرِ السَّمَآءِ فِی الْاُفُقِ بَارِ وَضَوْءُہٗ

یَعُمُّ جَمِیْعُ الْکَوْنِ فِی الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ

آسمان کے چاند کی طرح جو افق پر ظاہر ہے مگر اس کی روشنی تمام عالم شرق وغرب میں عام ہے۔(جواہر البحار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلزَّاهِرُ ﷺ

خوبصورت

حضور مدنی تاجدار ﷺ کے حسن مبارک کی تجلیوں کا کیا کہنا یہ تو کوئی ان سے پوچھے جو دن رات اپنے عربی ڈھولن کی بارگاہ میں بیٹھ کر آپ کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے حسن کا پوچھنا ہے تو بلال حبشی سے پوچھئے جنہوں نے ایک بار جمال یار کا نظارہ کیا تو دیکھ کر ہی نعمت ایمان سے سرفراز ہو گئے جو گرم کوئلوں پر، تپتی ہوئی ریت پر احد احد پکارتے رہے۔

آقا ﷺ کے حسن مبارک کی رعنائیوں کا کیا کہنا جو ایک بار حسن مصطفوی کی جھلک دیکھ لیتا وہ دوبارہ تکنے کے لئے تڑپتا رہتا۔

آقا ﷺ کے عاشق ایسے بھی تھے جب تک اپنے آقا کا دیدار نہ کر لیتے تو سکون نہ ملتا۔ ان کی روحانی غذا ہی حسن مصطفوی کی جھلک ہوتی تھی۔ غلام ایسے بھی تھے جو کہتے اگر مجھے آقا کا دیدار نصیب نہ ہو تو میری موت ہی واقع ہو جائے۔

ان غلاموں میں ایسے بھی تھے جو کہتے کہ مولا! جن آنکھوں نے تیرا

حبیب دیکھا ہے وہ کسی اور کی طرف دیکھنے کی آرزو نہیں رکھتیں اب تیرا پیارا حبیب دنیا سے چلا گیا اب تو ہماری آنکھیں بھی لے جا۔

قارئین محترم! یہ کیفیت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب محبت رسول دل میں جڑ پکڑ لیتی ہے۔ اگر کسی کے دل میں محبت نہ ہو تو کبھی محبت اس کی زبان سے ٹپکتی ہی نہیں۔ صحابہ کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جس میں وہ ہر وقت غوطہ زن رہتے۔ کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ کہ جنہوں نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن مبارک کی رعنائیوں سے اپنی روح کو معطر و معنبر کیا۔ کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ کہ جن کی آنکھوں میں حسن مصطفوی کے جلوے سمائے ہوئے تھے کہ جنہوں نے آقا کے دیدار فرحت سے اپنے قلب و باطن کو انوار سے روشن کیا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے الشفاء شریف میں فرمایا کہ

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک دریافت کیا کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک کثرت سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ امام حسن فرماتے ہیں میری آرزو یہ تھی کہ جو کچھ میں نے سنا وہ محفوظ کرلوں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اقدس بھاری تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور اس طرح چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند دمکتا ہے۔ درمیانہ قد والوں سے آپ لمبے اور بلند قامت آدمی سے دیکھنے میں نیچے معلوم ہوتے۔ سر اقدس بڑا اور بال مبارک شکن دار تھے لیکن کنگھی کرنے سے سیدھے بھی ہو جاتے بصورت دیگر کانوں کی لو سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ چمکدار، پیشانی کشادہ، حاجب باریک اور لمبے تھے لیکن ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے۔ ان کے درمیان ایک باریک رگ تھی جو غصے کے وقت ابھرتی تھی۔ بینی مبارک نورانی اور بلند تھی جس نے اسے غور سے نہ دیکھا ہوتا وہ باریک اور لمبی گمان کرتا۔ ریش مبارک بھاری، چشمان مبارک گہری سیاہ، جن میں ہلکی سی سرخی کی جھلک تھی، رخسار مبارک صاف شفاف، دہن اقدس مناسب کھلا ہوا، خوبصورت اور سفید دندان مبارک جدا جدا تھے۔

سینے پر بالوں کی باریک سی دھاری، گویا چاندی کی صراحی یا خوبصورت اور سرخی مائل سفید تصویر گردن کی مانند، درمیانہ قد، مضبوط بدن، شکم اطہر اور سینۂ انور سامنے سے برابر تھے۔ سینۂ مبارک کشادہ، دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ، گیسو مبارک گھنے، گردن کے نچلے حصے اور ناف کے درمیان بالوں کی باریک سی دھاری تھی جو خط سا دکھائی دیتی۔ اس دھاری میں بال کم اور نورانی تھے۔ چھاتی اور شکم اطہر بالوں سے خالی، ان کے علاوہ بازوؤں اور کندھوں پر بال تھے۔

کلائی بڑھی، ہتھیلی کشادہ اور ہاتھ پیر کی انگلیاں موٹی اور لمبی تھیں۔ پاؤں مبارک ابھرے جو زمین سے اٹھے رہتے۔ قدم مبارک صاف اور نرم تھے جن کے اوپر پانی نہ ٹھہرتا تھا۔ زمین سے اٹھتے تو پوری قوت سے اور چلتے وقت آگے کی طرف تھوڑا سا جھکاؤ رکھتے۔ تیز بھی چلتے تو آرام سے۔

جب کسی جانب توجہ فرماتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے نگاہیں مبارک نیچی رکھتے تھے۔ آپ کی نظر آسمان کی نسبت زمین کی جانب زیادہ رہتی تھی۔ آپ کا ملاحظہ فرمانا ایک جھلک کی مانند ہوتا تھا۔ صحابہ کرام کے

پیچھے چلتے اور جو بھی ملتا اسے پہلے سلام کرتے۔

قارئین محترم! صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہی نے دنیا کے تاجدار بنادیا۔ آج بھی وہ لوگ جن کے دل میں انگ انگ رگ رگ میں اپنے آقا مولا کی محبت سمائی ہوئی ہے حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان نے اپنے سلام میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ہر ادا کا ذکر کیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا **اَلزَّكِیُّ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پاک

اتنے پاکیزہ کہ جن کی طہارت نسبی کا خود رب تعالیٰ گواہ۔
اتنے پاکیزہ کہ جن کی زندگی ہر قسم کی ناپاکی سے منزہ مزکی۔
اتنے پاکیزہ کہ جن کی حیات طیبہ کی پاکیزگی سے زمین بھی پاک ہو جائے۔
اتنے پاکیزہ کہ جن کے اخلاق طیبہ سے ناپاک بھی پاک ہو جائیں۔
اتنے پاکیزہ کہ جن کی پاکیزگی سے کعبہ بھی بتوں سے پاک ہو جائے۔
اتنے پاکیزہ کہ جن کے بول و براز اور خون بھی پاک ہوں۔

حضرت مولانا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد میں نے جسم اطہر کو غسل دیا۔ اس میں کسی قسم کی آلودگی اور نجاست کا نشان تک بھی نہ تھا جو عام طور پر ہر میت میں پائی جاتی ہے۔ میں اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حالت میں ایسی نظافت و پاکیزگی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے کہا طِبْتَ حَیًّا وَّمَیِّتًا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ زندگی میں بھی پاک تھے اور وصال کے بعد بھی

پاک وطاہر اور پاکیزہ ہیں۔

جنگ احد کے موقع پر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک میں جب خود کی کڑیاں چبھ گئیں حضرت مالک بن سنان نے اپنے دانتوں سے ان کڑیوں کو نکالا اور جب اس زخم سے خون بہنے لگا تو حضرت مالک نے اس کو چوس لیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا اے مالک! خون ناپاک ہوتا ہے کیوں چوسا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور بشارت کی نوید دی اے مالک! تجھے کبھی آگ نہیں چھوئے گی۔(ضیاء النبی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ بیت الخلاء جاتے ہیں مگر وہاں کوئی گندگی نظر نہیں آتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! تم نہیں جانتی انبیاء کے وجود سے نکلنے والی ہر چیز کو زمین نگل جاتی ہے وہاں کچھ نظر نہیں آتا۔(دلائل النبوۃ)

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک صحابی کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا رفع حاجت کے لئے دور تشریف لے گئے جب واپس آئے تو میں اس جگہ پہنچا دیکھا کہ وہاں سوائے تین ڈھیلوں کے اور کچھ بھی نہیں۔ جب میں نے ان ڈھیلوں کو اٹھایا تو ان سے کستوری جیسی مہک آ رہی تھی۔ میں ان کو گھر لے آیا اور جب جمعہ کا دن آتا میں ان کو آستین میں رکھ کر مسجد میں آتا اور ایسی پیاری خوشبو مہکتی کہ ہر قسم کی خوشبو پر غالب آجاتی۔(شرح الشفاء)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو زمین میں شگاف پڑ جاتا جو نگل جاتی اور وہاں سے کستوری جیسی خوشبو نکلتی۔(مدارج النبوت)

آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں دو خواتین تھیں ایک کا نام برکت اور دوسری کا نام ام ایمن۔ ام ایمن کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چارپائی کے نیچے ایک پیالہ تھا جس میں آپ کا بول مبارک تھا۔ ایک رات مجھے پیاس لگی چنانچہ میں نے اٹھ کر اس پیالہ کو اٹھایا اور پانی سمجھ کر پی لیا۔ جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اُمّ ایمن! وہ پیالہ اٹھا کر اس میں جو کچھ ہے زمین پر ڈال دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس پیالہ میں جو کچھ بھی تھا میں نے پی لیا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کی داڑھ مبارک ظاہر ہو گئی پھر فرمایا:

لَا يَجْفُرُ بَطْنُكِ بَعْدَهُ اَبَدًا فِيْ لَفْظٍ لَا تَلِجُ النَّارَ بَطْنُكِ.

آئندہ تیرا پیٹ کبھی درد نہیں کرے گا اور نہ دوزخ میں جائے گا۔
(دلائل النبوۃ ابی نعیم)

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے۔ حجام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون مبارک ایک برتن میں رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو حکم فرمایا یہ خون لے جاؤ اور کسی پاک جگہ پر ڈال دو۔ آپ لے کر چلے گئے ادھر ادھر دھیان مارا کوئی جگہ نظر نہ آئی جہاں آقا کا خون مبارک ڈالا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد سوچا کہ کیوں نہ میں خود ہی پی جاؤں۔ چنانچہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وہ خون مبارک خود پی گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گئے پوچھا کہ اے ابن زبیر کہاں انڈیل کر آئے ہو؟ عرض کیا حضور! مجھے موزوں جگہ نظر نہ آئی تو میں نے آپ کے خون مبارک کو پی لیا ہے۔

سبحان اللہ! آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر غصہ ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا اور یہ بھی نہ فرمایا خون پلید ہوتا ہے، پینا حرام ہے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اب تیرے اندر ایسی قوت و شجاعت پیدا ہو گی جو بھی دشمن تمہارے ساتھ لڑائی کرے گا اس کو موت کے گھاٹ اتار دو گے۔

آپ نے فرمایا وَيْلٌ لَكَ مِنَ النَّاسِ وَيْلٌ لَهُمْ مِنْكَ.

جو تم سے لڑیں گے تمہاری طرف سے ان پر ہلاکت ہو گی وہ تمہاری ہلاکت کا باعث بنیں گے۔ (ضیاء النبی)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر بھی پاک، خون مبارک بھی پاک، بول مبارک بھی پاک، براز مبارک بھی پاک، گو کہ آپ نے پینے کا حکم نہ فرمایا تھا مگر جنھوں نے پی لیا ان کو پلید نہ کہا نہ منہ دھونے کا حکم دیا بلکہ پینے والوں کو دوزخ سے آزاد کر دیا اور کسی پینے والے کو طاقتور بنا دیا۔

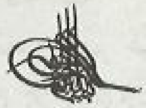

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا زَیْنُ الْمَعَاشِرِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جماعتوں کی زینت

ماہ تمام عالم امکاں باعث تخلیق کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کی مجلس میں جلوہ افروز ہوتے تو دیکھنے والے یہ محسوس کرتے جیسے چودھویں کا چاند تاروں کے جھرمٹ میں اپنی نورانیت سے دنیا کو ٹھنڈک پہنچا رہا ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَكَيْفَ الْحَيَاةُ لِفَقْدِ الْحَبِيْبِ

وَزَيْنِ الْمَعَاشِرِ وَالْمَشْهَدِ

حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کے بعد زندگی کا کیا مزا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محفلوں میں جماعتوں کی زینت تھے

فَلَيْتَ الْمَمَاتُ لَنَا كُلِّنَا

فَكُنَّا جَمِيْعًا مَعَ الْمُهْتَدِى

کاش ہمیں موت ایک ساتھ آتی آخر ہم زندگی میں اکٹھے تھے

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے جذبات کا یوں اظہار کرتے ہیں:

فِيْنَا الرَّسُوْلُ وَفِيْنَا الْحَقُّ نَتْبَعُهٗ
حَتّٰى الْمَمَاتِ وَنَصْرٌ غَيْرُ مَحْدُوْدِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہم میں موجود ہیں اور حق بھی موجود ہے۔ جس کی آخر دم تک ہم پیروی کرتے رہیں گے اس کے علاوہ ختم نہ ہونے والی اللہ کی مدد بھی ہمیں حاصل ہے۔

نَبِیٌّ يَرٰى مَالَا يَرَى النَّاسُ حَوْلَهٗ
وَيَتْلُوْا كِتَابَ اللّٰهِ فِىْ كُلِّ مَسْجِدِ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگ جو کچھ نہ دیکھ سکتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ سکتے تھے اور ہر سجدہ میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے۔

وَهَلْ عَدَلَتْ يَوْمًا رَزِيَّةُ هَالِكٍ
رَزِيَّةَ يَوْمٍ مَاتَ فِيْهِ مُحَمَّدُ

جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اس دن کی مصیبت کے برابر کسی اور دن کی مصیبت نہیں ہو سکتی۔ جس دن میں کوئی شخص اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہو۔

جو بھی جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ پر نور کو ایک بار دیکھ لیتا وہ بار بار دیکھنے کی آرزو کرتا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ اکٹھے ہو گئے۔ دیکھنے والوں میں میں بھی شامل تھا۔ جب میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ مبارک کی دلفریب رعنائیوں کو دیکھا تو میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ اتنا حسین چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلی بات جو میں نے آپ کی زبان مبارک سے سنی وہ یہ تھی کہ اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ،

جب لوگ رات کو سو رہے ہوں تو اس وقت نماز پڑھو تو سلامتی کے ساتھ جنت میں جاؤ گے۔ (تاریخ ابن کثیر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جن دنوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ منورہ کی ہر جگہ روشن ہو گئی۔ (طبقات الکبریٰ)

جانِ جہان کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک یثرب میں لگے ہی تھے تو وہ یثرب مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن گیا۔

سبحان اللہ! سردار انبیاء شاہد کبریا کا استقبال ہو رہا ہے۔ ہر طرف محبت اور کیفیت کا سماں ہے۔ ہر کوئی بچہ، بوڑھا، جوان، مرد، عورت جمال محمدی کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب ہے۔ اللہ اللہ! محبوب رب العالمین آ رہے ہیں تو بنو نجار کی بچیاں دف بجا کر کملی والے کا استقبال کر رہی ہیں تو کہتی ہیں

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوِدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بحر بیکراں میں ڈوبے ہوئے لوگ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کر رہے ہیں آخر ایک شخص نے مہار پکڑی تو کملی والے نے فرمایا چھوڑ دو یہ اللہ کے حکم کی پابند ہے جہاں حکم ہو گا وہیں بیٹھ جائے گی بالآخر ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے ناقہ بیٹھ گئی تو وہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا مسکن بنایا۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جس محبت اور وارفتگی کا عملی ثبوت پیش کیا یہ انہیں کا کمال تھا۔ اس جاں نثار نے اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر دیدہ و دل فرش راہ کیے تو عرض کی حضور! میرا دو منزلہ مکان ہے اوپر والی منزل

میں آپ رہیں اور نیچے والی منزل میں یہ آپ کا خادم رہے گا۔ مگر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نیچے ہی بہتر ہوں کیونکہ باہر سے آنے والوں کو سہولت رہے گی اور تمہارے گھر والوں کو بھی تکلیف نہ ہو گی۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم کھانا تیار کر کے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے جو کھانا حضور تناول فرما لیتے باقی ہمیں بھیج دیتے اور جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلیوں کے مقدس نشان ہوتے تو ہم وہاں سے کھاتے۔

علامہ طنطاوی فرماتے ہیں اگر ممکن ہوتا تو مدینہ منورہ والے اپنے دلوں کو نکال کر فرش پر بچھا دیتے اور محبوب اس بچی ہوئی راہ پر چلتے۔ (مدینۃ الرسول)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو جتنی خوشی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر ہوئی اتنی کبھی نہ ہوئی حتیٰ کہ میں نے عورتوں، بچیوں اور لونڈیوں سے سنا وہ کہتے تھے یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ہیں، تشریف لے آئے ہیں۔ (طبقات الکبریٰ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا سِرَاجُ الدُّجٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اندھیروں کے چراغ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَغَرُّ عَلَیْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتِمٌ
مِنَ اللّٰهِ مَشْهُوْدٌ یَلُوْحُ وَیُشْهَدُ

یہ ہیں وہ جن پر مہر نبوت چمک رہی ہے، اللہ کی طرف سے یہ شہادت ہے جو چمکتی ہے اور دیکھی جاتی ہے

فَاَمْسٰی سِرَاجًا مُسْتَنِیْرًا وَّ هَادِیًا
یَلُوْحُ لَهَا لَاحَ الصَّیْقَلُ الْمُهَنَّدُ

یہ نبی آئے روشن چراغ لے کر اور رہنما ہو گئے، وہ اس طرح چمکے جیسے صیقل کی ہوئی ہندی تلوار چمکتی ہے

وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِیُجِلَّهٗ
فَذُوْا الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ هٰذَا مُحَمَّدٌ

اللہ نے ان کا نام ان کے اعزاز کیلئے اپنے نام سے مشتق کیا، صاحب

عرش محمود ہے اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

نَبِیٌّ اَتَانَا بَعْدَ بَأْسٍ وَّفَتْرَۃٍ
مِنَ الرُّسُلِ وَالْاَوْثَانُ فِی الْاَرْضِ تُعْبَدُ

یہ ایسے نبی ہیں جو ہمارے پاس ایک خوف اور طویل وقفہ کے بعد آئے اور یہ حال تھا کہ زمین میں بت پوجے جا رہے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَتٰی یَبْدُ فِی الدَّاجِی الْبَھِیْمِ جَبِیْنُہٗ
یَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجٰی الْمُتَوَقِّدِ

اندھیری رات میں ان کی پیشانی نظر آتی ہے، تو اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ

فَمَنْ کَانَ اَوْ مَنْ قَدْ یَکُوْنُ کَاَحْمَدِ
نِظَامٌ لِّحَقٍّ اَوْ نَکَالٌ لِّمُلْحِدِ

احمد مجتبیٰ جیسا کون ہوگا اور کون تھا، حق کا نظام قائم کرنے والا

امام العشاق قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے شفا شریف میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء ادا کی تو بارش آگئی۔ آپ نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ایک چھڑی دی کھجور کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو لے کر چلو یہ عنقریب روشن ہو گی دس گز آگے اور دس گز پیچھے۔ جب تو اپنے گھر میں داخل ہو گا وہاں ایک سیاہ رنگ کی چیز دیکھے گا اس لکڑی کے ساتھ مارنا حتیٰ کہ وہ تیرے گھر سے نکل جائے وہ شیطان ہو گا۔ پھر آپ گھر کی طرف چل پڑے تو چھڑی روشن ہو گئی وہاں ایک سیاہ

رنگ کی چیز ملی آپ نے چھڑی ماری تو وہ بھاگ گئی۔

جن کے چہرۂ اقدس کی نورانیت کو قرآن بیان کرے تو کون بدبخت ہے جو اس روئے تاباں کی ضیا پاشیوں کا انکار کرے۔ وہی ہو گا جو ابوجہل، ابولہب جیسی سیرت کا حامل ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کَانَ الرَّسُوْلُ یَرٰی فِی الَّیْلِ فِی الظُّلْمَۃِ کَمَا یَرٰی بِالنَّھَارِ فِی الضَّوْءِ. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی تاریکی میں بھی اس طرح دیکھتے جس طرح دن کے اجالے میں دیکھتے۔ (ضیاء النبی بحوالہ ابن عساکر)

ابن عساکر ہی سے روایت ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں کوئی کپڑا سی رہی تھی، رات کا وقت تھا، گھر میں کوئی چراغ روشن نہ تھا اچانک میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی میں نے بہت ہاتھ مارا مگر سوئی نہ ملی۔ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے آنے سے سارا کمرہ نورٌ علیٰ نور ہو گیا تو مجھے سوئی مل گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب ہائے مبارک کشادہ تھے جب گفتگو فرماتے تو ایسا دکھائی دیتا گویا کہ سامنے والے دندان مبارک کی کشادگی کے درمیان سے نور نکل رہا ہے۔ (مدارج النبوت)

سبحان اللہ! اہل محبت تو دلائل کے محتاج نہیں ہوتے۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلقہ غلامی میں آنے والے کئی ایسے بیدار بخت

جنہوں نے چہرۂ انور سے نکلنے والے نور ہی کو دیکھ کر کلمہ پڑھ لیا مزید کسی معجزہ کے محتاج نہ ہوئے۔ چہرۂ انور کو دیکھ کر ہی یقین کر لیتے کہ جس ہستی کا اتنا حسین چہرہ ہے کبھی جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ یقیناً جو کچھ یہ لے کر آئے ہیں وہ سچا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے غلاموں میں جلوہ افروز ہوتے بڑے ہی جلیل القدر معلوم ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور یوں چمکتا جس طرح چودھویں کا چاند۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا

فَجَمَالُهٗ مُجْلِی لِکُلِّ جَمِیْلَةٍ　　وَلَهٗ مَنَارُ کُلِّ وَجْهٍ نَیِّرٍ

(سبحان اللہ!) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن تمام حسین چہروں کے لئے آئینہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ایک روشن مینار، جو کائنات کی ہر چیز کو روشن کر رہے ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں بروایت حضرت ابوہریرہ

مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ اِذَا ضَحِكَ یَتَلَاْلَاُ فِی الْجُدُرِ. (ترمذی)

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خوبصورت میں نے کوئی نہیں دیکھا یوں معلوم ہوتا ہے جیسے سورج آپ کے چہرۂ اقدس میں چل رہا ہے۔ آپ ہنستے تو دیواریں بھی روشن ہو جاتیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ صلی اللہ علیہ وسلم

دنیا و آخرت کے سردار

آنحضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شان و عظمت کے مالک ہیں کہ کائنات افق پر چار دانگ عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیادت کا پرچم لہراتا رہے گا کبھی سرنگوں نہ ہوگا۔ جن کے پرچم سرنگوں ہوتے ہیں وہ دنیا کے سربراہ یا بادشاہ ہوتے ہیں جن کی سرداری کچھ وقت تک یا کچھ سالوں کے لئے ہوتی ہے مگر یہ شرف و بزرگی اور قدر و منزلت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو حاصل ہے کہ آپ کی سیادت و نبوت و رسالت کا پرچم ہمیشہ کے لئے آسمانوں کی فضائے بسیط میں بھی لہراتا رہے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان سیادت کا کیا کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جو بھی نبی آیا کبھی کسی نبی نے نہ کہا کہ میری نبوت و رسالت حتمی ہے بلکہ یہی کہتے کہ ہمارے بعد ایک ایسا آنے والا آرہا ہے جس کے نعلین پاک کی خیرات کا صدقہ ہمیں اس عزو شرف سے نواز گیا۔ ملاحظہ فرمائیں ذرا موجودہ انجیل برنباس کیا کہتی ہے:

تحقیق خدا کی نشانیاں جو اللہ میرے ہاتھ سے نمایاں کرتا ہے وہ ظاہر کرتی ہیں کہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا کہتے ہیں اور میں اپنے آپ کو اس کا مانند نہیں شمار کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو کیونکہ میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نعلین کے تسمے کھولوں جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور میرے بعد آئے گا۔ وہ بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے دین کی انتہا نہ ہوگی۔ (انجیل برنباس فصل ۴۲ صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ لاہور ۱۹۱۶)

موسیٰ کی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارا اللہ عنقریب مسیحا بھیجے گا جو کہ ہمیں اللہ کے ارادہ کی خبر دینے آئے گا اور دنیا کے لئے اللہ کی رحمت لائے گا۔ (لوگوں نے کہا اے عیسیٰ) تو ہمیں بتا کیا تو ہی اللہ کا مسیا ہے جس کے ہم منتظر ہیں تو یسوع نے جواب دیا یہ بات حق ہے کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے مگر وہ مسیا میں نہیں ہوں وہ مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور میرے بعد آئے گا۔ (انجیل برناس فصل ۹۶ صفحہ ۱۹۳)

کاہن نے جواب میں کہا کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے۔ یسوع نے جواب دیا: اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے مگر جھوٹے نبیوں کی بھاری تعداد آئے گی اور یہی بات ہے جس کا مجھے رنج ہے۔ (انجیل برناس فصل ۹۷ صفحہ ۱۹۵)

قارئین محترم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیادت کا اعلان ہر دور میں آنے والے نبی نے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات و تصرفات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رفعت و کمال کا ذکر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کاملہ کا شرف پانے والے اصحاب باکمال کا ذکر بھی سابقہ آسمانی کتب میں موجود تھا جس کا ثبوت

موجودہ دور کی اناجیل میں کہیں نہ کہیں ضرور ملتا ہے حالانکہ عالم عیسائیت کے تعصب کا کیا کہنا کہ اتنا ردوبدل کرنے کے باوجود بھی حقائق پر پردہ نہ ڈال سکے۔ یہی سیادت و قیادت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ جن کی عظمت کے سامنے بڑے بڑے منکر بھی سرنگوں ہو جاتے ہیں۔

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سید کا لفظ اسی لئے استعمال کیا گیا ہے کہ دنیا میں تشریف آوری سے قبل ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفعت و کمال کا ڈنکا بج چکا تھا اور یہود و نصاریٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے دوران جنگ کافروں پر فتح و نصرت کی دعائیں کیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان کے گواہ بھی تھے۔ قرآن ان الفاظ کے ساتھ اس بات کا ذکر کر رہا ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (الاعراف) جو لوگ پیروی کرتے ہیں اس رسول اور نبی امی کی جس کے ذکر کو تورات و انجیل میں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ ہر دور میں لوگوں کی پناہ گاہ رہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بڑھ کر اس بات کا مستحق اور ہو بھی کون سکتا ہے جو اس شان کا لائق ہو کہ جس کی بارگاہ ملجا و ماویٰ ہو۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کے واسطے سے قبول ہوئی۔ (مولانا اشرف علی تھانوی نشر الطیب)۔ جب عالم ارواح میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیادت و صدارت ہی کا میثاق تھا جس کے سامنے سب انبیاء و مرسلین سر تسلیم خم کر گئے تو حضور اول تا آخر سب نبیوں کے سردار بھی ہوئے اور سب کے امام بھی۔ اس سے معلوم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل و اعلیٰ نہ کوئی

نبی ہو سکتا ہے نہ کوئی رسول۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاست و قیادت کا ڈنکا تا قیام قیامت بجتا رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب اولین و آخرین کے سردار ہیں تو آپ کی سیادت کے ہوتے ہوئے کسی اور بناوٹی سردار کی ضرورت نہیں۔

سید اسے کہتے ہیں کہ یَلْجَأُ اِلَیْهِ النَّاسُ فِیْ حَوَآئِجِهِمْ جس کی طرف لوگ لیں اپنی حاجتیں لے کر آئیں۔ جب بارگاہ سید کائنات کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے جو قیامت کے دن بھی بند نہ ہو گا تو پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کسی من گھڑت سردار کی۔ راقم کا اشارہ مرزا قادیانی کی طرف ہے جس نے دنیا کی ناپائیدار دولت کی خاطر نبوت کا جھوٹ دعویٰ کیا اور اپنی موت آپ مر گیا مگر بعد میں آنے والوں میں ایسا فتنہ ڈال گیا کہ آج مسلمان پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کی گردنیں مار رہے ہیں۔ اس نے ایک ڈھونگ رچایا مگر اس کے ماننے والے شیطانوں نے اسے حقیقت کا جامہ پہنایا اور کئی ایمانداروں کو اس شیطانی جال میں پھنسا کر ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا۔ اللہ اس قوم کو اس فتنے سے بچائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سادت پر اکتفا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

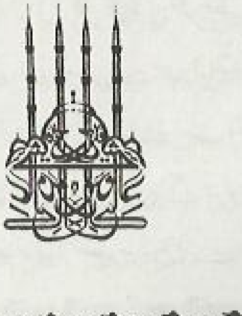

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلسَّمِیْعُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سننے والے

مظہر تجلیات الٰہیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ سماعت بھی بہت بڑے اعجاز کی حامل تھی۔ منکرین تو ہر اس روایت و حدیث کا انکار کرتے ہیں جس سے آپ کی عظمت کا پہلو اجاگر ہو۔ کیونکہ ان لوگوں نے سبق ہی یہی پڑھا ہے کہ اس واقعہ یا روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کا پہلو اجاگر ہو اس حدیث کی سند کے راویوں کا ضعف اور کمزوریاں تلاش کرنا شروع کر دیں گے اور کرتے بھی ہیں۔

ایسے واقعات اسی وقت رونما ہوتے ہیں جب انسان عظمت رسالت کو عقل کا غلام بن کر تسلیم کرے۔ اور حقیقت میں دین کے اندر خرابیاں بھی اسی وقت جنم لیتی ہیں جب ہر بات کو عقل پر رکھ کر پرکھا جائے۔ اگر عشق کا غلام بن کر عظمت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو کو دیکھیں گے تو قدم قدم پر عشق [illegible] اور محبت اولیس رہنمائی کرے گی۔ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام معجزات و تصرفات کو مانا جائے اور دل

وجان سے تسلیم کیا جائے۔ صحابہ کرام بلغ العلیٰ بکمالہ کے کمال کے مظہر اور کشف الدجی بجمالہ کے جمال کے مظہر اسی وقت بنے جب انہوں نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ورفعت کو دل سے مانا۔ جن لوگوں نے ذرا سا بھی شک کیا وہ یا تو کافر ہوئے یا منافق۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی بنے جنہوں نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چون وچرا تو درکنار ذرا سی حرکت کرنا بھی گستاخی سمجھا۔ یہی وہ خوش نصیب تھے جن کے ایمان کو قرآن آج بھی ہدایت کا سرٹیفکیٹ قرار دے رہا ہے۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (اے اصحاب رسول) اگر ان کا ایمان تمہارے جیسا ہو گیا تو وہ یقیناً کامیاب ہوں گے۔

آیئے ذرا آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ سماعت کا عالم ملاحظہ فرمایئے اور اپنے ایمان کو جلا بخشیے۔

عمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ پرضیاء تکتا رہا۔ اس پر آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے چچا جان کیا بات ہے؟ عرض کی اے میرے پیارے بھتیجے گو کہ میں مسلمان اب ہوا ہوں مگر میں آپ کی ذات گرامی سے بچپن سے متاثر ہوں۔ اس لئے کہ جب آپ جھولے (پنگھوڑے) میں تھے آپ چاند سے گفتگو کرتے اور جدھر آپ انگلی کا اشارہ کرتے چاند اسی طرف جھک جاتا۔ (خصائص الکبری)

اس پر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے میرے چچا جان یہ تو بعد کی باتیں ہیں میں آپ کو اس وقت کی بات بتاتا ہوں جب میں شکم مادر میں تھا۔

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے

میں ماں کے شکم میں لوح محفوظ پر چلنے والی قلم کی آواز سنتا تھا اور اسی طرح شکم مادر ہی میں چاند کے عرش عظیم کے سامنے رب کو سجدہ ریز ہونے کی آواز کو سنتا تھا۔ (شرح سلام رضا)

ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے اور وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ آسمان بوجھ سے چرچر کرنے لگا اور اس کو کرنا بھی چاہئے تھا کیونکہ اس پر چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں ایک فرشتہ اللہ کے حضور پیشانی نہ رکھے ہو۔ (خصائص الکبریٰ)

طبرانی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوایوب سے یوں خطاب فرمایا کہ اے ابوایوب! اَتَسْمَعُ مَآ اَسْمَعُ اَسْمَعُ اَصْوَاتَ الْيَهُوْدِ فِىْ قُبُوْرِهِمْ۔

کیا تم سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی فرمادیا جو یہودی قبروں میں دفن ہیں میں ان (کے عذاب قبر) کی آواز سن رہا ہوں۔

مستدرک نے حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم ایک دن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے تھے کہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! یہ کس کے سلام کا جواب دیا ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ میرے پاس سے سلام کر کے گزرے یہ ان کے اس سلام کا جواب تھا۔

قرآن حکیم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا جب وہ وادی نمل کے قریب سے گزرے تو چیونٹی کی سردار نے کہا اے چیونٹیو!

اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ کہیں سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں کچل نہ دے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل دور کی مسافت پر اس کی آواز کو سن لیا۔ تو آپ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا، اس کی بات سے مسکرا پڑے۔

اگر سلیمان علیہ السلام کی قوتِ سماعت پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ سماعت پر کسی کو اعتراض کرنے کی کیا ضرورت کیوں پیش آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان فتنہ بازیوں سے بچائے۔

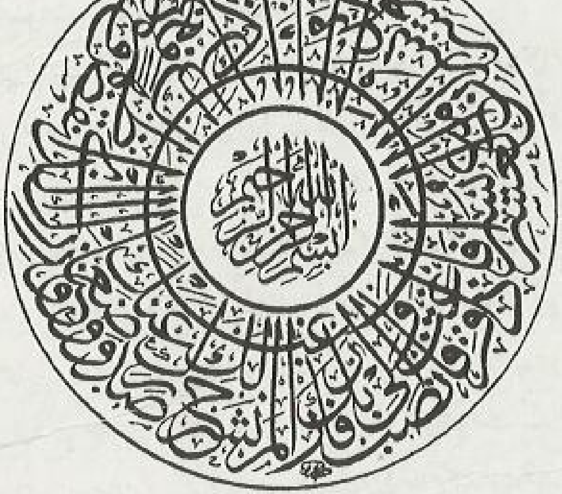

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اَلسِّرَاجُ الْمُنِیْرُ ﷺ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا

روشن چراغ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس وصف عظیم کا ذکر قرآن حکیم نے ان الفاظ میں کیا:

دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ اللہ کے اذن سے اس کی طرف بلانے والے اور روشن چراغ۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ آپ اپنی زبان حق سے تو داعی الی اللہ کے وصف سے متصف تھے اور قلب منور کی وجہ سے روشن چراغ تھے۔ جن کے انوار باطنیہ سے فیض پا کر دوسرے اس رنگ میں رنگے جاتے۔ (مظہری)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سراج منیر اس لئے کہا گیا کہ ایک چراغ سے بے شمار چراغ جلائے جاتے ہیں لیکن پہلے چراغ کی روشنی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اس لئے جتنے بھی چراغ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلائے وہ اپنی آب و تاب کے ساتھ ایسے جلے کہ دنیا پر انہوں نے انمٹ نقوش چھوڑے

مگر جس چراغ سے انہوں نے روشنی حاصل کی وہاں روشنی کم نہ ہوئی۔

حضرت قبلہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے بہت پیارا نکتہ بیان فرمایا ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس آیت میں فرمایا گیا "چمکانے والے" قرآن حکیم میں آفتاب کو بھی فرمایا گیا ہے سِرَاجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا، اگر مراد سورج ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان ہدایت کے سورج ہیں کہ سورج سے ہی سب روشن ہوتے ہیں وہ کسی سے روشن نہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب منور مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سے بھی مستنیر نہیں۔ اگر اس کے معنی چراغ کئے جائیں تو بھی مثل درست ہے۔ چراغ سے تاریکی دور ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تاریکی وجہل وکفر دور ہوئی، چراغ سے گمی ہوئی چیز تلاش کی جاتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گم ہوئی راہ ہدایت ملی۔ چراغ گھر والوں کے لئے رحمت ہے اور چوروں کے لئے زحمت ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومن کے محافظ اور شیطان چور کو دفع فرمانے والے۔ ایک سے ہزاروں چراغ جلاؤ مگر چراغ کے نور میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے سب منور مگر نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کمی نہیں۔ چراغ ہر طرف اپنا نور دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ہر طرف منور فرمایا فرش کو بھی عرش کو بھی۔ چراغ کی آگ اوپر جاتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی معراج کی رات اوپر تشریف لے گئے جہاں کوئی فرشتہ بھی نہ پہنچ سکے۔ چراغ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ پاک کو چمکا کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

منیر اس لئے فرمایا گیا کہ چراغ کے نیچے اندھیرا ہوتا ہے مگر یہ چراغ نیچے اور اوپر ہر طرف روشنی دیتا ہے اور چراغ صرف ظاہر کو چمکاتے ہیں مگر

یہ چراغ ظاہر وباطن دونوں۔ اور چراغ ہوا سے بجھ جاتا ہے مگر جو چراغ محمدی کو بجھانا چاہتے تھے وہ خود بجھ گئے اور چراغ دن کے وقت بیکار رہتا ہے مگر یہ چراغ ہمیشہ منور کرنے والا ہے۔

رات میں ہر گلی کوچہ میں مختلف چراغوں، بجلیوں سے روشنی لی جاتی ہے مگر آفتاب نکلتے ہی سب بجھا دیئے جاتے ہیں۔ پہلے ہر شہر ہر قبیلے میں انبیاء تھے اب صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ہی سارے جہاں میں ہے۔ رات میں چوری ہوتی ہے دن میں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کتب الٰہیہ میں چوری ہوئی، تحریفیں کی گئیں، شیاطین بھی ملائکہ کی باتوں کی چوری کرتے تھے۔ اس آفتاب نبوت محمدی کے چمکتے ہی ساری چوریاں بند ہو گئیں۔ قرآن میں چوری ناممکن ہو گئی۔ شیاطین چوروں کا آسمانوں پر جانا بند ہو گیا اسے رجم کیا جانے لگا کیونکہ آفتاب ہدایت طلوع ہو گیا اور دن نکل آیا۔

(شان حبیب الرحمٰن)

قارئین محترم! مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہ کی تصریح وتشریح کے بعد اب کوئی گنجائش نہیں رہی اسے آگے بڑھایا جائے۔ مگر کیا کیا جائے ان لوگوں سے جو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کے منکر ہیں۔ دیکھئے منکرین نورانیت مصطفیٰ کیا کیا داؤ لگاتے ہیں اور کیسے سلجھے ہوئے طریقے کے ساتھ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت کا انکار کرتے ہیں۔

مشہور سیرت نگار شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی نے اپنی کتاب سیرت النبی جلد سوم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ "اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ" کے بارے لکھا ہے کہ اس کا صحیح ہونا ان کے نزدیک بالکل غلط ہے۔ کہتے ہیں کہ اس روایت کا پتا احادیث کے دفتر میں مجھے نہیں ملا البتہ حضرت جابر والی

حدیث مصنف عبدالرزاق میں ہے اس حدیث کو زرقانی وغیرہ نے نقل کیا مگر افسوس ہے کہ اس کی سند نہیں لکھی۔ (سیرت النبی ج سوم ص ۶۳۵)

بہر حال ہمیں کسی پر اعتراض کرنا مقصود نہیں بات صرف اتنی ہے کہ عینک دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جس کے لگانے سے نظر درست ہو جاتی ہے ایک وہ جو نظر خراب کر دیتی ہے۔ جب آنکھوں کے آگے تعصب کی عینک ہو تو پھر سچ بھی جھوٹ نظر آتا ہے۔

منکرین کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ روایت جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان و عظمت، رفعت و منزلت کا ذکر ہو جب تک اس حدیث کی سند میں سے نقص نہ نکال لیں اس وقت تک ان کا کھایا پیا بھی ہضم نہیں ہوتا۔ ندوی گروپ کے نزدیک صحاح ستہ کے علاوہ تمام کتب احادیث صحت کے معیار پر پوری نہیں اترتیں تو کم از کم ان کی بات ہی مان لیں جنہیں حکیم الامت اشرف علی تھانوی کہتے ہیں، انہوں نے نشر الطیب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت والی احادیث کو درج کیا ہے۔ ندوی گروپ کی اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت زیادہ معجزات کا ذکر کیا گیا ہے مگر آخر میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کے اعجاز کا انکار کر دیا۔ اس مقولہ کے مطابق بکری نے دودھ دیا مینگنیاں ڈال کر۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلسَّالِمُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عیب سے پاک

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی عظمت و کبریائی پر قربان جائیں جس نے اپنے وجود کی دلیل بھیجی تو بے مثال۔ کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ جل شانہٗ کو علم تھا کہ کچھ لوگ ہوں گے کہ جن کا کام ہی عیب تلاش کرنا ہے۔ اگر بھیجے جانے والے میں ذرا سا بھی نقص ہوا تو کفار و مشرکین کہیں گے کہ رب نے اپنی دلیل جسی ہستی کو بنایا ہے اس میں فلاں عیب ہے لیکن ذاتِ کبریا جو انسانوں کے دلوں میں اٹھنے والے خیالات سے بھی واقف ہے اس نے اہتمام و انصرام ہی ایسا کیا کہ کسی عیب کے پائے جانے کی گنجائش ہی نہ رکھی۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "قرآن" کے بارے میں شروع میں فرمادیا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ، اس کتاب میں کسی قسم کے شک کی گنجائش ہی نہیں۔ تو جس ہستی کی طرف یہ قرآن اتارا گیا اسے بھی ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک رکھا۔ اگر قرآن میں اس بات کا چیلنج کیا گیا اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ، اگر تمہیں

کچھ شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو لاؤ اس جیسی کوئی سورت۔

قارئین محترم! جس طرح یہ آیت مقدسہ قرآن کے بے مثال ہونے میں کفار و مشرکین کے لئے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے بالکل اسی طرح صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ قیامت تک آنے والے منکرین کے لئے ایک زبردست چیلنج ہے۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ اے منکرین رسالت! اگر تمہارے پاس میرے اس عبدِ کامل جیسا کوئی ہے تو اسے لے آؤ۔

آج کئی سو سال بیت گئی اور بیت جائیں گے مگر چیلنج بدستور قائم ہے اور رہے گا۔ جس طرح خالق خلاق عالم ہونے کے اعتبار سے بے مثل اور بے مثال ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق ہونے کے اعتبار سے بے مثل و بے مثال ہیں۔ نہ کوئی خالق جیسا نہ مخلوق جیسا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو راہ حق کا مسافر بنانے کے لئے انتخاب بھی پیارا کیا اور ایسی ہستی کو بھیجا جس کے بے عیب ہونے کی دشمن بھی گواہی دیتے ہیں۔ وہ کہا کرتے تھے اے محمد ہم تمہاری تکذیب نہیں کرتے بلکہ جو تم دین لے کر آئے ہم اس کو نہیں مانتے۔

اگر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مطہرہ میں کسی قسم کا کوئی عیب ہوتا تو صحابہ کرام اس کی تصریح کر دیتے مگر آپ کے رب نے اپنے مربوب اور عبدِ محبوب میں کسی قسم کے عیب کی گنجائش ہی نہیں رکھی۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے مکان کی خوبصورتی کی تعریف دراصل اس کے معمار کی تعریف ہے۔ اگر عمارت میں کوئی نقص یا عیب ہوگا تو قصور معمار کا ہوگا۔ خالق نے اپنے محبوب کی ذات و صفات میں کسی قسم کا عیب رکھا ہی نہیں اس لئے منکر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے گواہ تھے۔

پوچھئے ذرا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہ کیا آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں کوئی نقص تھا تو آپ اپنے جذبات کا اظہار یوں فرمائیں گے

فَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدَتِیْ وَعِرْضِیْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْکُمْ وِقَاءٗ

میری خواہش ہے کہ میرے ماں باپ میری عزت، عزتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہو جائے۔

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِىْ
وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

اور آپ سے زیادہ حسین کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ جیسا خوبصورت کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

آپ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا کہ آپ کو اپنی حسب منشا پیدا کیا گیا معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی عیب نہ تھا۔ مگر ہمیں سمجھ نہیں آتی ان لوگوں کی کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے مثل مان کر بھی عیب لگاتے ہیں مثلاً ایک شاگرد اپنے استاد کے بارے میں کہتا ہے کہ میرے استاد کو یہ سوال نہیں آتا یا یہ کتاب نہیں پڑھا سکتا تو شاگرد کا ایسا کہنا گستاخی پر محمول ہوگا۔ تو اگر ایک شاگرد کے استاد کے متعلق اس طرح کہنے سے گستاخی ہوگی تو اگر کوئی کہے کہ نبی کو فلاں چیز کا علم نہ تھا انہیں فلاں بات کی بھی خبر نہ تھی، انہیں یہ بھی پتا نہیں تھا تو ایسا کہنے سے استاد کی توہین ہوگی۔ اگر استاد کی توہین ہو سکتی ہے تو پھر جو لوگ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی لاعلمیاں تلاش کرتے ہیں، آپ کے تصرفات واختیارات ثابت کرتے رہتے ہیں، آپ کی بشریت ثابت کرتے رہتے ہیں تو وہ جان لیں یہ عیب اس سے نکالے جا رہے ہیں جس جیسا اللہ تعالیٰ نے آج تک کوئی نبی اور کوئی رسول نہیں بھیجا۔ ارے جس کی اطاعت کو اپنی اطاعت کہے جس کی محبت کو اپنی محبت، جس کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی، جس کے وجود کو دلیل توحید بنائے اس میں کوئی عیب ہو سکتا ہے۔ نہیں نہیں، ایسا عظیم انسان تو ہر عیب سے پاک ہوتا ہے۔ ہاں ہاں ایک بات ضرور ہے اللہ کے برگزیدہ بندوں کی عیب جوئی کرنا، نقص نکالنا یہ شیطان کی سنت ہے کیونکہ سب سے پہلے نبی کو بشر کہنے والا شیطان ہی تھا۔ جس طرح رب کی ذات میں کسی کو شریک کرنا شرک فی الالوہیت ہے اسی طرح نبی کی ذات میں کسی کو شریک کرنا شرک فی النبوۃ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلشَّارِعُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دین سکھانے والے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی قول و عمل منشائے ایزدی کے خلاف نہ تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر فرمان اور طریق عبادت، طریق معاملات سارا منجانب اللہ تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اطہر سے نکلنے والا ہر ہر لفظ وحی الٰہی ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اطہر کے نطق کے بارے میں یوں ارشاد ہوا وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ اور اپنی خواہش سے نہیں بولتے ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

بعض لوگ غلط فہمی کی بنا پر کہہ دیتے ہیں کہ ”نبی کی حیثیت صرف ایک قاصد کی سی ہے“ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے اور قرآن حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ حکم الٰہی کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے (اور اس کے ہر حکم کے سامنے غیر مشروط طور پر سر تسلیم خم کیا جائے)۔

رسول صرف ایک قاصد نہیں بلکہ شارع بھی ہے اور شارح بھی۔ اگر رسول ایک قاصد ہی ہوتا تو قرآن فرائض کی پہچان نہ کرواتا۔ فرمایا گیا، فرائض نبوت یہ ہیں تلاوت آیات، نفوس کا تزکیہ، معلم کتاب، معلم حکمت۔

اس بات میں ذرا شک نہیں کہ قرآن حکیم دین و شریعت کی اصل ہے۔ شرعی احکام میں سب سے مقدم ہے مگر یہ بات واضح طور پر یاد رہے کہ قرآن صرف ایک اصول دیتا ہے اور اس اصول کی تشریح رسول پہ چھوڑ دیتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن نے رسول کے پاس جانے کا راستہ کیوں بتایا۔ کیا قرآن کے احکام ناقص ہیں؟ ان میں کونسا ابہام ہے جس نے رسول کا محتاج کیا ہے۔

یہ بات یاد رہے اگر قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات و اوامر و نواہی کو قرآن سے جدا حقیقت سمجھا جائے گا تو دین اسلام صرف ایک اکھاڑا بن کر رہ جائے گا جہاں جو جی چاہے کرتا پھرے۔ مگر قرآن نے انسان کو شتر بے مہار نہیں چھوڑا۔ جہاں قرآن کے نزول کو تھیوری بنایا تو رسول کو اس کا پریکٹیکل بنایا۔ اس کا اعلان ان الفاظ کے ساتھ ہوا: وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ، ہم نے قرآن اس لئے نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو کھول کھول کر بیان کریں۔ اسی لئے فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ، بے شک رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی وہاں آپ نے آیات کے معانی کھول کھول کر بیان فرمائے۔ اب ماننا پڑے گا جس طرح قرآن حکیم کی آیات بینات دلیل اور حجت ہیں اسی طرح سنت نبوی بھی

دلیل اور حجت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن حکیم کے شارح ہیں جب تک قرآن کا رہنا باقی ہے اسی طرح سنت کا رہنا بھی باقی ہے۔

دین کے احکام کو سیکھنے کے لئے ہم سنت نبوی کے محتاج ہیں۔ آپ کی سنت حدیث پاک کی شکل میں موجود ہے۔ وہ لوگ دین کے اندر فتنہ ڈالتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم دین کو سمجھنے کے لئے صرف قرآن کے محتاج ہیں قرآن کے علاوہ ہمیں کسی خارج سہارے کی ضرورت نہیں دراصل یہی بات فتنے کا باعث بنی۔

اگر غور کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اگر قرآن حکیم نے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کا حکم فرمایا تو اس حکم کی تفہیم و ترجمانی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان نے کی صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ (بخاری) تم نماز اس طرح پڑھو جس طرح میں پڑھتا ہوں۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا عین منشائے الٰہی کے مطابق تھا کیونکہ ہمیں طریق عبادت عمل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا۔ کیونکہ رب کا فرمان ہے مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ جو (کچھ) تمہیں رسول دیتا ہے وہ پکڑ لو۔ اب یہاں یہ نہیں فرمایا کہ کیا کیا دیتا ہے فرمایا جو کچھ بھی دیتا ہے لے لو اور جو نہیں دیتا وہ نہ مانگو وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا اور جس سے روکتا ہے رک جاؤ۔

نماز کے علاوہ دوسرے ارکان روزہ، حج، زکوٰۃ ان کے علاوہ کئی احکام ہیں جن کا تعارف قرآن نے کرایا مگر عملی ثبوت کیلئے رسالت کا محتاج کر دیا۔

ذرا غور سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پڑھیے اور اپنے دل و دماغ میں بٹھائیے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی اپنے پلنگ تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہی کچھ حرام کیا جو اس کتاب قرآن میں ہے۔ خبردار اللہ کی قسم میں نے جو کچھ وعظ کیا یا حکم دیا یا منع کیا وہ بھی قرآن کی طرح ہے۔ (سنن ابی داؤد ص ۷۶، ۷۷۔ جلد ۲)

دیکھئے قرآن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحیثیت شارع کس طرح پیش کر رہا ہے:

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (رسول) نیکی کا حکم دیتا ہے وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ اور برائی سے روکتا ہے وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ ان کے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ ان سے بوجھ اتارتا ہے، وَالْاَغْلَالَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ان سے وہ بندھن اتارتا ہے جو ان پر چڑھے تھے۔ قارئین محترم! ہمارا عمل اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک ہم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر فرمان اور ارشاد کو کامل حجت اور دلیل نہیں سمجھتے۔ ایمان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دین اور تعلیمات دین کے سیکھنے میں ہم اسی در پاک کی دریوزہ گری کریں۔

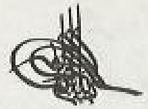

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلشَّافِعُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شفاعت کرنے والے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ساتھ شفقت و محبت کا کیا کہنا۔ لجپال آقا نے اپنے گنہگار امتیوں کو دنیا و آخرت کہیں بھی بے سہارا نہیں چھوڑا۔ دیکھئے آپ کے عجز و انکسار کو کہ منصب جلیلہ پر فائز ہو کر بھی فرمایا مجھے کسی بات پر فخر نہیں بلکہ جو منظر پیش آتا ہے اس کی حقیقت کو کھول کھول کر بیان کر رہا ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا	سب سے پہلے میں اپنی قبر سے باہر نکلوں گا۔
اَنَا قَائِدُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا	میں سب کا قائد ہوں گا جب اللہ کی بارگاہ میں جائیں گے۔
اَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَا اَنْصِتُوْا	میں ان کا خطیب ہوں گا جب لوگوں کی زبانیں بند ہوں گی۔

أَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ إِذَا حُبِسُوْا — میں ان کی شفاعت کروں گا جب انہیں روک دیا جائے گا۔

أَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا أَيِسُوْا — میں ان کو مغفرت کی بشارت دوں گا جب وہ مایوس ہوں گے۔

اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِیْ — ساری عزتیں اور خزانوں کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

وَلِوَآءِ الْحَمْدُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِیْ — لواء حمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا

أَنَا أَكْرَمُ وَلْدِ آدَمَ عَلٰى رَبِّىْ يَطُوْفُ عَلَىَّ أَلْفُ خَادِمٍ كَأَنَّهُمْ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ أَوْ لُؤْلُؤٌ مَّنْثُوْرٌ۔ (ترمذی) میں تمام اولاد آدم سے بڑھ کر عزت والا ہوں گا اور ایک ہزار خادم میری خدمت کیلئے دست بستہ ہوں گے۔ وہ اس قدر خوبصورت ہوں گے جیسے چھپائے ہوئے انڈے یا بکھرے ہوئے موتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور میں باہر نکلوں گا۔ مجھے جنت کا (خصوصی) لباس پہنایا جائے گا اور میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا

لَيْسَ أَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذٰلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِیْ (ترمذی)

میرے سوا کسی اور کو یہاں کھڑا ہونے کا شرف نہیں ملے گا

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا کہ میں اپنی آدھی امت بخشوالوں اور جنت میں داخل کرادوں یا شفاعت کو قبول کرلوں۔ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ لِأَنَّهَا أَعَمُّ تو میں نے (بخشش کو چھوڑ کر) شفاعت کو قبول کرلیا۔ اس شفاعت میں عموم ہے أَتَرَوْنَهَا لِلْمُتَّقِيْنَ لا کیا شفاعت متقین کے لئے ہوگی۔ نہیں وَلٰكِنَّهَا

لِلْمُذْنِبِيْنَ الْخَطَّائِيْنَ بلکہ یہ گنہگاروں اور خطاکاروں کے لئے ہوگی۔

یعنی بخشش تو خاص ہوگی اور شفاعت اس وقت تک جاری رہے گی جب تک سرکار کا آخری امتی بھی جنت میں نہ پہنچ جائے۔

سبحان اللہ! اتنے لجپال اور غمخوار آقا! جو امت کی بخشش کی خاطر روتے رہیں اور رب کو محبوب کا رونا دیکھا نہ جائے اور فوراً جبریل کو بھیج دے اور پوچھے اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں رو رہے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں امت کی بخشش کی خاطر رو رہا ہوں۔ جبریل علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں جاکر عرض کیا حالانکہ رب بھی خوب جانتا ہے۔ رب پھر جبریل کو بھیجے اور پیغام دے إِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِیْ أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ (مسلم) (اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم آپ کو راضی کریں گے اور امت کے بارے میں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دیں گے۔

حضور رحمت دوسرا شاہد کبریا مخزن جود و عطا منبع صدق و صفا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو مژدہ جانفزا سناتے ہوئے فرمایا:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم موذن کو اذان پڑھتے ہوئے سنو تو جو وہ پڑھتا ہے دہراتے جاؤ۔ جب تم اذان سے فارغ ہو تو مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے، پھر اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے مقام وسیلہ پر فائز کرے۔ وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو عطا فرمائے گا مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں۔ پھر فرمایا جو شخص یہ دعا کرے گا اس کے لئے شفاعت حلال ہو جائے گی۔

قارئین محترم! آپ نے مطالعہ فرمالیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امت سے تعلق اور اس کی غمخواری کا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی امت کا ہمدرد ہے۔ مگر آج ہمارے ہاں عجیب سا دور آگیا ہے کہ درود شریف پڑھنے پر لوگ جھگڑتے ہیں کہ پڑھیں کہ نہ پڑھیں۔ پڑھیں تو کونسا پڑھیں کونسا پہنچے گا اور کون سا نہیں پہنچے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سنیں گے کہ نہیں۔

یہ بالکل بے معنی اور بے مقصد سی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کی بعثت کا مقصد ہی اس کی اطلاعت، اتباع، فرمانبرداری رکھا۔ اگر ان جھگڑوں میں پڑ جائیں تو کیا ہم دین کی روح کو پا سکتے ہیں؟ نہیں نہیں آج کے دور میں ہماری ذلت اور پستی کا سبب بھی یہی ہے کہ ہم نے ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موضوع تنقید بنایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

سَیِّدُنَا وَمَوْلَانَا اَلشَّافِیُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شفا دینے والے

بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا کیا کہنا کہ جہاں روحانی مریض آئیں تو روحانی شفا پا کر جائیں اور جسمانی مریض آئیں تو جسمانی شفا پا کر جائیں۔ کبھی کسی نے کہا ہی نہیں کہ میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مایوس لوٹا ہوں۔ آیئے دیکھیں کہ کون سے مریض نے کیسی شفا پائی۔

ان شفا پانے والوں میں سے ایک وہ تھا جو علاج کرنے آیا مگر اپنا علاج کروا کر چلا گیا یعنی ضحاد بن ثعلبہ ازدی خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ آیا تو وہاں ایک مجلس لگی دیکھ کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ وہاں مجلس میں ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف بیٹھے تھے۔ ابو جہل نے مجھے کہا یار یہاں ایک شخص ہے جس نے ہماری ملی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور ہمارے خداؤں کو جھٹلاتا ہے جس سے ہم بہت تنگ آچکے ہیں۔ امیہ نے جواب دیا یہ مجنون ہے۔

حضرت ضحاد کہتے ہیں ان کی باتیں میرے دل میں بیٹھ گئیں، میں نے

عزم مصمم کر لیا میں اس پاگل کا علاج کروں گا۔ چنانچہ ان کے پاس سے اٹھ کر میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تلاش میں نکل گیا۔ سارا دن تلاش کرتا رہا وہ نہ ملے۔ دوسرے دن مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھتے میں دیکھ لیا۔ میں ان کے قریب بیٹھ گیا۔ جب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے میں نے کہا اے فرزند عبداللہ میری طرف توجہ کریں۔ آپ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو' میں نے کہا میں ریح کا علاج کرتا ہوں اگر آپ چاہیں تو علاج کر سکتا ہوں۔ یہ کوئی بیماری نہیں میں نے آپ سے پہلے بھی کئی مریضوں کو صحت یاب کیا ہے۔ آپ کی قوم نے کہا اس نے ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور بہکی سی باتیں کرتا رہتا ہے۔ میں نے کہا ایسا باتیں وہی کرتا ہے جس کو جنون ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی گفتگو کا آغاز یوں کیا:

الحمد لله احمده واستعينه واؤمن به واتوكل عليه من يهده الله فلا مضلله ومن يضلله فلا هادى له واشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله .

ضحاد کہتے ہیں میں نے اس سے حسین اور بہتر کلام کبھی نہ سنا تھا میں دے دوبارہ سننے کا تقاضا کیا آپ نے دوبارہ سنایا۔ میں نے پوچھا آپ کی دعوت کیا ہے۔ فرمانے لگے میری دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو، میری رسالت پر ایمان لاؤ۔ میں نے کہا ایسا کرنے پر مجھے کیا ملے گا؟ فرمانے لگے تجھے جنت ملے گی۔ میں نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ میں بت پرستی سے باز آیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر میں نے کہا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور بیعت کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ بیعت صرف تمہاری طرف سے ہی نہیں بلکہ تمہاری قوم کی طرف سے بھی ہے۔ (دلائل النبوۃ، ضیاء النبی)

یہ تو روحانی مریض تھا جو شفا پا گیا۔ اب ذرا جسمانی مریض پر آقا کس طرح کرم فرماتے ہیں۔ قتادہ بن نعمان کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کمان ہدیہ کی گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کے روز مجھے دی۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے اسے اتنا چلاتا کہ اس کے کنارے لڑکھڑانے لگتے اور میں آپ کے رخ انور کے سامنے کھڑا ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تیروں سے بچاتا۔ میرا چہرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تھا ایک تیر آیا سیدھا میری آنکھ میں لگا اور میری آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل گیا اور اپنے ہاتھ پر رکھ لیا۔ کفار پیچھے ہٹ گئے اور اپنی آنکھ ہاتھ پر رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری آنکھ دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈھیلا اس کی جگہ پر رکھ کر دعا فرمائی

"اے اللہ قتادہ کی حفاظت اس طرح فرما جیسے اس نے اپنے چہرے کے ساتھ تیرے نبی کی حفاظت کی اور اس کی یہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ روشن فرما"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اسی وقت قبولیت کا درجہ پا گئی۔ حضرت قتادہ کو دوسری آنکھ سے زیادہ نظر آنے لگا۔ (دلائل النبوۃ)

حضرت حبیب بن فریک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے باپ کی آنکھیں بالکل سفید ہو گئیں، نظر آنا بالکل بند ہو گیا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگایا تو میرے باپ کی نظر

اتنی تیز ہوگئی کہ اسی سال کی عمر میں بھی سوئی میں دھاگہ ڈال لیتا۔ (الشفا)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں انہوں نے طیالسی جبہ نکالا جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیب تن فرماتے فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى تَسْتَشْفِيْ بِهَا (مسلم) ہم اس کو دھو کر بیماروں کو پلاتے اور اس سے شفا طلب کرتے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں ایک صحابی کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ تھا اگر کوئی بیمار آتا تو اس میں پانی ڈال کر بیمار کو پلاتے تو شفا مل جاتی۔

الغرض جو عظمت صحابہ کرام کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مطہرہ کے بارے میں تھی اس کی مثال نہیں ملتی۔ آج کل بعض لوگ ان چیزوں کا بڑی بیدردی سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخصیت پرستی ہے۔ اگر آج یہ شخصیت پرستی بن سکتی ہے تو سب سے بڑے شخصیت پرست صحابہ کرام تھے جنہوں نے ایسی محبت کا درس دیا۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلشِّفَاء ﷺ

مکمل شفاء

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اے لوگو! تمہارے پاس آگئی نصیحت تمہارے پروردگار سے اور شفا ان روگوں کیلئے جو سینوں میں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کیلئے۔

اس آیت مقدسہ میں قرآن اور صاحب قرآن کے فیوض و برکات کا ذکر کیا گیا ہے اور فرمایا یہ گیا ہے کہ قرآن موعظت ہے، شفا ہے، ہدایت ہے اور رحمت ہے مگر یہ یاد رکھو کہ جس ذاتِ کاملہ کو اس نسخۂ کیمیا کے فیضان کا امیان بنایا گیا ہے وہ بھی سراسر ہدایت ہیں اور مکمل شفا ہے، پیکر ہدایت ہیں اور سراپا رحمت ہیں۔

ظاہری بیماری کے روگ کا ختم ہونا ممکن ہوتا ہے مگر جو باطنی دل کا روگ ہوتا ہے وہ بڑی مشکل سے ختم ہوتا ہے۔ دیکھئے رحمۃ للعالمین کی رحمت کی طرف جو ہر درد کی دوا بن کر تشریف لائے۔ وہ لوگ جنہیں گناہ

کرنے پر سرور ملتا تھا، تعیشات دنیوی جن کا سکون تھا، شراب جوا و بدکاری جیسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب جن کا مشغلہ تھا ان کے قلب و باطن سے یہ روگ کس طرح مٹ گئے؟ مٹتے بھی کیوں نہ! ان کی بیماریوں کو مٹانا بڑا مشکل تھا لیکن رب قدیر نے دیکھا تو رہ نہ سکا بالآخر اس نے سراپا رحمت اللعالمین کو مبعوث فرمایا جو طبیب بیمارانِ ضلالت، نباضِ محمومانِ شقاوت، علاج طبائع مختلفہ، دافع امراضِ متضادہ، جوارشِ مریضانِ محبت، معجونِ ضعیفانِ امت بن کر آئے جنہوں نے بغض و عناد، شک و نفاق، حسد و بغض، دجل و فریب، بدکاری و بے حیائی جیسی بیماریوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکا۔ اللہ اللہ بخشنے والے حکیم نے حکمت کے پیکر کو کوئی جڑی بوٹیاں دے کر نہیں بھیجا کوئی ارسطو و افلاطون کا نسخہ نہ دیا بلکہ وہ حیات آفرین نسخہ کیمیا عطا فرمایا جس کی تفسیر و تشریح بھی اسی سراپا رحمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو بنایا جن کے قول و فعل، خلوت و جلوت، کردار و گفتار، ظاہر و باطن، لیل و نہار، ساری حیات طیبہ کو اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ بنایا۔

آپ کیا تھے؟ فضل الٰہی و رحمت الٰہی تھے جنہوں نے اپنے فضل و رحمت سے نوازا تو خوب نوازا کہ کسی کو تشنہ کام نہ چھوڑا، کسی کو خالی دامن نہ بھیجا، مانگنے والے کو نہ جھڑکا کہ کیوں مانگا ہے، دیتے وقت تنگیٔ داماں کا احساس نہ ہونے دیا بلکہ نوازنے پہ آئے تو دیتے ہی گئے۔ ربیعہ بن کعب نے جنت میں رفاقت مانگی تو نہ فرمایا کیوں مانگتا ہے میں تو کسی کو کچھ نہیں دے سکتا بلکہ پوچھا سَلْ مَا شِئْتَ مانگ جو مانگنا ہے۔ جب مانگ لیا تو فرمایا أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ اور جو کچھ مانگنا ہے مانگ لے۔ الغرض مانگنے والا اپنے آپ کو روک لیتا اور دینے والا دیتا ہی جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روحانی امراض کو دور کرنے کے لئے اخلاقیات کا بہت وسیع چارٹر عطا فرمایا جو قیامت تک آنے والے انسانوں کی بگڑی ہوئی انسانیت کو سنوارنے کا بہت بڑا نسخہ ہے۔ آج کا انسان اگر اس نسخہ پر عمل کر لے تو تمام روحانی جسمانی امراض سے نجات مل سکتی ہے۔ کسی ماہر امراض مخصوصہ کے پاس جانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ نسخہ یہ ہے: سچائی، عفوو درگزر، توکل، صبر، شکر، حق پر استقامت، سخاوت و خیرات، اعتدال و میانہ روی، حق گوئی، انصاف پسندی، اعزہ اقربا، یتامیٰ و مساکین، مسافروں کے ساتھ حسن سلوک، اکل حلال، انسانی برادری، اہل و عیال کی پرورش، غلاموں کے ساتھ سلوک، حاجت مندوں کی امداد، اندھوں کی دستگیری، قرضداروں پر احسان، مسلمانوں کی خیر خواہی، خوش خلقی، مہمان نوازی، شرم و حیا، حلم و وقار، بیماروں کی عیادت، آداب ملاقات، آداب مجلس، آداب طعام، آداب لباس، خانہ داری کے آداب، سونے جاگنے کے آداب، عورتوں کے خاص آداب، اخلاق و سلوک کے احکام الغرض اخلاقیات کا دائرہ بہت وسیع ہے جن پر عمل کر کے انسانی زندگی کو نکھارا جا سکتا ہے اور ایسے بھی اخلاقیات رذیلہ ہیں جن کے اپنانے سے انسانی زندگی میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ

جھوٹ، دجل و فریب، چغلی و غیبت، بغض و کینہ، کسی کے عیبوں کی ٹوہ لگاتے رہنا، حرص و لالچ، شراب نوشی، قمار بازی، چوری و زناکاری، منافقانہ چال چلن، کسی پر تہمت لگانا، حسب نسب پر طنز کرنا، رشوت لینا، سود کھانا، قتل ناحق، طعنہ زنی کرنا، کسی مسلمان بھائی کو لعنت کرنا، دوسروں کی مصیبت کو دیکھ کر خوش ہونا، پڑوسی کو تنگ کرنا، یتیم کا حق دبانا، مانگنے

والے کو جھڑکنا، شرمگاہ کی حفاظت نہ کرنا، زمین پر اکڑ اکڑ کر چلنا، جھوٹی گواہی دینا، والدین کی نافرمانی کرنا، گواہی کو چھپانا، دوسروں پر ظلم کرنا اور خوش ہونا، معاشرے میں فساد برپا کرنا۔ الغرض کئی ایسے اخلاق رذیلہ ہیں جن کے لگ جانے سے دل پر ایسا روگ لگتا ہے جو انسانی زندگی کو تباہ و برباد کر دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر امت کا خیر خواہ کون ہو سکتا۔ آپ ہدایت اور رحمت کا پیکر بن کر اور ہمارے روحانی، جسمانی امراض کی دوا بن کر تشریف لائے۔ اس لئے وہ لوگ جو اخلاقِ بد کے پیکر ہی نہ تھے بلکہ برائی کا ارتکاب کر کے خوش ہوتے خوشی سے ناچتے تھے مگر رحمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کلاوے میں لے کر اس قابل بنا دیا کہ وہ لوگ امت کے تاجدار بن گئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا صَادِقُ الْوَعْدِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وعدہ کے سچے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری حیات طیبہ عین قرآن حکیم کی تفسیر ہے۔ سچائی وہ جوہر عظیم ہے جس کا تعلق انسانی زندگی کے شب و روز سے ہے۔ کسی کے اخلاق کو جانچنے کے لئے اس کی وعدہ وفائی ہے۔ جو آدمی جان بوجھ کر وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو منافقانہ چال سے تعبیر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وعدہ خلافی کرنا یہ منافق کی علامتوں میں سے ہے۔

کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر قسم کی ایذائیں دیتے اور تکلیفیں دینے میں کوئی کسر باقی نہ رہنے دیتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے اس قدر معترف تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الصادق الامین کے لقب سے پکارتے۔ اخلاق حسنہ کے ابواب میں ایفائے عہد ایک اعلیٰ مقام رکھتا ہے اور دین اسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات نے ایفائے عہد کا بہت درس دیا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا عملی نمونہ پیش فرمایا ہے کیونکہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ عظیمہ

کا مجموعی طور پر سورۂ قلم میں ان الفاظ سے ارشاد فرمایا

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ   اور بیشک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی منبع حسنات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب! کفار نے تجھے مجنون کہا ہے، پیارے تو تو اخلاقیات و حسنات کا دارالعلوم ہے۔ تیری کس کس خوبی کا انفرادی طور پر ذکر کیا جائے، تیرے جود و سخا کا ذکر کیا جائے یا تیرے عفو و درگزر کا، تیری زندگی کے شب و روز کے اعمال حسنہ یہ سارے کے سارے خلق عظیم کی تفسیر بلکہ سارے قرآن کی تشریح و تفسیر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن الحمساء رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضور صادق الوعد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی چیز فروخت کی مگر جو چیز میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کی وہ ساری کی ساری یکمشت آپ کو نہ دے سکا اس کا کچھ حصہ رہ گیا۔ میں نے کہا آپ یہاں ٹھہریں میں ابھی لے آتا ہوں۔ میں گھر چلا گیا اور بھول گیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا ہے۔ تیسرے دن بعد مجھے اچانک یاد آیا میں تو آپ کے ساتھ وعدہ کر کے آیا ہوں کہ آپ یہاں رکیں اور میرا انتظار کریں۔

جب میں وہ چیز لے کر وہاں پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں موجود تھے جہاں آپ کو چھوڑ کر گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا نہ کوئی سرزنش فرمائی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے مجھے بہت تکلیف پہنچائی میں تین دن سے تمہارے انتظار میں یہاں ٹھہرا ہوں۔ (الشفاء)

سبحان اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حسن عمل سے کس طرح امت کو ایفائے عہد کا پریکٹیکل کر کے دکھایا۔ آج کے دور میں کون ہے ایسا جو ایفائے

عہد کی ایسی مثال پیش کرے جیسی آمنہ کے لال نے پیش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انہی اعمال کو امت کے لئے اخلاقیات کا حسن قرار دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچائی و دیانت کے پیکر تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جا بجا سچائی کی برکات سے امت کو آگاہ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا یارسول اللہ! کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ پھر آپ سے پوچھا گیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا، نہیں۔ (مشکوٰۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذائیں دینے میں ابو جہل سب سے آگے تھا۔ عکاظ کے میلے میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو دعوت اسلام دی تو ابو جہل لعین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور پر طمانچہ مارا تھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت صبر و استقلال سے کام لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموشی سے واپس تشریف لے آئے۔ یہی وہ دشمن اسلام ابو جہل تھا جس نے کہا تھا اے محمد! ہم تمہیں جھوٹا نہیں کہتے تم جو دین لے کر آئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب کوہ صفا پر چڑھ کر سب قریش سے پوچھا کہ اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے بہت بڑا لشکر آ رہا ہے جو تم پر حملہ کر دے گا تو کیا تم میری بات کو مان لو گے۔ سب نے کہا کیوں نہیں کیونکہ تم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ کبھی تمہیں جھوٹ بولتے دیکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ کے نقصان سے آگاہ کیا تو ارشاد فرمایا:

جب کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتے کئی میل دور چلے جاتے ہیں۔ (ترمذی)

آج کے دور میں اگر دیکھا جائے تو کتنے فیصد لوگ قول کے سچے نظر آئیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم عزت کو چھوڑ کر ذلت کو مول لے رہے

ہیں صرف اور صرف اس لئے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کو پڑھا ہے عمل نہیں کیا۔ بہت کم لوگ ہوں گے جنہیں دیکھیں تو رب کا فرمان یاد آتا ہے اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھی بن جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود بھی صادق الوعد اور آپ کی تعلیمات بھی انسانی کامیابی کی ضمانت۔ کاش! ہمارے حکمران، علماء، سیاستدان سچائی کے پیکر بن جائیں اور ان کے کردار و عمل میں دروغ پن ختم ہو جائے۔

بلغ العلیٰ بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلوا علیہ وآلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا صَاحِبُ الْبَیَانْ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بیان کرنے والے

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلرَّحْمٰنُ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۝ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ۝ رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کو قوت گویائی سکھائی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوبیوں کی حد کمال تک پہنچایا اور آپ کے وجودِ اقدس کو سراپا اعجاز بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فصاحت و بلاغت میں ایسی مہارت عطا فرمائی کہ جو ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے کلمات سن لیتا وہ دوبارہ سننے کا تقاضا کرتا۔ اسی لئے تو بڑے بڑے عربی دان جنہیں اپنی فصاحت و بلاغت، اپنی زبان دانی پر بڑا ناز اور فخر و غرور تھا زبانِ نبوت سے کلام سننے پر انگشت بدنداں رہ جاتے اور پھر سوچتے اس کو کیا کہیں ساحر کہیں یا جادوگر کہیں۔ اس کے کلام میں ایسی حلاوت اور چاشنی ہے جو ایک بار سنتا ہے دل و جاں سے اس پر فدا ہو جاتا ہے۔ آئیے ذرا آپ کے بیان مبارک کا مطالعہ فرمائیں اور اپنی روح کو سرور پہنچائیں۔ جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مجاہدین کے ساتھ تبوک گئے تو قبلہ کی سمت ایک پتھر رکھا اور تمام مجاہدین کے ساتھ نماز ظہر ادا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور بہت پیارا دلنشین دلوں میں اتر جانے والا خطبہ ارشاد فرمایا۔ فرمایا:

فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ	بیشک سب سے زیادہ سچی بات قرآن حکیم ہے۔
وَخَیْرُ الْمِلَلِ مِلَّۃُ اِبْرَاھِیْمَ	اور سب سے بہترین ملت ملت ابراہیمی ہے۔
وَخَیْرُ السُّنَنِ سُنَّۃُ مُحَمَّدٍ	سب سے بہترین طریقہ اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ہے۔
وَاَشْرَفُ الْحَدِیْثِ ذِکْرُ اللّٰہِ	تمام باتوں سے بہتر بات اللہ کا ذکر ہے
وَاَحْسَنُ الْقَصَصِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ	سب قصوں سے بہتر یہ قرآن ہے۔
وَخَیْرُ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُھَا	بہترین کام وہ جو پوری محنت و لگن سے ہو
وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا	اور سب سے برا کام وہ ہے جو دین خود ساختہ ہو۔
وَاَحْسَنُ الْھَدْیِ ھَدْیُ الْاَنْبِیَآءِ	سب سے اچھا راستہ انبیاء کا راستہ ہے۔
وَاَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشُّھَدَآءِ	سب سے اچھی موت شہادت کی موت ہے۔
وَاَعْمَی الْعَمٰی الضَّلَالَۃُ بَعْدَ الْھُدٰی	بدترین اندھا پن ہدایت کے بعد گمراہی ہے۔
وَخَیْرُ الْاَعْمَالِ مَا نَفَعَ	بہترین عمل وہ ہے جو نفع بخش ہو۔

وَخَیْرُ الْھُدٰی مَا اتُّبِعَ	اور بہترین ہدایت وہ ہے جس پر عمل کیا جائے۔
وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی	اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔
وَمَا قَلَّ وَکَفٰی خَیْرٌ مِّمَّا کَثُرَ وَاَلْھٰی	اور جو چیز تھوڑی ہو گی وہ زیادہ سے بہتر ہے جو غافل کرنے والی ہے۔
وَشَرُّ الْمَعْذِرَۃِ حِیْنَ یَحْضُرُ الْمَوْتُ	بدترین معذرت موت کے وقت کی معذرت ہے۔
وَشَرُّ النَّدَامَۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ	اور بدترین شرمندگی قیامت کے دن کی ہے۔
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ لَّا یَاْتِی الْجُمُعَۃَ اِلَّا دُبُرًا	اور کچھ ایسے لوگ ہیں جو جمعہ کے روز دیر سے آتے ہیں
وَمِنْھُمْ مَّنْ لَّا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا ھُجْرًا	اور بعض ایسے ہیں جو اللہ کا ذکر لاتعلق سے کرتے ہیں۔
وَمِنْ اَعْظَمِ الْخَطَایَا اللِّسَانُ الْکَاذِبُ	بڑے بڑے گناہوں سے ایک جھوٹی زبان ہے۔
وَخَیْرُ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ	بہترین تونگری دل کی تونگری ہے
وَخَیْرُ الزَّادِ التَّقْوٰی	بہترین زاد راہ تقویٰ ہے۔
وَرَاْسُ الْحِکْمَۃِ مَخَافَۃُ اللّٰہِ	دانائی کی بنیاد اللہ کا خوف ہے۔
وَخَیْرُ مَا وُقِرَ فِی الْقُلُوْبِ الْیَقِیْنُ	دلوں کی سب سے پسندیدہ چیز یقین ہے
وَالْاِرْتِیَابُ مِنَ الْکُفْرِ	شک کفر میں سے ہے۔

وَالنِّيَاحَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ — میت پر چلانا جاہلیت کا عمل ہے

وَالْغُلُوْلُ مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ — خیانت دوزخ کی آگ ہے۔

وَالسُّكْرُ كَيٌّ مِّنَ النَّارِ — شراب پینا دوزخ کی آگ سے داغے جانے کے مترادف ہے۔

وَالشِّعْرُ مِنْ اِبْلِيْسَ — (برے) شعر ابلیس کی طرف سے ہیں

وَالْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ — شراب تمام گناہوں کا منبع ہے۔

وَشَرُّ الْمَاكِلِ مَالُ الْيَتِيْمِ — سب سے بری خوراک یتیم کا مال ہے۔

اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ — نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ — بدنصیب وہ ہے جو شکم مادر میں ہی برا لکھ دیا گیا ہو۔

وَاِنَّمَا يَصِيْرُ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَوْضِعِ اَرْبَعَةِ اَذْرُعٍ — تم میں سے ہر کسی کو چار ہاتھ کے گڑھے میں جانا ہے۔

وَالْاَمْرُ اِلَى الْاٰخِرَةِ — اور معاملہ آخرت پر منحصر ہوگا۔

مَلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهٗ — عمل کا مدار انجام پر ہوگا۔

وَشَرُّ الرُّؤْيَا رُؤْيَا الْكَذِبِ — سب سے براخواب جھوٹا خواب ہے۔

وَكُلُّ مَاهُوَ اٰتٍ قَرِيْبٌ — ہر آنے والی چیز قریب ہے۔

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ — مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اس کا قتل کرنا کفر ہے۔

وَاَكْلُ لَحْمِهٖ مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ — اس کا گوشت کھانا (غیبت کرنا) اللہ کی نافرمانی ہے۔

وَحُرْمَةُ مَالِهٖ كَحُرْمَةِ دَمِهٖ — اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی طرح ہے۔

وَمَنْ يَّتَاَلّٰى عَلَى اللّٰهِ يُكَذِّبْهُ — جو اللہ کے مقابلے میں قسم کھائے گا (اللہ) اسے جھٹلادے گا۔

وَمَنْ يَّغْفِرْ يُغْفَرْ لَهٗ — جو دوسروں کی خطائیں بخشے اللہ اس کی بخشے گا۔

وَمَنْ يَّعْفُ يَعْفُ اللّٰهُ عَنْهُ — جو دوسروں کو معاف کرے گا اللہ اسے معاف کرے گا

وَمَنْ يَّكْظِمِ الْغَيْظَ يَاْجُرْهُ اللّٰهُ — جو غصہ پی جائے اللہ اسے اجر دے گا۔

وَمَنْ يَّصْبِرْ عَلَى الرَّزِيَّةِ يُعَوِّضْهُ اللّٰهُ — جو صبر کرے گا کسی مصیبت پر تو اللہ اس کا بدلہ دے گا۔

وَمَنْ يَّتَّبِعِ السُّمْعَةَ يُسَمِّعُ اللّٰهُ بِهٖ — جو سنی سنائی بات کرے گا اللہ اسے رسوا کرے گا۔

وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُضْعِفِ اللّٰهُ لَهٗ — جو مصنوعی صبر کرے گا اللہ اس کی تکلیف کو بڑھادے گا۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ يُعَذِّبْهُ اللّٰهُ — جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اسے عذاب دے گا۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ میں اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوں، میں اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوں، میں اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔ (زادالمعاد، ضیاءالنبی)

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے جھڑنے والے پھول صحابہ کرام

نے چنے تو ان لوگوں نے آپ ﷺ کے فرمودات عالیہ کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا تو وہ لوگ دنیا میں ہیرے بن کے چمکے اور حضور ﷺ نے بھی ان لوگوں کے راستے پر چلنے کو عین صراط مستقیم قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے طفیل ہمیں بھی توفیق مرحمت فرمائے کہ ہم بھی اپنے قول و عمل کے تضاد کو ختم کر سکیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا صَاحِبُ النَّعْلَیْن ﷺ

مبارک جوڑے والے

حضور ﷺ کے ساتھ محبت کی تین قسمیں ہیں۔ محبت ذاتی، محبت افعالی، محبت آثاری۔ افعال اور آثار کا تعلق ذات سے ہیں یعنی ذات اصل ہوتی ہے افعال و آثار اس کی فرع۔ حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جس محبت کا اظہار کرتے تھے اس تینوں محبتوں کا رنگ شامل تھا۔ اگر آثار سے محبت کرتے تو ذات کی وجہ سے، اگر افعال سے محبت کرتے تو ذات کی وجہ سے۔ اس سے معلوم ہوا ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ ذات مصطفیٰ ہی مرکز ایمان ہے۔ علامہ اقبال نے اسی نکتہ کی وضاحت یوں کی:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

صحابہ کرام ؓ کی آپ ﷺ سے محبت میں یہی چیز نمایاں تھی۔ اس کی مثال میں کئی واقعات ہیں جو کتب احادیث کی مستند کتب میں درج ہیں جن میں حضور ﷺ سے ذاتی، افعالی، آثاری محبت کا درس ملتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے گرد صحابہ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچانک اٹھ کر چلے گئے اور کافی دیر تک تشریف نہ لائے تو ہمیں خوف ہوا کہ کہیں خدانخواستہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو۔ اس خیال سے ہم سب کھڑے ہوگئے سب سے پہلے میں گھبرا کر آپ کی تلاش میں نکلا اور انصار بنی نجار کے ایک باغ تک پہنچا۔ میں باغ کے چاروں طرف گھومتا رہا لیکن مجھے اندر جانے کے لئے کوئی دروازہ نہ ملا۔ اتفاقاً ایک نالہ دکھائی دیا جو باہر کے کنویں سے اندر کی طرف جارہا تھا میں اپنے بدن کو گھسیٹ کر اس نالہ کے راستہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہ۔ میں نے عرض کیا جی یارسول اللہ! آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے پھر اچانک اٹھ کر تشریف لے گئے۔ آپ کی واپسی میں دیر ہوگئی اس کی وجہ سے ہمیں خوف لاحق ہوا کہیں دشمن آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے میں آپ کی تلاش میں نکلا۔ بس میں اس باغ تک پہنچا باقی صحابہ میرے پیچھے آرہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نعلین مبارک عطا فرمائے اور فرمایا:

اِذْهَبْ بِنَعْلَیَّ هَاتَیْنِ فَمَنْ لَقِیْتَ مِنْ وَرَآءِ هٰذَا الْحَائِطِ یَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ۔ (اے ابوہریرہ میرے یہ نعلین لے جاؤ اور باغ کے باہر جو شخص تم کو کلمہ طیبہ کی یقین دل سے شہادت دیتا ہوا ملے اسے جنت کی بشارت دو۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ باغ کے باہر سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمر فاروق سے ہوئی۔ انہوں نے پوچھا ابوہریرہ یہ جوتیاں کیسی ہیں۔ میں نے کہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لئے مجھے دی ہیں کہ جو شخص مجھے یقین کے ساتھ کلمہ طیبہ کی شہادت دیتا ہوا ملے اس کو جنت کی بشارت دے دوں۔ (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اظہار محبت میں صحابہ ایک مثال تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی کہ کسی نہ کسی طریقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کر کے ایمان کو جلا بخشی جائے۔ در رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوکری کرنے کو اپنا ایمان سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی صحابی کی ڈیوٹی سواری کے آگے چلنے پر لگائی، کسی کی ڈیوٹی اونٹوں کی نگہداشت کرنے پر لگائی، کسی کی ڈیوٹی چوپایوں کے چرانے پر لگائی، کسی کی ڈیوٹی تلوار لے کر کھڑے رہنے پر لگائی، کسی کی ڈیوٹی ازواجِ مطہرات کی خدمت پر لگائی، ایک وہ خوش بخت صحابی تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک اٹھاتے سرکار کے قدموں سے اتارتے اور پہناتے بھی اور یہی خوش قسمت صحابی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک مبارک بھی سنبھالتے۔ سبحان اللہ! کتنے معزز مکرم تھے وہ لوگ جنہیں آقا نے خود ان امور پر متعین فرمایا تھا۔ کیا شان ہے ان لوگوں کی۔ کیا مرتبہ ہے ان لوگوں کا کہ جنہوں نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوکری چاکری کو ایمان کی سند قرار دیا۔ دیکھئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے معمولی مقام پایا؟ نہیں آقا کے فیضان سے بہت بڑے مفسر قرآن تھے۔

ایک عاشق صادق نے اپنے قلبی جذبات کا اظہار یوں کیا ہے:

اس کائنات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین (جوتے) کا سایہ ہے اور تمام

مخلوق اس کے سایہ میں ہے۔ کوہ طور پر حضرت موسیٰ کو جوتے اتارنے کا حکم ہوا مگر محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام دنیٰ پر (معراج کی رات) بھی ایسا نہیں کیا۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل پاک، ستارے جس کی فرشِ راہ بننے کے لئے ترستے ہیں، ساتوں آسمان اور تمام بادشاہوں کے تاج اس پر رشک کرتے ہیں، نعل مصطفیٰ کا نقشہ جو میری روح کی خوشی اور میری آنکھوں کا سرمہ ہے، نعل مصطفیٰ کا نقشہ کتنا مکرم ہے کہ ہر سر کی تمنا ہے کہ کاش میں اس کا پاؤں بن جاؤں۔ میں ہر پریشانی سے اس نعل پاک کے صدقے نجات پاتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ کی نعل پاک اٹھا کر سعادت پائی میں اس نعل کی خدمت کر کے پارہا ہوں۔ (الذخائر المحمدیہ)

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعل پاک کے علماء کرام نے بہت زیادہ فضائل بیان کئے ہیں۔ جو لوگ نقش نعل پاک کی تعظیم کے منکر ہیں ان کو کیا خبر محبت کیا چیز ہوتی ہے۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ تاجدار ہم بھی ہیں

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا **اَلصَّفْوَةُ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ کے منتخب رسول

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے منتخب رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا انتخاب کتنا حسین و جمیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساری کائنات سے افضل و اعلیٰ بنایا۔ تخلیق کے اعتبار سے، اخلاق کے اعتبار سے، ادائیگی حقوق کے اعتبار سے، ادائیگی حقوق العباد کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل و اعلیٰ انتخاب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس سے اعلیٰ نہیں؟ سب سے اعلیٰ ہیں تمام اوصاف کے اعتبار سے مزکی و منزہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادات و اخلاقیات، عبادات و ریاضات، اوصاف حمیدہ و اوصاف جلیلہ اتنے پسند آئے کہ نسل انسانیت کے لئے نمونۂ تقلید بنا دیا اور آپ کی اطاعت و اتباع کو غیر مشروط طور پر امت پر فرض قرار دیا۔ آپ کی اطاعت و اتباع کو محبت الٰہی کی شرط اوّل قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ (آل عمران) فرما دو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع (پہلے) کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشہور صفاتی اسم پاک جو اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے بہت ہی پیارا اور وسیع المفہوم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادات و اخلاقیات کو سب سے اعلیٰ و ارفع پایا تو مصطفیٰ بنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف توجہ فرمائی تو تمام دلوں سے اعلیٰ قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا تو پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی اپنی ذات کیلئے منتخب فرمالیا۔ (محمد رسول اللہ ص ۱۱۵)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طہارت نسبی کی پاکیزگی یوں ہے کہ

حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی آیت **من انفسکم** کے بارے میں فرمایا کہ یہ آیت میرے حسب ونسب سسرال کے متعلق ہے کیونکہ میرے آباؤاجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کوئی بھی زنا کے ذریعے پیدا نہ ہوا بلکہ سب نکاح کے ذریعے عالم وجود میں آئے۔ ابن الکلبی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانچ صد امہات کے حالات میں نے معلوم کئے لیکن کسی میں زنا اور جاہلیت کا کوئی اثر نہ پایا۔ (الشفاء۔ جلد: اوّل)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد خداوندی تَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نبی سے دوسرے نبی کی جانب منتقل ہوتے رہے یہاں تک اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں مبعوث فرمایا۔

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم میں سے حضرت اسماعیل کو چنا اور اولاد اسماعیل میں سے بنی کنانہ کو، بنی کنانہ سے قریش کو چنا، قریش سے ہاشم کو اور ہاشم سے میرا انتخاب کیا۔ (ترمذی)

سبحان اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات ارضی و سماوی ہر چیز سے ارفع و اعلیٰ بلکہ کائنات میں آپ جیسا نہ کوئی آیا نہ آئے گا۔ جبریل امین علیہ السلام آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آکر عرض کرتے ہیں آقا! میں نے زمین کا گوشہ گوشہ چھان مارا نہ آپ سے بڑھ کر کوئی افضل پایا نہ آپ کے خاندان سے بڑھ کر کوئی افضل پایا۔ (شرح الشفاء)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں، اللہ تعالیٰ نے جب تمام مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا مجھے ان میں سب سے بہترین گروہ میں رکھا۔ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قبائل میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین قبیلہ عطا فرمایا۔ پھر جب انہیں خاندانوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں بہترین خاندان میں بنایا۔ (ترمذی)

امام ابن جوزی نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کو تخلیق کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبریل امین کو حکم فرمایا میرے پاس سفید اور روشن مٹی لے کر آؤ تو جبریل امین قدسیان فلک کے ساتھ زمین پر اترے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ مقدسہ کے مقام سے سفید اور نورانی مٹی لے کر بارگاہ ایزدی میں حاضر ہو گئے جسے جنت کے پاکیزہ پانی اور تسنیم کے ساتھ گوندھا گیا حتیٰ کہ وہ مٹی موتی کی طرح چمکنے لگی۔ پھر ملائکہ اسے لے کر عرش و کرسی، آسمانوں اور زمین کی سیر کرانے لگے حتیٰ کہ تمام فرشتوں نے اس کے بارے میں جان لیا۔ (شرح سلام رضا)

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جذبات کی بات اس طرح کی

فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيبًا بَارِئُ النَّسَمِ

پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ ذاتِ مقدسہ ہے جو اپنے ظاہری کمالات اور باطنی ترقیوں میں مکمل ہے اور جن کو محبوبیت کے لئے چنا خالق ارواح نے۔

اس سے معلوم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ظاہری باطنی کمالات میں اس مقام علیا پر فائز ہیں جہاں کوئی نبی پہنچ سکتا ہے نہ کوئی مرسل۔ اس لئے آپ کا لقب مصطفیٰ بھی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرب ذات و صفات عطا کرنے کے لئے چن لیا ہے۔

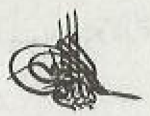

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلضَّارِعُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خشوع و خضوع کرنے والے

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً (الاعراف) اور آپ اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرتے ہیں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اسم مبارک بوجہ کثرت عاجزی وزاری اور خشوع ہیبت ربانی اور اس کی عظمت کے آگے جھکنے کی وجہ سے رکھا گیا۔

حضرت عبداللہ بن کنانہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا کہ ان کی خدمت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز استسقاء کے بارے میں دریافت کروں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عاجزی اور انکساری کرنے والے میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس باہر نکلے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے جیسا لمبا خطبہ نہیں پڑھا پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے میرے سامنے یہ پیش کیا کہ میں مکہ معظمہ کی ساری

حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کے دل میں یقین راسخ ہو جائے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میں اپنے مالک حقیقی کے حضور کھڑا ہوں تو یقیناً اس دل میں خشوع و خضوع کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔

عرفاء کاملین نے نماز کی شرائط میں بھی یہ چیز شامل کی ہے کہ جب ایک نمازی اپنے رب کے حضور سجدہ ریزی کے لئے کھڑا ہو تو اس کے لئے لازمی ہے نماز کی ظاہری شرائط کے ساتھ روحانی شرائط بھی پوری کرے۔ اور نماز و عبادات میں حضوری پیدا کرنے کے لئے سب سے پہلی شرط اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرے۔ اور جب توبہ کرلے تو پھر اللہ تعالیٰ کے خوف اور پکڑ کو اپنے اوپر طاری کرے۔ اللہ کے جلال سے اس قدر ڈرے اور یہ سمجھے کہ آج زندگی کی آخری نماز ہے اس کے بعد شاید مہلت نہ ملے تو یوں نماز خشوع اور خضوع مل سکتا ہے ورنہ ظاہری طور پر اور بے توجہی سے بارگاہ ایزدی میں کھڑا ہونا ایسی عبادات قبولیت کا درجہ نہیں پاتیں بلکہ منہ پر ماری جاتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا **اَلضَّابِطُ** ﷺ

یاد رکھنے والے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جبریل امین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وحی لے کر آئے تو آپ ﷺ اپنی زبان مبارک اور ہونٹوں کو حرکت دیتے۔ اور آپ ﷺ پر مشکل پڑ جاتی اور یہ حالت آپ ﷺ کی پہچانی جاتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی **لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ** الخ آپ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں بے شک اس کو جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے کہ ہم آپ کے سینہ میں قرآن محفوظ کریں اور پڑھوائیں پس جب ہم پڑھ چکیں تو ہمارے پڑھے کی اتباع کریں۔ یعنی جب ہم اس کو نازل کریں تو آپ سنتے رہیں پھر ہمارے ذمہ اس کا بیان کرنا (ہم آپ کی زبان مبارک سے بیان کرادیں گے) ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ان آیات کریمہ کے نزول کے بعد جب حضور ﷺ کے پاس جبریل امین آتے تو آپ ﷺ سر جھکائے رکھتے جب وہ چلے جاتے تو آپ ﷺ پڑھتے جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا۔ (بخاری، جلد دوم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے۔ فرمایا کبھی گھنٹی کی آواز کی طرح میرے پاس آتی ہے اور یہ مجھ پر زیادہ سخت ہوتی ہے اور پھر یہ حالت مجھ سے دور ہو جاتی ہے حتیٰ کہ میں اس کے مفہوم نکال لیتا ہوں اور کبھی فرشتہ جبریل میرے پاس شکل انسانی میں نمودار ہوتا ہے اور مجھ سے باتیں کرتا ہے جو وہ کہتا ہے میں وہ یاد کر لیتا ہوں۔ (بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب وحی کا نزول ہوتا تو اس کی شدت کا یہ عالم ہوتا کہ جبین اقدس پسینہ سے تر ہو جاتی، چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا۔ آپ اونٹنی پر سوار ہو کر جا رہے ہوتے تو بوجھ سے بیٹھنے لگتی۔ (فیوض الباری)

قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کا کیا کہنا کہ وہ قرآن جس کے بوجھ کو پہاڑ برداشت نہیں کر سکا قلب مصطفیٰ کی قوت کا کیا عالم کہ تیئس سال کے عرصہ تک قرآن نازل ہوتا رہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وحی کی شدت کو محسوس فرمانا یہ ہیبت کلام الٰہی کی وجہ سے تھا اسی لئے قرآن حکیم کو قولِ ثقیل کہا گیا ہے۔ جب جبریل امین آپ کے پاس آکر قرآن سناتے تو آپ اپنے لبہائے مبارک اس لئے ہلاتے تاکہ وحی یاد ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب! ہم آپ کو پڑھائیں گے آپ خاموشی سے سنتے رہیں۔ ہم آپ کو ایسا یاد کروائیں گے کہ بھولو گے نہیں۔

منکرین سنت بھی عجیب وغریب شوشے چھوڑتے ہیں اور یہ کہا کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو وحی اترتی تھی وہ قرآن کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے قرآن کے علاوہ کوئی اور وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل نہیں ہوئی۔

اور امت کے لئے صرف قرآنی احکام واجب العمل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال شریعت کی حیثیت نہیں رکھتے۔

یہ بات یاد رہے شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام پر نازل کردہ معارف ومطالب کا نام وحی ہے۔ بنیادی طور پر وحی تین طرح کی ہوتی ہے یا براہ راست خطاب جس طرح طور پر حضرت موسیٰ کو شرف ہمکلامی ملا، یا فرشتے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم یا پیغام اترے، یا براہ راست رسول کے قلب پر حکم الٰہی کا نزول ہو۔ آج کل کے منکرین عجیب بے ڈھنگی سی چال چل رہے ہیں اور یہ پہلی دونوں قسموں کو مان لیتے اور تیسری قسم جس کا تعلق براہ راست نبی، رسول کے دل پر اترنے والی وحی کے ساتھ ہے، کا انکار کرتے ہیں۔ اور اسی بنیاد پر قرآن کے علاوہ کسی اور وحی کا انکار کرتے ہیں اور اس بات کو بڑی شدومد کے ساتھ اچھالتے ہیں کہ وحی صرف قرآن حکیم کی صورت میں ہے اس کے علاوہ آپ کے قلب مبارک پر کوئی وحی نہیں اتری۔

قارئین محترم! مقام غور ہے کہ جو رب العالمین شہد کی مکھی کو حکم دے کہ پہاڑوں، درختوں، جہاں لوگ چھت بناتے ہیں گھر بنائے اور اسے چھت بنانے، شہد بنانے کا شعور ادراک اس کے میٹریل کو اکٹھا کرنے کا شعور بھی دے اور حقیقت یہ ہے اس براہ راست حکم کے آنے سے مکھی نبی نہیں ہو سکتی۔ نبی بننے کے لئے انسان ہونا لازمی ہے۔ بہر حال یہ ایک منظم سازش ہے اسلام اور بانی اسلام کے خلاف کہ آپ کی طرف اس وحی غیر متلو کے آنے کا انکار کیا جائے۔ وحی متلو کے ذریعے قرآن میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ کا حکم تو آ گیا مگر ان تمام احکامات کی تفصیلات وجزئیات اس وقت تک نہیں

ملیں گی جب تک بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رسائل حاصل نہ کی جائے۔ اور جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آنے والی اس خفیہ وحی کا انکار کیا وہ لوگ امت کے اتحاد و یگانگت کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔

یہ بات اٹل واضح حقیقت پر مبنی ہے جس طرح قرآن کی آیات حجت اور دلیل ہیں اسی طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلنے والے کلمات جو حدیث کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں، بھی اٹل حقیقت اور حجت ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کچھ رسول دیتا ہے لے لو، جس سے روکتا ہے رک جاؤ۔ رسول نے قرآن بھی دیا اور اپنی سنت بھی دی۔ قرآن، حدیث میں فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن کے کلمات بھی اللہ کی طرف، سے اور مفہوم بھی اسی کی طرف سے اور حدیث کے الفاظ حضور کی طرف سے اور مفہوم خدا کی طرف سے۔ کیونکہ نطق رسول کی یہ شان کہ وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلضَّمِیْنُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امت کے ضامن

اللہ تبارک تعالیٰ جل جلالہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکمت کا خزانہ عطا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خبردار مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے ساتھ ایک اور چیز اس کی مثل دی گئی۔ (ابی داؤد)

سوال یہ ہے کہ قرآن کی مثل کیا چیز ہے جس کے بارے میں آپ نے فرمایا "مجھے دی گئی"۔ گویا کہ وہ چیز پہلے موجود نہیں تھی بلکہ منجانب اللہ دی گئی۔ یاد رہے وہ چیز حکمت تھی۔ اور حکمت سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور قرآن حکیم کی جو تشریح و توضیح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی وہ بھی اللہ کی وحی کے ماتحت ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نیکی کی طرف ترغیب دیتے تو ڈانٹ ڈپٹ سے نہیں بلکہ حکمت کے ذریعے دیتے اور یہی چیز ہے جس نے بڑے بڑے سنگ دل افراد کو مائل بہ اسلام کر دیا۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (القرآن)

بلاؤ اپنے رب کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ۔

آپ کا حکمت بھرا کلام ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بندہ رضائے الٰہی کا کوئی کلمہ بول دیتا ہے جس کا اسے احساس نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند کرتا ہے۔ اور بندہ اللہ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ بول دیتا ہے جس کی وہ پرواہ نہیں کرتا اس کلمہ کی وجہ سے وہ دوزخ میں گر جاتا ہے۔ (بخاری)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان (زبان) ہے اور اس کی جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم لوگ روز قیامت بدترین لوگ انہیں پاؤ گے جو دو مونہوں والے ہوں گے جو ایک منہ پھر کچھ کہتا ہے اور دوسرے منہ پر کچھ کہتا ہے (یہ علامات منافقت میں سے ہیں جو کہ اخلاقی طور پر بہت بری چیز ہے۔ اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے جس کا نتیجہ سوائے فساد اور فتنہ کے اور کچھ نہیں ہوتا)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَیْسَ الْكَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ وَیَقُوْلُ خَیْرًا وَیَنْمِیْ خَیْرًا۔ (بخاری و مسلم) وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرا دے اور خیر کی بات کرے اور خیر کی بات دوسروں تک پہنچائے۔ یعنی وہ ایسی

بات کرتا ہے جس سے صلح ہوتی ہے اور جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اگرچہ وہ بات جھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ وہ مقامات جہاں جھوٹ بولنا جائز ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ دو مسلمانوں کے درمیان عداوت، لڑائی، دشمنی ختم کرنے کے لئے ایسا کیا جائے۔ دوسرا مقام یہ کہ کسی مسلمان کی جان و مال کی حفاظت کے لئے ہو۔ تیسرا مقام یہ کہ بیوی کو خوش کرنے کے لئے مثلاً محبت نہیں رکھتا مگر کہتا ہے کہ مجھے تجھ سے محبت ہے۔ (اشعۃ للمعات)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوٹ ترک کر دے جو کہ باطل چیز ہے تو اس کے لئے جنت کے کنارے گھر بنایا جائے گا اور جو حق پر ہونے کے باوجود لڑائی ترک کر دے اس کے لئے جنت کے درمیان گھر ہو گا اور جس نے اپنے اخلاق اچھے کر لئے وہ جنت کے اوپر والے حصے میں ہو گا۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔ (ترمذی) (بری باتوں سے خاموش رہا اس نے دنیا و آخرت میں نجات پالی)۔

حضرت عمران بن حطان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا میں نے انہیں مسجد میں کالی چادر اوڑھے اکیلے ٹیک لگائے ہوئے پایا۔ میں نے عرض کیا اے ابوذر! یہ تنہائی کیوں ہے؟ فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تنہائی برے دوست سے بہتر ہے اور اچھا ساتھی تنہائی سے بہتر ہوتا ہے اور اچھی بات خاموشی سے بہتر اور خاموشی بری بات سے بہتر ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا آدمی کا مقام و مرتبہ خاموشی کے ساتھ ساٹھ برس کی ع[illegible]
افضل ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ [illegible] ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا [illegible] کی یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمایئے تو آپ نے فرمایا:

میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تیرے تمام امور کے لئے بہترین زینت ہے۔ عرض کیا کچھ اور اضافہ فرمایئے۔ آپ نے فرمایا تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی کرو، وہ تیرے ذکر کرے گا آسمان میں اور نور ہوگا تیرے لئے زمین میں۔ میں نے عرض کی اور ارشاد فرمایئے۔ فرمایا لمبی خاموشی اختیار کرو کیونکہ یہ شیطان کو دور کرنے والی ہے اور امور دین میں تیری مددگار ہوگی۔ میں نے عرض کی اور اضافہ فرمایئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو کیونکہ وہ دل کو مردہ بنا دیتا ہے اور چہرے کے نور کو ختم کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا اور اضافہ فرمایئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو۔ میں نے عرض کیا اور اضافہ فرمایئے۔ تو آپ نے فرمایا راہ حق میں کسی ملامت کرنے والے سے نہ ڈرو۔ میں نے عرض کی اور اضافہ فرمایئے۔ تو فرمایا تمہارے اپنے عیوب کا علم لوگوں کے عیب دیکھنے سے منع کر دے۔ (مشکوٰۃ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا **اَلضَّحَاكُ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہنس مکھ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ کبھی کبھی مزاح بھی فرمایا کرتے تھے اور یہ بات یاد رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح مبارک حقیقت پر مبنی ہوتا تھا۔ اور آج کل جو ہماری صورتحال ہے وہ اس کے برعکس ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاح کے بارے میں احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔ بے شک آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم سچی بات ہی کہتے ہیں۔ یعنی میرے مزاح میں کوئی بات خلاف واقعہ نہیں ہوتی۔ بظاہر اگرچہ خلاف واقعہ محسوس ہوتی ہے اور فہم کلام اور اس کی حقیقت تک رسائی نہ رکھنے والا شخص اسے خلاف واقعہ ہی تصور کرے گا مگر بات ایسے ہرگز نہیں میں جو بات بھی کہتا ہوں حق اور واقعہ کے مطابق ہوتی ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

مزاح وہی جائز ہے جس میں جھوٹ نہ ہو۔ اور ہر وقت مذاق کرنے

والا وقار اور اپنی ہیبت کو ختم کر دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے سواری کا سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں اونٹنی کا بچہ کیا کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اونٹنی اونٹ ہی جنتی ہے۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا ذَا الْأُذُنَيْنِ، اے دو کانوں والے۔ انہی سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی (کیونکہ اس عورت نے جنت کی دعا کے لئے عرض پیش کی تھی) اس نے عرض کیا کیوں یا رسول اللہ (عورت جنت میں کیوں نہ جائے گی) حالانکہ وہ قرآن پڑھتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ ہم عورتوں کو دوبارہ پیدا کریں گے اور انہیں کنواریاں بنا دیں گے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص جس کا نام زاہر بن حرام تھا وہ اپنے گاؤں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تحائف لاتے۔ جب واپس جانے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی انہیں تحائف عطا فرمائے اور فرمایا زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے محبت کرتے تھے اور وہ خوبصورت نہ تھے۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور وہ سامان بیچ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے سے انہیں گود میں لے لیا حالانکہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا نہیں تھا۔ کہنے لگے کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا انہوں نے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور اپنی پشت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

اقدس سے بار بار مس کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس غلام کو کون خریدتا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم مجھے آپ کھوٹا پائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کے ہاں کھوٹے نہیں ہو۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں غزوۂ تبوک کے موقع پر حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چمڑے کے خیمے میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اندر آ جاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں سارا اندر آ جاؤں؟ فرمایا سارے کا سارا آ جاؤ۔ میں حاضر ہو گیا۔ عثمان بن عاتکہ نے کہا انہوں نے خیمہ کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے کہا تھا کہ میں سارا اندر آ جاؤں۔ (ابوداؤد)

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا میں تشریف فرما تھے۔ وہاں پکی ہوئی کھجوریں اور کچھ نیم پختہ رکھی تھیں میری ایک آنکھ دکھتی تھی میں نے کھانے کے لئے ایک کھجور اٹھا لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم کھجور کھا رہے ہو حالانکہ تمہاری آنکھ دکھتی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنی صحیح آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں بارگاہ رسالت میں حاضر تھا ایک آدمی آیا اور عرض کی یا رسول اللہ میں ہلاک و تباہ ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تیرا بھلا کرے کیا بات ہے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے رمضان کے مہینہ میں اپنی بیوی سے صحبت کی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بطور کفارہ ایک غلام آزاد کرو۔ عرض کی میرے پاس نہیں ہے۔ فرمایا لگاتار دو ماہ کے روزے رکھو۔ عرض کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ اس نے عرض کی میں نہیں کھلا سکتا۔ فرمایا یہاں بیٹھ جاؤ۔ کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بہت سی کھجوریں پیش کی گئیں۔ آپ نے فرمایا سائل کہاں ہے؟ وہ حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کھجوریں لے لو اور اپنا کفارہ ادا کرو۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ! مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان مجھ سے زیادہ حقدار کوئی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سامنے والی داڑھیں نظر آنے لگیں پھر اسے فرمایا ساٹھ مسکینوں کا کھانا تم لے لو اور اپنے اہل خانہ کو کھلاؤ۔ (ضیاء النبی)

وَأْذَنْ لِسُحْبِ صَلٰوةٍ مِّنْكَ دَائِمَةً
عَلَى النَّبِيِّ بِمُنْهَلٍّ وَّمُنْسَجِمِ
وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِيْنَ لَهُمْ
اَهْلِ التُّقٰى وَالنُّقٰى وَالْحِلْمِ وَالْكَرَمِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا طَابَ طَابَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خوش وخرم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اسم مبارک تورات میں مذکور ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کا ذکر پاک لوگوں کی وردزبان ہو۔

حضور کا اسم مبارک کس کے وردزبان نہیں؟ اہل دل اور عاشقوں کی تو روحانی غذا ہی ذکر محبوب ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ ملنسار تھے۔ ایک روز آپ نے مجھے ایک کام کے لئے بھیجا میں نے کہا اللہ کی قسم نہیں جاؤں گا اور میرے دل میں یہ بات تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جس کام کے لئے حکم فرمایا ضرور جاؤں گا۔ غرضیکہ میں چلا گیا یہاں تک کہ مجھے کچھ لڑکے بازار میں کھیلتے ہوئے ملے۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ پیچھے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری گدی پکڑے ہوئے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو مسکرا رہے تھے اور فرمایا انس جس کام میں نے حکم دیا تھا وہاں گیا تھا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب میں جا رہا ہوں۔

حضرت انس ؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ۹ سال تک رہا ہوں مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کیا کچھ کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ تو نے یہ ایسے کیوں کیا یا میں نے کوئی کام نہ کیا ہو اور آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ تو نے یوں کیوں نہ کیا۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

یقیناً میں خوب جانتا ہوں کہ سب سے آخر میں جہنم سے کون شخص نکالا جائے گا۔ جہنم سے ایک شخص گھٹنوں کے بل نکالا جائے گا اور کہا جائے گا جا جنت میں داخل ہو جا، پھر اسے جنت میں داخل کرنے کے لئے لے جایا جائے گا پس وہ دیکھے گا بہشت کی تمام منزلوں پر لوگوں نے رہائش اختیار کی ہوئی ہے اور وہاں آرام کر رہے ہیں۔ پھر وہ واپس آئے گا اور عرض کرے گا اے میرے اللہ جنت میں تمام مقامات پر لوگوں نے سکونت اختیار کی ہے تو اسے کہا جائے گا کیا تجھے وہ وقت یاد ہے جبکہ تو دنیا میں تھا۔ وہ عرض کرے گا کہ ہاں۔ پھر اس سے کہا جائے گا تو اپنی تمنا یعنی خواہش بیان کر پس وہ اپنی خواہش بیان کرے گا تو اسے کہا جائے گا تیرے لئے وہ ہے جس کی تو نے تمنا کی اور دنیا سے دس گنا۔ وہ کہے گا اے بادشاہوں کے بادشاہ! کیا آپ میرے ساتھ دل لگی کر رہے ہیں۔ ابن مسعود ؓ کہتے ہیں جب حضور ﷺ اس شخص کی بات بیان فرما رہے تھے تو آپ اس قدر ہنسے کہ آپ کا دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت علی بن ربیعہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی ؓ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک سواری کا جانور آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تاکہ آپ اس پر سوار ہوں۔ جب پاؤں رکاب میں رکھا تو پڑھا بسم اللہ، پھر

جب پیٹھ پر آرام سے بیٹھ گئے تو فرمایا الحمد للہ، اس کے بعد پڑھا سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ پھر تین بار الحمد للہ پڑھا اور تین بار اللہ اکبر فرمایا اور یہ دعا پڑھی سُبْحَانَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ۔ یہ دعا پڑھنے کے بعد حضرت علی مسکرائے۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟ آپ ؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو مسکراتے ہوئے دیکھا جیسے میں نے کیا۔ پھر حضور ﷺ مسکرائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرا پروردگار اپنے بندے سے ضرور اس وقت تک خوش رہتا ہے جب وہ کہتا ہے رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ یَعْلَمُ اَنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اَحَدٌ غَیْرِیْ۔

سبحان اللہ! صحابہ کرام ؓ کے دلوں میں کس قدر حضور ﷺ کے ساتھ قلبی محبت کا سمندر موجزن رہتا تھا۔ ہر صحابی عشق رسول ﷺ کے نشہ میں مخمور رہتا تھا۔ اسی لئے تو ان لوگوں کا ایمان بدن کے انگ انگ میں رچ بس چکا تھا۔

ان باکمال لوگوں کے دل و دماغ میں آقا ﷺ کی ادائیں، آپ کی حرکات و سکنات محفوظ تھیں۔ ان لوگوں کے دلوں میں جو جذبہ محبت رسول تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔

حضرت جابر ؓ ایک سفر کا ذکر کرتے ہیں کہ جب ہم فارغ ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف آ رہے تھے تو راستے میں سرکار دو عالم ﷺ میرے ساتھ گفتگو فرماتے اور مزاح بھی فرماتے۔ پھر فرمایا اے جابر تم نے ابھی تک شادی نہیں کی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کر لی ہے۔ پھر پوچھا

کنواری سے یا شادی شدہ سے؟ میں نے عرض کیا شادی شدہ سے۔ آپ نے فرمایا تم نے کنواری کے ساتھ کیوں نہ کی وہ تمہارے ساتھ کھیلتی اور تم اس کے ساتھ کھیلتے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے والد غزوۂ احد میں شہید ہوگئے انہوں نے سات بچیاں چھوڑیں۔ اس لئے میں نے ایسی خاتون سے شادی کی جو ان کی تربیت بھی کرسکے اور ان کو اکٹھا بھی رکھ سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بات سے خوش ہوئے اور فرمایا اللہ کے فضل سے تم نے اچھا فیصلہ کیا۔ (نسائی، ضیاء النبی)

حضرت حبشی بن جنادہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ اَفْكَهَ النَّاسِ خُلُقًا سب لوگوں سے زیادہ خوش طبع تھے۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلطَّاهِرُ

پاک صاف

"الطاہر" میل کچیل اور ہر قسم کی گندگی سے پاک۔ طہارت سے اسم فاعل کا صیغہ اور بعض نے کہا اس کی دو قسمیں ہیں ایک طہارت حسی اور دوسری طہارت معنوی۔ طہارت حسی یہ کہ آپ ظاہری گندگی سے پاک و صاف ہیں اور طہارت معنوی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باطنی گندگی سے پاک۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اسم گرامی اس لئے رکھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا پر پاک ہی مبعوث کیے گئے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر قسم کی ظاہری و باطنی نجاست سے محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہر و باطن پاک کر دیا تھا۔ اس مذکورہ بالا توضیح کی ترجمانی حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ یوں فرماتے ہیں

کہ میں نے بوقت وصال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدنِ اقدس کو غسل دیا۔ پس میں دیکھنے لگا کہ کوئی ایسی چیز تو نہیں نکلی جو عام میت کے جسم سے خارج ہوتی ہے۔ مگر میں نے وہاں کچھ نہ پایا۔ اس وقت میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ حیات مبارکہ بھی پاکیزہ اور آپ کی وفات مبارکہ

بھی پاکیزہ اور آپ کے بدنِ اقدس سے ایسی خوشبو نکلی جو میں نے کبھی نہ پائی۔ (الشفاء)

حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قبل ہی کفر و شرک نے اپنا بستر گول کرنا شروع کر دیا۔ چار دانگ عالم دھوم مچی ہوئی تھی کہ آنے والا آ رہا ہے جو خود بھی پاک و طاہر ہے اور ساری روئے زمین کو اپنی برکات سے معطر معنبر کر دے گا اور ہر قسم کی نجاست سے پاک کر دے گا۔ آپ ﷺ اپنی قوم سے حسباً نسباً افضل، اصل و فرع کے لحاظ سے نہایت پاک طاہر۔ سبحان اللہ! اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ جس رات استقرار نطفہ زکیہ مصطفوی مدف رحم آمنہ میں منتقل ہوا اس صبح کو تمام دنیا میں بت سرنگوں، زمین سر سبز و شاداب اور درخت پھل آور ہو گئے۔ قریش کو جو شدید قحط اور عظیم تنگی میں مبتلا تھے کو مسرت و خوشی حاصل ہوئی۔

سبحان اللہ! حضور طاہر و مطہر ﷺ خود بھی پاک، آپ ﷺ کے اخلاق مبارکہ بھی پاک کہ ان میں کسی قسم کی آلائش کا دھبہ تک نہیں۔ اتنے پاک کہ جس گلی کوچہ و بازار سے گزرتے اپنی جسمانی، اخلاقی، روحانی پاکیزگیوں کی خوشبو بکھیرتے جاتے۔ آپ ﷺ کا ظاہری بدن اتنا پاکیزہ کہ غلیظ مکھی تک نہیں بیٹھی، آپ ﷺ کے فضلات مبارکہ اتنے پاکیزہ کہ جو امتی نگل جائے اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو گئی۔ آپ ﷺ کے اخلاق اس قدر پاکیزہ کہ جن کی طہارت کی گواہی خود قرآن دے اور فرمائے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ . حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ۔

ہمیں سمجھ نہیں آتی ان لوگوں کی جو آپ ﷺ کی محبت کے دعوے بھی بڑے زور شور سے کرتے ہیں اور جب اظہارِ محبت کی بات آئے

تو کہیں کہ جی صرف آپ ﷺ کے اعمال کو اپنا لینا ہی محبت ہے۔ محبت کے اظہار کے لئے صرف عمل ہی کافی ہے۔

حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم آپ ﷺ کے اعمال سے بھی محبت کرتے تھے اور جس چیز کو آپ ﷺ کے جسم اقدس سے ذرا سی بھی نسبت ہو جاتی اس کی بھی دل و جان سے تعظیم و تکریم کرتے۔ اسی بات کو لیجئے کہ آپ ﷺ کا بول مبارک جس صحابیہ نے پیا تھا کیا اس نے غلطی کی تھی اگر غلطی کی تھی تو پینے پر حضور ﷺ نے کیوں نہ فرمایا کہ تمہارا منہ اور پیٹ ناپاک ہو گیا جاؤ اسے صاف کرو۔

جبکہ آقا ﷺ نے فرمایا آپ مسکرائے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں مبارکہ نظر آئیں اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ تیرا پیٹ ہر بیماری سے محفوظ رہے گا۔ (الشفاء، شرح شمائل)

یاد رہے حضور ﷺ کا بول مبارک، خون مبارک، فضلات مبارک امت کے حق میں پاک تھے جبکہ بذاتِ خود آپ ﷺ بول مبارک سے فراغت کے بعد استنجا فرما کر وضو فرماتے۔ یہ آپ کا ذاتی مسئلہ تھا۔ اس بات کو یہ دلیل بنانا کہ اگر بول مبارک پاک ہوتا تو آپ استنجا نہ فرماتے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر منکرین کا یہ عقیدہ تو نہ ہوا کہ آپ ﷺ کا ظاہر اور باطن ہر قسم کی آلائش سے پاک تھا۔ آپ ﷺ کی محبت کا تقاضا اور ہمارے دعویٰ ایمانی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بدنِ اقدس کو پاک مانا جائے اور بدنِ اقدس سے نکلنے والے فضلات مبارکہ، خون مبارکہ کو پاک بلکہ بیماریوں کے باعث شفا سمجھا جائے۔

جو لوگ ناپاک سمجھتے ہیں ذرا غور سے پڑھیں اور پھر جائزہ لیں کہ کس

کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر سوار تھے اور آپ عبداللہ بن ابی منافقوں کے پاس سے گزرے تو اس نے ناک ڈھانپتے ہوئے کہا اپنی سواری کو دور لے جا اس کی بدبو نے ہمیں پریشان کر دیا ہے۔

اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے دشمن! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک پیشاب کی خوشبو کستوری سے بھی اعلیٰ ہے۔(شاہکار ربوبیت بحوالہ عمدۃ القاری فی شرح بخاری)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمٖ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَلطَّبِیْبُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

روحانی وجسمانی حکیم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت مجموعہ کمالات ہے۔ آپ کو جس حیثیت سے بھی دیکھیں گے آپ اپنی شان میں یکتا اور منفرد نظر آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی بھی ہیں اور رسول بھی۔ ایک بہترین معالج، ایک بہترین مفکر اسلام، ایک بہترین قانون دان، ایک بہترین سیاستدان، ایک بہترین سائنس دان، ایک بہترین خطیب، ایک بہترین طبیب، ایک بہترین سربراہ مملکت، ایک بہترین سپہ سالار لشکر اسلام اور عالم و سکالر الغرض آپ کی شخصیت کو جس تناظر میں بھی دیکھیں گے ایک اعلیٰ، ارفع، مزکی، منزہ، جامع کمالات نظر آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں لوگوں کی ذہنی وفکری وعلمی و عملی صلاحیتوں کو جاگر کیا وہاں آپ نے بحیثیت ایک طبیب بھی انمول پھول بکھیرے ہیں۔

آج کا انسان جس رفتار کے ساتھ مادی ترقی کے حصول میں شب و روز کوشاں ہے ساتھ ہی ساتھ ظاہری وباطنی پریشانیوں سے دوچار ہے۔

دین کے پیشواؤں نے اسلام کو صرف اور صرف ثواب کے حصول تک محدود کر دیا ہے۔ یہ بات اپنے محل پر درست ہے کہ اعمال صالحہ کے اپنانے سے ڈھیروں ثواب کمایا جا سکتا ہے لیکن زندگی میں انقلاب اسی صورت میں آسکتا ہے جب اسلام کو اپنے ظاہر سے لے کر باطن تک اسے اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنایا جائے۔

فی زمانہ یہ بات مشاہدہ میں اکثر آئی ہے کہ انسان نے جتنا مال کمایا، دولت کے جتنے انبار لگائے مصائب و آلام نے اسی قدر گھیرا۔ ایک فیکٹری کے مالک سے لے کر ایک عام کلرک تک سبھی ذہنی بے سکونی اور ڈیپریشن کا شکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری ان تمام روحانی بیماریوں سے نجات صرف اور صرف اپنی یاد میں رکھی ہے جس کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبِ۔ آگاہ ہو جاؤ اپنے دلوں کو ذکر الٰہی سے سکون دو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک روحانی پیشوا کے طور پر دیکھا جائے تو آپ اس شان میں بھی یکتا ہیں کہ اگر آپ کے پاس کوئی جھوٹ کی بیماری میں مبتلا آتا ہے تو سچائی کا پیکر بن کر جاتا ہے، اگر کوئی عداوت رکھ کر آتا ہے تو درسِ محبت لے کر جاتا ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیضانِ کرم ہی تھا کہ بھولے اور بھٹکے ہوؤں کو راہ حق کا جادہ پیما بنا دیا۔ آج کی جدید سائنس اس حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکی کہ آج سے چودہ سو سال پہلے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی زندگی گزارنے کے جو رہنما اصول بیان فرمائے اگر ان پر عمل کیا جائے تو زندگی میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ آج ہماری ذلت اور پستی کا بڑا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ نظام سے ہم نے روگردانی کی اور خود ساختہ قوانین کے پیچھے پڑ گئے تو نتیجہ یہ نکلا کہ بجائے ترقی کرنے کے

ذلت اٹھانا پڑ رہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور روحانی معالج دل کے سکون کے لئے قیامت تک آنے والی انسانیت کو عظیم نسخہ عطا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ، ریاکاری، حسد، دجل و فریب، بغض و کینہ، رشوت سفارش، خالص چیز میں ملاوٹ، جواء، قمار بازی، شراب نوشی وغیرہ ان تمام روحانی امراض کو ترک کرنے کی ہدایت فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور ماہر امراض جسمانی دیکھیں تو بھی منفرد مقام رکھتے ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی امراض کی تشخیص کے سامنے آج کی سائنس اور بڑے بڑے سپیشلسٹ ڈاکٹروں کو سر تسلیم خم کرنا پڑ رہا ہے اور سبھی کہہ رہے ہیں انسانی صحت کی سلامتی اور امراض مہلک سے چھٹکارے کا ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ تعلیمات پر عمل کیا جائے اور انہیں بسر و چشم قبول کیا جائے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور جسمانی معالج ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ میرے بھائی کے پیٹ میں درد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے شہد پلاؤ۔ پھر دوسری بار آیا (کیونکہ پہلی بار پلانے سے ٹھیک نہ ہوا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا اس کو شہد پلاؤ۔ پھر تیسری بار آیا اور کہا کہ میں نے شہد پلایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا كَذَبَ بَطْنُ اَخِيْكَ اسْقِهٖ عَسَلًا فَسَقَاهُ فَبَرَأَ (بخاری) تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹ بولتا ہے اس کو شہد پلاؤ۔ اس نے شہد پلایا تو وہ تندرست ہو گیا۔

ذاتِ کبریا جل شانہ نے فرمایا شہد میں شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اس میں لوگوں

کے لئے شفا ہے۔ شہد کے بے شمار فائدے ہیں۔ یہ انتڑیوں اور رگوں میں میل زائل کرتا ہے، لوگوں کے منہ کشادہ کرتا ہے، معدہ، جگر، مثانہ وغیرہ کو مضبوط کرتا ہے، اس کے کھانے سے رطوبات تحلیل ہوتی ہیں، دوائیوں کی مکروہ کیفیت کو دور کرتا ہے، سینہ اور جگر کی تنقیح کرتا ہے، پیشاب اور حیض کھل کر آتا ہے، بلغم سے سینہ کی درد دور کرتا ہے۔ جن لوگوں کے بلغمی سرد مزاج ہیں ان کے لئے بے حد مفید ہے۔ اگر اسے سرکہ میں حل کر کے کھایا جائے تو صفرا دور کرتا ہے۔ یہ غذا کے علاوہ دوا بھی ہے۔ پینے کے بھی کام آتا ہے اور خوش ذائقہ ہونے کے ساتھ مفرح بھی ہے۔

اگر شہد کو گرم کر کے عرق گلاب میں حل کر کے پیا جائے تو حیوان کے کاٹے سے شفا دیتا ہے۔ اگر پانی میں ملا کر پیا جائے تو کتے کے کاٹے سے شفا دیتا ہے۔ اگر اس میں تازہ گوشت رکھا جائے تو تین ماہ تک گوشت نہ خراب ہوتا ہے نہ بدذائقہ۔ اگر آنکھوں میں بطور سرمہ لگایا جائے تو نظر تیز کرتا ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز شہد پانی میں ملا کر ایک پیالہ نوش فرماتے۔ (تفہیم البخاری)

کلونجی: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فِی الْحَبَّةِ السَّوْدَآءِ شِفَاءٌ مِنْ کُلِّ دَآءٍ اِلَّا السَّامُ۔ کلونجی میں ہر مرض کا علاج ہے سوائے موت کے۔

تلبینہ: لبن سے ہے۔ یہ آٹا، دودھ اور شہد ملا کر بنایا جاتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تلبینہ مریض کے دل کو راحت پہنچاتا ہے اور بعض غم کو دور کرتا ہے۔ (بخاری)

بخار کا علاج: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلْحُمّٰی مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فَاطْفِئُوْهَا

بِالْمَآءِ۔ بیشک بخار جہنم کے سانس ہیں اسے پانی سے بجھاؤ۔ (بخاری)

آج کے اطباء یہ تسلیم کرتے ہیں کہ صفراوی بخار والے کو ٹھنڈا پانی پلایا جاتا ہے اور اس کے اعضا کو ٹھنڈا کیا جاتا ہے بلکہ بخار والے کی پیشانی پر برف کی پٹیاں بھی لگائی جاتی ہیں۔

ان ظاہری بیماریوں سے حفاظتی تدابیر کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیماریوں کا علاج قرآنی آیات سے بیان فرمایا۔ گو کہ آج کے بعض مسلمان اتنے کیوں بہک گئے ہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کی بجائے ان لوگوں کے پاس جاتے ہیں جن کا کام ٹونے ٹوٹکے ہوتا ہے اور فی زمانہ ایسے لوگوں کا یہ مکروہ دھندہ بڑے عروج پر ہے اور بڑے افسوس کی بات تو یہ ہے کہ بعض آستانے اور ان کے سجادہ نشین حضرات براہ راست ان ٹونوں ٹوٹکوں پر بڑا اعتماد کرتے ہیں۔ سائل تو بے چارہ اپنے دکھوں کا مداوا، اپنے درد کی دوا لینے آتا ہے جبکہ نااہل پیر بجائے اس کے درد کی دوا کرنے کے اس کے مرض کو اور زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ راقم الحروف اس بات کا عینی شاہد ہے کہ ایک شخص کے گھر صاحب خانہ کی بیٹی کے علاج کی غرض سے آئے، گھر والے نے اپنی بپتا سنائی تاکہ پریشانی کا کوئی حل نکل آئے۔ شاہ صاحب نے اس کی بیٹی کو سامنے بیٹھا کر تکلیف کی علامتیں پوچھیں کہ لڑکی! تم بتاؤ بھوک لگتی ہے؟ لڑکی نے کہا نہیں شاہ جی۔ پوچھا گھر کے افراد پر غصہ آتا ہے؟ جواب ملا آتا ہے۔ پوچھا لڑکی! نیند نہیں آتی؟ جی نہیں۔ طبیعت بے چین رہتی ہے؟ جی رہتی ہے۔ بدن کو سوئیاں چبھتی ہیں؟ جی چبھتی ہیں۔ گھر کے افراد سے بولنے کو جی نہیں چاہتا؟ جی نہیں شاہ جی۔ لڑکی سے سوال و جواب کے بعد شاہ جی نے لڑکی کے باپ کو مخاطب کیا کہ بابا جی آپ کی بیٹی کو

کسی نے کچھ کر دیا ہے۔ یہ تھا شاہ جی کا جاہلانہ جواب اب علاج دیکھئے کیا کرتے ہیں۔ لڑکی کے باپ نے کہا شاہ جی اب میری بیٹی کا کوئی علاج بھی کریں۔ شاہ نے کہا ضرور کریں گے ہمارے آستانے پر صرف تین اتوار لے آؤ وہاں دھونی دیں گے اور پھر جائزہ لیں گے کہ قابل علاج ہے بھی کہ نہیں۔

قارئین محترم! یہ ہے ہمارے ہاں جاہلانہ تصوف کا ڈھونگ کہ اصل نقل کی پہچان ختم ہو چکی ہے۔ آج کے دور میں حق کی آواز کو دبایا جا رہا ہے اور باطل کو بڑے سلجھے ہوئے طریقے کے ساتھ اچھالا جا رہا ہے۔ قارئین محترم! ذرا غور فرمائیں اور اصل نقل کی پہچان کریں۔ وہ بزرگان دین جن کی ساری زندگی تبلیغ دین اور لوگوں کے دلوں سے زنگ اتارتے اور اللہ کی محبت و اطاعت کا رنگ چڑھاتے گزر گئی کیا ہم نے ان بزرگان دین کی تعلیمات کی لاج رکھی ہے؟ کیا ہمارے پاس قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ سنت موجود نہیں؟ اگر ہے تو ان جاہل پیروں فقیروں، بھنگی پوستیوں کا بائیکاٹ کریں جو شعائر اسلامی اور پاک آستانوں کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیماریوں کا روحانی علاج بھی عطا فرمایا یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ سے ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر بند کے بارے میں فرمایا اَلْعَیْنُ حَقٌّ (بخاری) نظر کا لگ جانا حق ہے۔

بعض لوگ اس چیز کا بڑی شد و مد سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی نظر بند نہیں ہوتی حالانکہ اس کی تصدیق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے ہو رہی ہے۔

امام ابو داؤد نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے فرمایا جس کی نظر لگی ہو اسے کہا جائے کہ وضو کرے پھر

اس پانی سے اس کو غسل دیا جائے جسے نظر لگی ہو۔ امام مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نظر کا لگ جانا حق ہے۔ امام نسائی نے عامر بن ربیعہ سے روایت کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی اپنے مال و اولاد میں کچھ دیکھے جو اس کو تعجب میں ڈالے تو برکت کی دعا کرے کیونکہ نظر کا لگ جانا حق ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام چند لوگ عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلہ کے پاس آئے تو انہوں نے مہمان نوازی نہ کی۔ اس اثنا میں اس قبیلہ کے سردار کو زہریلے جانور نے ڈس لیا۔ قبیلہ والوں نے انہیں کہا کیا تمہارے پاس کوئی دوا دم ہے؟ صحابہ نے کہا تم نے ہماری ضیافت نہیں کی لہٰذا ہم تم سے دم کرنے کی اجرت لیں گے۔ قبیلہ والوں نے ان کے لئے کچھ بکریاں بطور اجرت مقرر کر دیں۔ ان میں سے ایک شخص نے سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کی اور تھوک منہ میں جمع کرتا رہا اور زخم پر تھوکتا رہا، وہ شخص تندرست ہو گیا۔ قبیلہ والوں نے انہیں بکریاں لینے کو کہا تو ان صحابہ نے کہا جب تک ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ نہ لیں گے اس وقت تک نہ لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو آپ ہنسے اور فرمایا تمہیں کس نے بتایا کہ سورۂ فاتحہ دم ہے۔ فرمایا بکریاں لے لو اور میرے لئے بھی حصہ دو۔ (بخاری)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کو دم کرتے تو یہ دعا پڑھتے: بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا وَرِيْقَةُ بَعْضِنَا يَشْفِيْ سَقِيْمُنَا (بخاری)

امام نسائی کی روایت کے مطابق عجوہ جنت کی کھجور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا جو کوئی ہر روز صبح کو عجوہ کھجور کھائے گا اس کو رات تک زہر اور جادو ضرر نہیں دے گا۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں عجوہ زہر اور سحر سے اس لئے شفا دیتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کی کھجوروں کیلئے دعائی فرمائی ہے۔ یہ صرف حضور ﷺ کی دعا کی برکت ہے کھجور کی کوئی خصوصیت نہیں۔ (تفہیم البخاری)

غلیظ مکھی جو ہمارے ارد گرد اڑتی پھرتی ہے کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کے (پانی) برتن میں یہ مکھی گر جائے تو ساری مکھی کو اس میں ڈبو دے پھر باہر پھینک دے کیونکہ اس کے ایک پر میں شفا ہے اور دوسرے میں بیماری ہے۔ (بخاری)

شہد کی مکھی جنت میں ہو گی اس کے سوا باقی ہر قسم دوزخ میں ہو گی تاکہ اس سے دوزخیوں کو عذاب ہو۔ اس کی پیدائش میں حکمت یہ ہے کہ اسے جابر لوگوں کو اذیت پہنچانے کے لئے پیدا کیا گیا۔ یہ بو کو کھا جاتی ہے اگر یہ نہ ہوتی تو ساری دنیا متعفن ہو جاتی۔ علامہ خطاب نے کہا کہ مکھی کی تخلیق پر تعجب نہیں کرنا چاہئے اللہ نے اس کے پروں میں شفا اور بیماری جمع کی ہے۔ اوپر والے پر سے شفا دیتی ہے اور نیچے والے پر سے بیماری۔ (تفہیم البخاری)

آپ ﷺ نے انسان کی اصلاح کے لئے اس کی روحانی بالیدگی کے لئے اسے زندگی گزارنے کے پر بہار اصول عطا فرمائے۔ اگر ہم ان اصولوں پر اپنے آپ کو ڈھال لیں تو ہمارا معاشرہ تمام روحانی اور جسمانی بیماریوں سے نجات پا سکتا ہے اور پھر صحابہ کرام کے دور کی یاد تازہ ہو سکتی ہے۔ مگر کیا کیا جائے آج کے دور میں دین کے ٹھیکیداروں کی یہ حالت ہو چکی ہے کہ ان کی زبان پر دین کا نام ہوتا ہے اور باطن مغربی تہذیب کا دلدادہ ہوتا ہے۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا **طٰہٰ** ﷺ

اے گناہوں سے پاک اور خلق خدا کے رہنما

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ طٰہٰ بمعنی یا حبیبی ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ اسماء الحسنٰی میں سے ہے اور حدیث پاک میں ہے کہ طٰہٰ حضور ﷺ کا اسم مبارک ہے اور بعض نے کہا "ط" طہارت اور "ہ" ہدایت کے لئے بطور رمز استعمال ہوا ہے۔ اس کا معنی ہے اے گناہوں سے پاک اور خلق خدا کے رہنما۔

اس کی ایک اور توجیہ یہ ہے کہ حساب جمل سے "ط" کا عدد ۹ اور "ہ" کا عدد پانچ ہے جس کا مجموعہ ہے چودہ۔ جس کا معنی ہے اے چودھویں کے چاند۔

علامہ آلوسی نے اس توجیہ کا ذکر کر کے لکھا ہے اے عالم امکاں کے آسمان کے ماہ تمام! اے فلک وجود کے چودھویں کے چاند۔ (ضیاء القرآن ج ۳، صفحہ ۱۰۳)

حضور ﷺ کی دلی آرزو تھی کہ اللہ تعالیٰ کے جو بندے اپنے رب سے منہ موڑ چکے ہیں اور رشتۂ عبودیت توڑ چکے ہیں پھر اپنے رحیم و کریم

مالک کو پہچانیں اور اس سے بندگی کا رشتہ استوار کریں۔ انسان لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ کا تاج سر پر رکھ کر لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کے سامنے پیشانی رگڑ رہا ہو، انسانیت کی اس تذلیل سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا دکھ ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طرح اس کے لئے کوشاں رہتے کہ انسان اپنا بھولا ہوا مقام پہچانے اور عزت و تکریم کی جو مسند اس کے لئے بچھائی گئی ہے اس پر پھر تشریف فرما ہو۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلآویز شخصیت، پاک سیرت، درد و سوز میں ڈوبے ہوئے خطبے، اخلاص و ہمدردی سے بھرپور مواعظ اور پہاڑوں کا دل ہلا دینے والی قرآن کی آیات بینات کوئی چیز بھی تو ان عقل کے اندھوں کو نور حق سے روشناس نہ کر رہی تھی۔ الٹا ان پر تعصب میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ان کے اس ردعمل سے ہر وقت حزن و ملال کی گھٹائیں قلب انور پر چھائی رہتیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بے چینی گوارا نہ ہوئی۔ تسلی اور اطمینان دینے کے لئے ارشاد فرمایا اے ماہ تمام! یہ قرآن اس لئے تو نازل نہیں کیا گیا کہ آپ شب و روز بے قرار رہیں۔ یہ تو ایک نصیحت اور یاد دہانی ہے جس میں صلاحیت ہو گی اسے قبول کرے گا اور جو حق پذیری کی استعداد سے محروم ہے اور ان آیاتِ بینات کو سن کر بھی دعوت حق قبول نہیں کرتا تو اس کی قسمت۔ آپ آزردہ خاطر کیوں ہوں اور آپ کو رنج و قلق کیوں ہو۔ (ضیاء القرآن)

قرآن حکیم نے کئی مقامات پر ان حروف مقطعات (طٰهٰ، طٰسٓ، یٰسٓ وغیرہ) سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرمایا۔ ان کے بارے میں علماء عظام کے مختلف نظریات ہیں۔ مثلاً یہ کہ

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب مظہری فرماتے ہیں:

میرے نزدیک حق یہ ہے کہ حروف مقطعات متشابہات میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اسرار ہیں۔ ان حروف سے عالم لوگوں کو سمجھانے کا قصد نہیں کیا گیا بلکہ صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان حروف سے افہام مقصود تھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاملین متبعین میں سے جس کو چاہیں سمجھا دیں۔ (مظہری)

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام کی مراد یہ ہے کہ یہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک بھید ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو ان حروف مقطعات پر مطلع کرنے کا قصد نہیں کیا گیا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان کے معنی کا علم نہ ہو ورنہ لازم آئے گا کہ غیر مفید کلام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کیا گیا اور یہ بہت بعید ہے۔ (تبیان القرآن۔ جلد اوّل)

حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ان حروف مقطعات کی تاویل کو ظاہر فرمایا۔ (مظہری)

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

میرے نزدیک احسن قول یہ ہے کہ الٓمّٓ اور دیگر حروف مقطعات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان راز ہیں۔ اس کے بعد علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان حروف کا صحیح مفہوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں اور اولیاء کاملین کو یہ علم بارگاہ رسالت سے حاصل ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ حروف اپنے اسرار کو اولیائے کرام سے بیان کر دیتے ہیں جیسے یہ حروف اس ذات پاک

سے گویا ہوتے تھے جس کی ہتھیلی میں کنکریوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی تھی۔ (ضیاء القرآن)

علامہ ابوالحسنات قادری فرماتے ہیں:

یہ اسرار الٰہیہ اور متشابہات میں سے ہیں۔ ان کی مراد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین ہے وہی اسے جانیں گے اور ہمیں ان کے حق ہونے پر ایمان لانا چاہیے لیکن معنی تاویل اگر ممکن ہوں اور کتاب وسنت کے موافق بھی نہ ہوں تو مقبول نہ ہوں گے اور ایسے تاویل مردود ہوں گے۔ (تفسیر الحسنات)

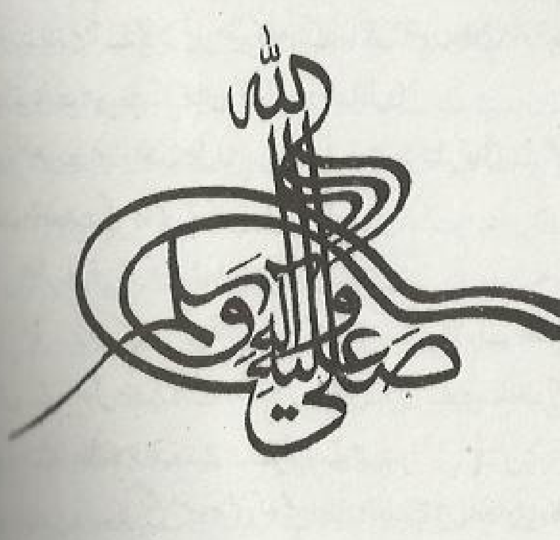

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَلظَّاهِرُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غلبہ پانے والے

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ○ وہ ذات اس نے اپنے رسول کو بھیجا ہدایت اور سچا دین دے کر تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے اور (اس رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر) اللہ گواہ کافی ہے۔

اس آیت مقدسہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا مقصد بیان فرمایا جا رہا ہے اور ساتھ ہی فرمایا تمام ادیان باطلہ کا قلع قمع کر کے دین اسلام کو غالب کرنے کے لئے بھیجا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حیات آفرین پیغام کو [illegible] کے لئے کفار نے بڑے پاپڑ بیلے مگر کسی کام نہ آئے کیونکہ بظاہر انہیں [illegible] بھی گھمنڈ تھا کہ عبداللہ کے اس دُرِّ یتیم کے پاس نہ کوئی مال و دولت [illegible] جنہیں یہ خرچ کر کے اپنی تحریک کو فروغ دے سکیں نہ کوئی زور [illegible] مقابلہ کر سکے۔ چنانچہ انہوں نے اس چراغ کو گل کرنے کی [illegible] کی مگر ان تمام کفار و مشرکین کی کوششیں ناکام رہیں۔ سبحان اللہ!

رب کے بھیجے ہوئے عالی مرتبت رسول جس استقامت کے ساتھ راہ حق میں مصائب و آلام کا مقابلہ کیا اس کی مثال دنیا کی کوئی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ان بدبخت منکرین رسالت نے بڑی کوشش کی کسی نہ کسی طرح سے یہ چراغ بجھ جائے مگر ان کی ساری تگ و دو پر پانی پھر گیا اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پرچم اسلام بلند کیا وہ تا قیامت افق عالم پر لہراتا رہے گا۔

کون نہیں جانتا کہ رسول معظم و مکرم و مطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن حالات میں مکہ معظمہ سے ہجرت کرنا پڑی وہ بڑا ہی مشکل دور تھا ورنہ کس کا جی چاہتا ہے کہ گھربار عزیز و اقارب چھوڑ دے لیکن کفار مکہ نے اتنی دور جا کر آباد ہونے والے مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اسی پاداش میں غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو کفار و مشرکین کو منہ کی کھانا پڑی۔ اس کے باوجود مشرکین نے مسلمانوں پر پابندی لگائی تھی کہ وہ حرم کعبہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کے دلوں میں زیارت کعبہ مشرفہ کا شوق بہت زیادہ تھا اور اپنی ان خواہشات اور تمنا کا اظہار بارگاہ رسالت میں اکثر کرتے رہتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تسلی تشفی فرماتے اور یقین دلاتے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ فتح و کامرانی عطا فرمائے گا تم آزادی کے ساتھ حج و عمرہ کی سعادت سے سرفراز ہو گے۔

چنانچہ ایک روز حضور تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب[1] دیکھا جو

---

[1] یہ صرف خواب ہی نہ تھا بلکہ اشارہ الٰہی تھا جس کی توثیق سورۃ فتح آیت ۲۷ میں ان الفاظ سے فرمائی گئی لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ الخ بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو حق کے مطابق تھا تم انشاءاللہ ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہو گئے، اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہو گا۔

کہ آپ نے اپنے اصحاب کو سنایا وہ یہ کہ ہم سب امن و سلامتی کے ساتھ حرم کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ سننا ہی تھا تو صحابہ کرام کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ان لوگوں نے اللہ کا شکر ادا کیا خوشی کے ساتھ نعرے لگائے اور یہ خبر سارے شہر میں آناً فاناً پھیل گئی اور یاد رہے کہ صحابہ کرام کو یقین کامل تھا کہ نبی محترم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خواب ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے اور یہ اس آرزو کی تعبیر تھی کہ جو صحابہ کرام کے دلوں میں راسخ ہو چکی تھی کہ کب ہم حرم کعبہ میں داخل ہو کر اس کے دیدار سے ابدی سعادتوں کو سمیٹیں گے۔ اس آرزو کے ساتھ ساتھ ان کے دلوں میں یہ وسوسے بھی تھے کہ حرم کعبہ میں کس طرح داخل ہوں گے کیا ہمیں مکہ والے داخل ہونے دیں گے۔ کیا ان کے ساتھ جنگ ہو گی کیا صورت حال ہو گی؟ بہر حال ان لوگوں نے خوشی خوشی تیاری شروع کر دی۔

اللہ اللہ! وہ وقت کیسا ہو گا جب عشاق نبوی کے قافلے کے سالار خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔ سبحان اللہ! یہ قافلہ روانہ ہو رہا ہے سوئے حرم۔ ایک شمع ہے جس نے ساری کائنات کو اپنے نور سے منور کیا ہوا ہے اور پندرہ سو کے قریب پروانے ہیں جو جمال محبوب کے دیدار سے اپنے دلوں میں فرحت و انبساط کے دیپ جلائے ہوئے ہیں۔ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ناقہ پر سوار تھے ستر اونٹ ساتھ لئے تھے ان کے گلوں میں ہار پڑے تھے جو قربانی کے جانوروں کی علامت تھی۔ یہ قافلہ جب مدینہ طیبہ سے چھ سات میل دور ذوالحلیفہ نامی گاؤں میں پہنچا تو سب نے عمرہ کا احرام باندھا اور ان کے پاس ایک تلوار تھی جو میان میں بندھی تھی۔ اس کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی ہتھیار نہ تھا۔ ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

کو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل تھا۔

قریش کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی کی اطلاع ملی تو ان کے دلوں میں وسوسوں اور اندیشوں کے طوفان امڈ آئے۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ عمرہ محض ایک بہانہ ہے انہوں نے طے کر لیا کہ مسلمانوں کو شہر میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عسفان کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے تقریباً ۲ دن کی مسافت پر واقع ہے تو بنی کعب کا ایک آدمی ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے قریش کے بارے میں دریافت کیا اس نے جواب دیا آپ کی روانگی کی خبر پہنچ چکی ہے اور وہ مکہ سے نکل کر مقام ذی طوی کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے ہیں۔ انہوں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ آپ کو مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے اور انہوں نے دو سو شہسواروں کا دستہ دے کر خالد بن ولید کو کراع الغمیم کی طرف بھیجا ہے۔ یہ بستی عسفان سے صرف آٹھ میل کے فاصلہ پر تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر فرمایا صد حیف! قریش کو جنگوں نے کھوکھلا کر دیا ہے لیکن وہ پھر بھی باز نہیں آئے۔ کیا حرج تھا اگر وہ میرے اور دیگر قبائل عرب کے درمیان حائل نہ ہوتے اگر عرب کے قبائل ہمارا خاتمہ کر دیتے تو ان کا مقصد پورا ہو جاتا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے ان پر غلبہ بخشتا تو وہ اپنی عددی کثرت کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ اور اگر اس وقت بھی اسلام قبول کرنے کیلئے تیار نہ ہوتے تو پھر مجھ سے جنگ کرتے اس وقت وہ طاقتور ہوتے۔ آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قریش کیا سوچ رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت تک دین کیلئے جہاد کرتا رہوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے غالب کر دے یا میری زندگی ختم کر دے۔ (ضیاء القرآن۔ ج چہارم)

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مقدسہ کے مقصد کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے اور اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ نبی کا کام صرف تسبیح مصلے تک محدود نہیں نہ ہی اس کی بعثت کا مقصد ہے بلکہ نبی کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ پرچم حق کی سربلندی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگادے۔ سب انبیاء علیہم السلام نے صرف دین کو پہنچایا ہی نہیں بلکہ لوگوں کے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑا اور اللہ کی معرفت کے ساتھ جہاں ان کے دلوں کو انوار الٰہیہ سے معمور کیا وہاں زندگی گزارنے کے لئے ایک نظام حیات اور قانون عطا کیا جس کے مطابق اپنی زندگیوں کو سنوار سکیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت چونکہ کسی زمان و مکان کی مقید نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کا پرچم تا قیامت افق عالم پر لہراتا رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب کریم نے اپنی صفات کاملہ کا پیکر عظیم بنایا اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا غلبہ عطا فرمایا کہ آپ کو اخلاقیات کے اعتبار سے، عبادات کے اعتبار سے، معاملات کے اعتبار سے، کردار و گفتار کے اعتبار سے قیامت تک آنے والی نسل انسانیت پر غالب کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر چیز کا فاتح قرار دیا۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی کچا مکان باقی نہ رہے گا جس میں اسلام کا کلمہ داخل نہ ہو جائے دنیا کے اکثر لوگ مسلمان ہو جائیں گے اور جو مسلمان نہیں ہوں گے وہ مسلمانوں کے تابع ہو جائیں گے۔ (سیرت الرسول)

کاش! آج کے مسلمان باہمی فرقہ بندیوں اور مسلکی و گروہی تعصبات

کو ترک کر کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ لیکن کیا کیا جائے آج کے مسلمانوں کی حالت زار پر رونا آتا ہے۔ ایک اللہ پر ایمان لانے والے، ایک نبی کا کلمہ پڑھنے والے، ایک قرآن کو ماننے والے، ایک دوسرے کو کافر و مشرک و بدعتی و منافق کہتے ہیں اور ایسی غلط بیانی کی وجہ سے قتل بھی ہوتے ہیں اور قتل کرواتے بھی ہیں۔ اس گناہ کے ذمہ دار کون ہیں؟ وہی ہیں جنہوں نے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بنا کر ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔ صرف اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے یہ لوگ نہ دین کی خدمت کرتے ہیں نہ عوام الناس کی فلاح کے کام کرتے ہیں۔ یہ علماء سو ہیں جن کے لئے دنیا و آخرت میں ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَلْعَابِدُ ﷺ

عبادت کرنے والے

جبریل امین علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بتایئے احسان کسے کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (مسلم) کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس حال کو نہ پا سکو تو اللہ تعالیٰ یقیناً تم کو دیکھ رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبادت کا معیار جو قائم فرمایا ہے وہ افراط و تفریط سے پاک و مبرا ہے۔ دین اسلام نے رہبانیت کا درس نہیں دیا بلکہ معاشرتی طور پر بھرپور زندگی گزارنے کا درس دیا ہے۔ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ سے یہ سبق قطعی طور پر نہیں ملتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو چھوڑ کر فقط غاروں کوہساروں کی زندگی اپنائی ہو بلکہ جہاں آپ نے غار حرا کی خلوت میں بیٹھ کر تزکیہ نفس کا درس سکھایا وہاں آپ حرم کعبہ کی جلوت میں اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر ہر قسم کی تکلیفوں اور اذیتوں کو بھی برداشت کیا

ہے۔ اگر آپ ﷺ نے رات کو بستر چھوڑ کر مصلے پر قیام ورکوع کیا ہے تو حقوق العباد میں سے کسی کی بھی حق تلفی نہیں کی۔

جب آپ ﷺ کو رب کے حضور جبین نیاز جھکائے دیکھا جاتا تو دیکھنے والا یہی سمجھتا کہ کہیں یہ زندگی کا آخری سجدہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حضور نیاز مندی کا اتنا شغف کہ فرمایا نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے یعنی جس نے اہتمام کے ساتھ اور پورے کوائف کے ساتھ نماز ادا کی اس نے اللہ کے رسول کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ یہ بھی آپ ﷺ کا امت کے ساتھ پیار و محبت کا اعلیٰ نمونہ ہے کہ جو نبی اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے اتنا جھکتا ہے اس محبوب حقیقی کے دل کی خواہش ہے کہ امت بھی اللہ کے حضور جھکنے والی بن جائے۔

حضور سید عالم ﷺ نے اپنے اعمال واعمال سے میانہ روی کا درس دیا اور آپ ﷺ کا جو بھی عمل خیر ہوتا وہ دائمی ہوتا نہ کہ عارضی۔ اس بات کی تائید اس حدیث پاک سے ہوتی ہے:

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور ﷺ تشریف لائے اس وقت ان کے پاس ایک عورت بیٹھی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ یہ فلاں عورت ہے جس کی عبادت کا چرچا عام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا طاقت کے مطابق عمل کرو۔ اللہ کی قسم اللہ کو تھکاوٹ نہیں ہوتی مگر تم تھک جاؤ گی۔ آپ فرماتی ہیں آنحضور ﷺ کو وہ عبادت پسند ہوتی تھی جس پر مداومت ہوتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اِلَّا غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ۔ بے شک دین آسان ہے جو شخص دین میں سختی اختیار کرتا ہے مغلوب ہو جاتا ہے۔ پس سیدھا راستہ اختیار کرو اور میانہ روی اختیار کرو اور خوش ہو جاؤ۔ صبح اور شام کے وقت اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت کرنے پر مدد مانگو۔ (بخاری)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ یَقُوْمُ اللَّیْلَ فَتَرَكَ قِیَامَ اللَّیْلِ۔ اے عبد اللہ اس شخص کی طرح نہ ہو جانا جو رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے قیام کرنا چھوڑ دیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور! حنظلہ منافق ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں؟ عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمیں جنت اور دوزخ کا ذکر سناتے ہیں تو گویا ہم سب کچھ اپنے سامنے دیکھ رہے ہوتے ہیں لیکن جب ہم آپ کی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور اپنے گھر بار، بیوی بچوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ہم بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہو جو حالت میری مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوتی ہے تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور راستوں میں تمہارے ساتھ مصافحہ کریں۔ (مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم کو نماز پڑھتے ہوئے نیند آنے لگے تو سو جاؤ تاکہ نیند پوری ہو جائے اور جو شخص نماز میں اونگھتا رہتا ہے وہ نہیں جانتا کہ شاید استغفار

کرنے کی بجائے اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔(بخاری و مسلم)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا چنانچہ آپ کی نماز، خطبہ درمیانہ ہوتا تھا۔(مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادات و تعلیمات سے میانہ روی کا درس ملتا ہے۔

کاش! ہم خود ساختہ پابندیوں اور بندشوں کو چھوڑ کر میانہ روی کو اپنا لیں۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْعَادِلُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انصاف کرنے والے

جس معاشرے سے عدل و انصاف اٹھ جائے اور عوام الناس افراتفری کا شکار ہو جائیں اس معاشرہ میں اخلاقیات نام کی کوئی چیز نہیں رہتی بلکہ اخلاقیات کے اوراق کو پاؤں تلے روندا جاتا ہے اور قرآن حکیم نے کئی مقامات پر ارشاد فرمایا کہ عدل و انصاف کرو۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پیکر عدل و انصاف بن کر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ اور مجھے حکم دیا گیا کہ عدل کروں تمہارے درمیان۔ ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوا

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ○ (النساء) اے ایمان والو! مضبوطی سے انصاف پر قائم رہنے والے ہو جاؤ اور محض اللہ کے لئے (مقدمات کی) گواہی دینے والے۔

اگرچہ (وہ گواہی) تمہارے اپنے ہی خلاف یا اپنے والدین یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو (جس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہے) وہ مالدار ہو یا فقیر، پس اللہ زیادہ خیر خواہ ہے دونوں کا پس اپنے نفسوں کی خواہشات کی پیروی مت کرو۔ اور اگر تم ہیر پھیر و کرو یا منہ موڑلو تو بے شک اللہ باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بحیثیت ایک عادل حکمران دیکھا جائے تو آپ ایک ممتاز شخصیت نظر آتے ہیں۔ وہ معاشرہ جہاں انصاف نام کی کوئی چیز نہ تھی بلکہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس جیسی مثال تھی۔ آپ دنیا پر تشریف لائے تو ظلم و ستم کی چکی میں پسنے والوں نے سکھ کا سانس لیا۔ مظلومیت کی شکار انسانیت پر پیکر عدل نے اپنی رحمت کا سایہ کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیکر عدل بن کر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
ترجمہ = تمہارے رب کی قسم! وہ ایمان نہیں لائے جب تک وہ تمہیں آپس کے جھگڑوں میں جج نہ مان لیں اور پھر جو تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور پوری اطاعت سے مان لیں۔

اس مقام پر اپنے تنازعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے جانا اور آپ کے فیصلے کے سامنے سر جھکا دینا مومنوں کی صرف ظاہری حالت کا بیان نہیں بلکہ ان پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ خوشدلی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کو قبول کریں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدالت دنیا کی سب سے بڑی عدالت اور آپ دنیا کے سب سے بڑے جج کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور جس مقدمے کا فیصلہ آپ فرمادیتے اسے کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا تھا بلکہ جو چیلنج کرتا وہ بھی

اپنی گردن کٹوا لیتا۔ اس ضمن میں وہ تاریخی واقعہ جسے بڑے بڑے محدثین نے روایت کیا کہ جس منافق نے عدالت عظمیٰ کی توہین کرتے ہوئے عدالت فاروقی میں چیلنج کیا۔ وہ واقعہ یہ کہ دو آدمی اپنا جھگڑا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان فیصلہ فرمادیا اور جس کے خلاف فیصلہ فرمایا اس نے کہا ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں۔ دوسرے (یہودی) نے کہا چلو ٹھیک چلتے ہیں۔ چنانچہ دونوں (منافق اور یہودی) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے یہودی نے کہا اے عمر فاروق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص (منافق) کے خلاف اور میرے حق میں فیصلہ کر دیا ہے لہٰذا اس نے کہا ہمیں حضرت عمر فاروق کے پاس چلنا چاہیے تو ہم آپ کے پاس آگئے ہیں۔ آپ نے اس منافق سے پوچھا کیا یہ یہودی درست کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا ہاں ٹھیک کہہ رہا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذرا یہاں ہی رکے رہو۔ چنانچہ آپ اندر گئے اور تلوار نیام سے باہر نکالی، آکر منافق کی گردن پر مارتے ہوئے کہا جس بدبخت کو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ قبول نہ ہو اس کا فیصلہ عمر کی تلوار کرتی ہے۔
(نقوش رسول نمبر)

سنن ابی داؤد میں حدیث پاک ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مسلمانوں کی امارت چاہی اور اللہ تعالیٰ نے اسے دے دی پھر اس کا عدل اس کے ظلم پر غالب آگیا تو اس کے لئے جنت ہے اور اگر اس کا ظلم عدل پر غالب رہا تو دوزخ ہے۔

صحیح بخاری میں ہے قیامت کے دن جن سعادت مند لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے تلے جگہ دے گا ان میں سے ایک عادل حکمران ہے۔

آنحضور ﷺ کی اعلانِ نبوت سے پہلے والی زندگی بھی ہر عیب سے پاک ہے اور آپ ﷺ کی بعد والی زندگی بھی پاک ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا **اَلْعَاقِبُ** ﷺ

آخری پیغمبر

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

لِیْ خَمْسَۃُ اَسْمَآءٍ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ۔ (رواہ البخاری)

میرے پانچ نام ہیں میں محمد ہوں اور احمد ہوں۔ میں ماحی ہوں میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں تمام لوگ میرے قدموں تلے جمع ہوں گے۔ اور میں عاقب ہوں۔ (آخری پیغمبر)

عاقب کا ایک معنی یہ ہے کہ جو بھلائی کی تقسیم کے وقت سب سے آخر میں آئے۔

پوری امت مسلمہ کے نزدیک آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور کئی آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی اس پر دال ہیں۔ اور ساری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو کوئی آپ ﷺ کے بعد نئی نبوت و قیادت کا دروازہ کھولنے کی

ناپاک جسارت کرے گا وہ کافر و مرتد ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑا اٹل اور واضح فیصلہ فرمادیا

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ (احزاب) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے اپ نہیں اور لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں کیونکہ یہ آیت کریمہ خود وضاحت کررہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد باب نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہے اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بالغ مرد کا باپ نہ ہونا ہی آپ کے خاتم النبیین ہونے کی بڑی واضح دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیٹے عطا فرمائے لیکن جوان نہ ہوئے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادگان بچپن میں راہیِ بقا ہوگئے کیونکہ جوان ہوتے تو سوال پیدا ہو سکتا تھا اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق و اسماعیل علیہما السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام نبی بن سکتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدرجہ اولیٰ اس کے حقدار تھے مگر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ روز ازل سے ہی فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔ اس کے بعد یہ دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کردیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا بھی اس بات پر پورا اور یقین و اعتقاد کامل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ روایت بھی درج کی ہے۔

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماعیل سے پوچھا کیا تم نے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دیکھا وہ تھوڑی عمر میں وفات پاگئے۔

وَلَوْ قُضِیَ اَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیٌّ عَاشَ ابْنُہٗ وَلٰکِنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔ (بخاری)

اواگر یہ فیصلہ ہوتا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوگا تو آپ کا صاحبزادہ زندہ رہتا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا بچپن میں وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا (ابن ماجہ) اگر ابراہیم زندہ رہتے تو یقیناً نبی صادق ہوتے۔

قارئین محترم! موت کا وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کا نبی بن کر آنا قبول نہیں تھا اسی لئے اس مسئلہ کو بڑے جامع اور واضح الفاظ میں بیان فرمایا۔

ان تمام توضیحات و تصریحات کو جب ہم ایک طرف رکھ کر اس بدبخت کی دلآزار تحریروں کو پڑھتے ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے جس نے امت مسلمہ پر ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت بڑے سلجھے ہوئے طریقے سے ایسے وار کیے جس کی پاداش میں بڑے بڑے عقلمند اور سمجھدار اس کے دام فریب میں آکر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

مرزا قادیانی لعین کی تحریریں جلادینے کے قابل ہیں۔ دل نہیں چاہتا کہ ان کی طرف دیکھا بھی جائے صرف حقائق کی وضاحت کے لئے اس

مردود کی کتابوں سے کچھ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

مرزا قادیانی کے پیروکار قاضی ظہور الدین نے ایک نظم لکھی ہے جسے مرزا نے بہت پسند کیا۔ وہ نظم یہ ہے:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں ۔۔۔ اور آگے سے بڑھ کر اپنی شان میں
محمد جس نے دیکھنے ہوں اکمل ۔۔۔ غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(پیغام صلح لاہور ۱۹۴۴)

حضور ﷺ سے افضل ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے کہتا ہے:

یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد (ﷺ) سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ (اخبار الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲)

ظلی نبوت کا پیکر ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے کہتا ہے:

اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا ہوں اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی اور اس طور سے خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہی کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ وہی نام پایا۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۹)

بروزی نبی بنتے ہوئے کہتا ہے:

مجھے بروزی صورت میں نبی اور رسول بنایا ہے۔ اس بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اور رسول رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں بلکہ محمد سے اس لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔ (ایک غلطی کا ازالہ، ص ۱۶)

حضور ﷺ اشاعت دین کی تکمیل نہ کر سکے (استغفر اللہ) نبی ﷺ سے دین کی تکمیل نہ ہو سکی میں نے پوری کی۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۶۵)

روضہ اطہر کی توہین: روضہ اطہر مصطفیٰ نہایت متعفن اور حشرات الارض کی جگہ ہے (استغفر اللہ) (حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۱۲)

مرزا قادیانی کی خباثتوں کو بے شمار مصنفین و محققین نے چاک کیا ہے۔ خوف طوالت سے انہیں حوالہ جات پر اکتفا کیا گیا ہے اب ذرا اس کی موت کے بارے میں پڑھ لیں کہ کس طرح اور کہاں واقع ہوئی۔

خاکسار مختصراً عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور پھر مجھے نیند آگئی۔ رات کے پچھلے پہر صبح کے وقت مجھے جگایا گیا یا شاید لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں خود بیدار ہوا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور ادھر ادھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جب میں نے پہلی نظر حضرت مسیح موعود کے اوپر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے۔ (سیرۃ المہدی از مرزا بشیر احمد حصہ اول صفحہ ۷)

خاکسار نے والدہ صاحبہ کی یہ روایت جو شروع میں درج کی گئی ہے اب دوبارہ والدہ صاحبہ کے پاس برائے تصدیق بیان کیا اور حضرت مسیح موعود کی وفات کا ذکر آیا تو والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو

پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا۔ مگر اس کے تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے اور میں سو گئی لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک دو دفعہ حاجت کے لئے آپ پاخانہ تشریف لے گئے اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا تو آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے جگایا۔ میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ ٓپ میری چارپائی پر لیٹ گئے (کیونکہ مرزا کو سوجھ گئی تھی کہ آج کے بعد بیگم کی چارپائی چھوٹ جائے گی) اور میں آپ کے پاؤں دبانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد حضرت نے فرمایا تم اب سو جاؤ میں نے کہا نہیں میں دباتی ہوں۔ اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا مگر اب ضعف اس قدر تھا کہ آپ پاخانہ نہ جا سکتے تھے اس لئے چارپائی کے پاس ہی بیٹھ کر آپ فارغ ہوئے اور پھر اٹھ کر لیٹ گئے اور میں پاؤں دباتی رہی مگر ضعف بہت ہو گیا تھا اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو ضعف اتنا تھا کہ آپ پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہو گئی۔ اس پر میں نے گھبرا کر کہا اللہ یہ کیا ہونے لگا تو آپ نے کہا وہ ہے جو میں کہا کرتا تھا۔ خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ آپ سمجھ گئی تھیں کہ حضرت صاحب کا کیا منشا تھا۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا ہاں۔ (سیرت المہدی ص ۱۰۹ مصنفہ مرزا بشیر)

جھوٹی نبوت کے دعویدار کا انجام آپ نے پڑھ لیا۔ فی زمانہ اس جماعت کے چیلے مختلف روپ دھار کر ہماری صفوں میں دندناتے پھر رہے ہیں۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نئی نبوت کی ضرورت ہوتی تو اس کے

حقدار وہ لوگ تھے جنہوں نے قرب مصطفیٰ میں حضوری پائی۔ لیکن جب ہم امت کے ان پاکباز لوگوں کی سیرت پڑھتے ہیں تو کسی نے بھی ایسی جسارت نہ کی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد جب جھوٹی نبوت کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ جیسے سچے عاشق اس کے خلاف سینہ تان کر میدان جہاد میں نکلے۔ ایک طرف مسیلمہ کذاب جھوٹی نبوت کا دعویدار تھا اور دوسری طرف صداقت کا پیکر صدیق اکبر یار غار تھا بالآخر اس عقیدہ کے تحفظ کے لئے جنگ یمامہ میں سات سو حفاظ قرآن صحابہ کرام نے جام شہادت نوش کیا۔

قارئین محترم! امت مسلمہ میں جب بھی کسی بدبخت نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو کسی باغیرت مسلمان نے قطعی طور پر قبول نہ کیا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کو حتمی قیادت و نبوت گردانا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ میری امت میں کچھ لوگ نبوت کا دعویٰ کریں گے مگر وہ سب کے سب جھوٹے اور دغاباز ہوں گے۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْعَالِمُ ﷺ

جاننے والے

قال اللہ تعالیٰ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا o اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اتاری اور حکمت، اور آپ کو وہ سکھایا جو تم نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

تمام اہل سنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے۔ کتنا علم عطا فرمایا ہے؟ یہ دینے والا جانتا ہے بہر حال اس بات پر اہل سنۃ کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیب ذاتی اور لا محدود جبکہ حضور ﷺ کا علم عطائی اور خالق کے مقابلے میں محدود ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن جریر نے فرمایا ہے کہ

اے محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں احسانات سے آپ پر یہ بھی خاص احسان فرمایا کہ آپ کو قرآن جیسی کتاب سے نوازا جس میں ہر

چیز کا بیان ہے نیز اس میں ہدایت کا نور بھی ہے اور پند و نصیحت بھی ایسی جامع کے ساتھ حکمت یعنی قرآن کے حلال و حرام، اوامر و نواہی وغیرہ کے اجمال کی تفصیل بھی نازل کی۔ نیز آپ کو ان امور کا علم عطا فرمایا جن کا پہلے آپ کو علم نہ تھا۔ یعنی گزرے ہوئے اور آنے والے لوگوں کی خبروں کا علم جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے۔ (ضیاء القرآن بحوالہ ابن جریر)

حضور ﷺ کے علم غیب کے بارے میں مندرجہ ذیل احادیث کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف سامنے دیکھتا ہوں فَوَاللّٰهِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ اِنِّیْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِیْ (بخاری) اللہ کی قسم مجھ پر تمہارے خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں۔ بے شک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

غزوۂ خندق کے موقع پر جب خندق کھودتے ہوئے ایک سخت پتھر حائل ہو گیا تھا اور صحابہ کرام اس کو توڑنے سے عاجز آگئے رسول اللہ ﷺ نے ایسی کاری ضرب لگائی کہ پتھر کے ٹکڑے کر دیئے اور آپ نے صرف تین ضربیں ماری تھیں اور ہر ضرب کے بعد ایک چنگاری سی اڑتی تھی۔

صحابہ کرام نے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جب میں نے پہلی ضرب ماری تو کسریٰ کے شہر اور ان کے ارد گرد میرے سامنے کر دیئے تھے یہاں تک کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے ان کو دیکھا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ وہ فتح ہوں آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ پھر فرمایا دوسری ضرب میں قیصر کے شہر اور اس کے آس پاس کے مقامات

دیکھے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! ان کی فتح کے لئے بھی دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ پھر ارشاد ہوا تیسری ضرب میں حبشہ کے گاؤں اور شہر سامنے آگئے پھر فرمایا حبشہ والے جب تک تم سے تعرض نہ کریں تم بھی تعرض نہ کرو اور ترکوں کو اس وقت تک چھوڑ دو جب تک وہ تمہیں چھوڑ دیں۔ (نسائی)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک بار آقا ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا قالین ہے؟ عرض کیا آقا! ہمارے پاس قالین کہاں؟ آپ نے فرمایا عنقریب تم قالینوں اور عمدہ فرش پر بیٹھو گے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ وہ دن آیا جب ہم قالینوں پر بیٹھے، میں اپنی بیوی سے کہتا تھا کہ قالین ہٹا دو تو اس نے کہا یہ تو رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی ہے۔ (بخاری)

جب بدر کا معرکہ پیش آنے والا تھا آنحضور ﷺ صحابہ کے ہمراہ میدان میں تشریف لے گئے اور فرمایا یہ جگہ فلاں کافر کی قتل گاہ یہ جگہ فلاں کافر کی ہے، یہ فلاں کافر کی ہے۔ یہ عجیب و غریب غیب کی خبر تھی۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ہر سردار قریش کی لاش خاکِ خون میں لت پت اسی جگہ پڑی تھی جہاں حضور ﷺ نے نشاندہی فرمائی۔ (مسلم)

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

حضرت معاذؓ کو داعی اسلام بنا کر بھیجا تو ان کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا اے معاذ! اب تم مجھے نہ مل سکو گے، واپس آؤ گے تو میری مسجد اور قبر کے پاس سے گزرو گے۔ یہ سن کر حضرت معاذ رونے لگے۔ (مسند احمد)

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہم میں ایک دن کھڑے ہوئے اور ہمیں بتا دیا مخلوق کی پیدائش سے لے کر حتیٰ کہ جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک تو جس نے اسے یاد رکھا یاد رکھا جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (بخاری)

حضرت عمرو بن اخطب انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ ہم سے خطبہ بیان فرمایا یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آگیا پھر منبر سے اترے نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت آگیا۔ آپ اترے اور نماز عصر پڑھائی اور خطاب فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور آپ ﷺ نے اس طویل خطبہ میں فَاَخْبَرَنَا بِمَا کَانَ وَمَا هُوَ کَائِنٌ جو کچھ ہو چکا تھا اور جو (کچھ قیامت تک) ہونے والا ہے بتا دیا۔ (مسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کتابیں کیسی ہیں؟ تو ہم نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ! آپ ہی فرما دیں کہ کیسی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے آباؤ اجداد کے نام ہیں اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں۔ پھر ان کے آخر میں میزان کے نام درج ہیں پھر ان کے آخر میں میزان لگائی گئی ہے کہ ہمیشہ کے لئے نہ اس میں زیادتی ہو گی نہ کمی۔ پھر فرمایا یہ میرے بائیں ہاتھ میں کتاب ہے یہ رب العالمین کی

طرف سے ہے اس میں تمام دوزخیوں کے نام، ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں آخر میں میزان لگائی گئی ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے نہ اس میں زیادتی ہوگی نہ کمی۔ (ترمذی، جلد دوم)

قارئین محترم! مسلمان ہونے کے ناطے میں عام انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مطہرہ کو نشانۂ تنقید بناتا پھرے۔ امتی کا کام تو اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و محبت کو اپنے گلے کی زینت بنانا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے کچھ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مطہرہ کو اپنی تحریروں اور تقریروں میں نشانۂ تنقید بنانا اپنا وطیرہ بنالیا ہے۔ انہیں کیا خبر کہ مقام نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہے۔ ایسے بدبخت اور بے وفا کا کیا رشتہ ہے صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جس نے نبوت کا مقام ہی نہ سمجھا۔

امتی ہو کے نبی کا جو علم نہ مانے
ایسے بدبخت کا ایمان سے رشتہ کیا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا عَامِرُ كَعْبَةِ اللّٰهِ ﷺ

کعبہ کو آباد کرنے والے

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جب پینتیس سال کی ہوئی تو قریش مکہ نے کعبہ کو از سر نو بنایا۔ علامہ ازرقی (متوفی ۲۲۳ ہجری) نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پتھروں سے جو تعمیر کی تھی اس کا طول عرض حسب ذیل تھا:

اونچائی	۹ گز
طول (سامنے کی طرف سے) حجر اسود سے رکن شامی تک	۳۲ گز (۳۲ ہاتھ)
عرض (میزاب شریف کی طرف) رکن شامی سے رکن غربی تک	۲۲ گز (۲۲ ہاتھ)
طول (پچھواڑے کی طرف) رکن غربی سے رکن یمانی تک	۳۱ گز (۳۱ ہاتھ)
عرض رکن یمانی سے حجر اسود تک	۲۰ گز (۲۰ ہاتھ)

اس عمارت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کر رہے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کندھے پر پتھر لاد کر لا رہے تھے۔ جب دیواریں اونچی ہو گئیں تو مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر کام کرتے رہے جب حجر اسود تک پہنچ گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ایک پتھر لاؤ میں اسے یہاں لگا دوں تو لوگ طواف یہاں سے شروع کیا کریں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر کی تلاش میں گئے تو حجر اسود لے کر حاضر ہوئے اس بنا میں دروازہ سطح زمین کے برابر تھا مگر چوکھٹ کے بازو نہ تھے، نہ کواڑ تھے نہ چھت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد عمالقہ و جرہم و قصی نے اپنے اپنے وقت میں اس عمارت کی تجدید کی۔ چونکہ عمارت نشیب میں واقع تھی وادی مکہ کی رووں کا پانی حرم میں آ جاتا تھا۔ اس مرتبہ ایسے زور کی رو آئی کہ کعبہ کی دیواریں پھٹ گئیں، اس لئے قریش نے پرانی عمارت کو ڈھا کر نئے سرے سے مضبوط و مسقف بنانے کا ارادہ کیا۔ حسن اتفاق یہ کہ ایک رومی تاجر باقوم کا جہاز ساحل جدہ کے کنارے سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ باقوم مذکور معمار و نجار بھی تھا قریش کو جب خبر ہوئی تو ولید بن مغیرہ چند اور قریش کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ اس نے چھت کے لئے جہاز کے تختے خرید لئے اور باقوم کو بھی ساتھ لے آیا۔ دیواروں کے لئے قریش کے ہر ایک قبیلے نے الگ پتھر ڈھونڈنے شروع کئے۔ مرد دو دو مل کر دور سے پتھروں کو کندھوں پر اٹھا کر لاتے تھے۔ چنانچہ اس کام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا عباس کے ساتھ مل کر پتھر لا رہے تھے۔ جب سامان عمارت جمع ہو گیا تو ابو وہب بن عمرو بن عائذ مخزومی کے مشورے سے قبائل قریش نے تعمیر کے لئے بیت اللہ کی چاروں دیواروں کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ ابو وہب مذکور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت

عبد اللہ کا ماموں تھا اس نے قریش سے کہا تھا کہ کعبہ کی تعمیر میں کسب حلال کی کمائی کے سوا اور مال صرف نہ کیا جائے۔ جب عمارت حجر اسود تک پہنچ گئی تو قبائل میں سخت جھگڑا پیدا ہو گیا۔ ہر ایک قبیلہ چاہتا تھا کہ ہم ہی حجر اسود اٹھا کر نصب کریں گے۔ مسلسل چار پانچ روز تک حالات بڑے کشیدہ رہے ہر لمحہ لڑائی چھڑ جانے کا خطرہ بڑھتا جا رہا تھا۔ کسی وقت بھی کوئی بھی دھماکہ ہو سکتا تھا۔ آخر ایک روز اس نزاع کا تصفیہ کرنے کے لئے سب مسجد حرام میں اکٹھے ہوئے۔ ابو امیہ بن مغیرہ کھڑا ہوا اس نے کہا

يَا مَعْشَرَ قُرَيْش! اِجْعَلُوْا بَيْنَكُمْ فِيْمَا تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ اَوَّلَ مِنْ يَدْخُلُ مِنْ بَابِ هٰذَا الْمَسْجِدِ يَقْضِىْ بَيْنَكُمْ فِيْهِ. فَعَلُوْا۔

اے گروہ قریش! جس معاملہ میں تمہارے درمیان اختلاف رونما ہو گیا ہے اس کا فیصلہ کرنے کے لئے اس شخص کو اپنا حکم بنا لو جو کل سب سے پہلے اس مسجد کے دروازے سے داخل ہو۔ سب اس بات پر متفق ہو گئے۔

دوسری صبح سب سے پہلے حرم شریف کے اس دروازے سے جسے باب بنی شیبہ کہا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرم مسجد میں داخل ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر لوگوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی ان میں سے جو بزرگ ترین شخص تھا اس نے کہا هٰذَا الْاَمِيْنُ رَضِيْنَا بِهٖ حُكْمًا هٰذَا مُحَمَّدٌ ۔ یہ امین ہیں ہم سب ان پر راضی ہیں یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی گفتگو سن کر فرمایا هَلُمَّ اِلَىَّ ثَوْبًا، میرے پاس ایک چادر لاؤ۔

وہ چادر کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے آپ نے چادر کو زمین پر بچھایا

اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر چادر کے درمیان رکھ دیا۔ ہر قبیلہ کے خاندان کے ایک ایک سردار کو بلایا اور فرمایا سب مل کر اس چادر کو پکڑ لو اور پتھر اٹھا کر لے آؤ۔ سب نے چادر کو تھام لیا جب وہ اس مقام کے قریب پہنچے جہاں حجر اسود نصب کرنا تھا تو حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے اٹھایا اور دیوار کعبہ میں مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔ تو یوں آپ کی معجز نما بصیرت سے بہت بڑا تصادم اور خون خرابہ کا شعلہ جو جلنے والا تھا بجھ گیا۔ اور جو کام کئی روز سے تعطل کا شکار تھا پھر دوبارہ جوش و خروش سے شروع ہو گیا۔ (سیرت رسول عربی وضیاء النبی)

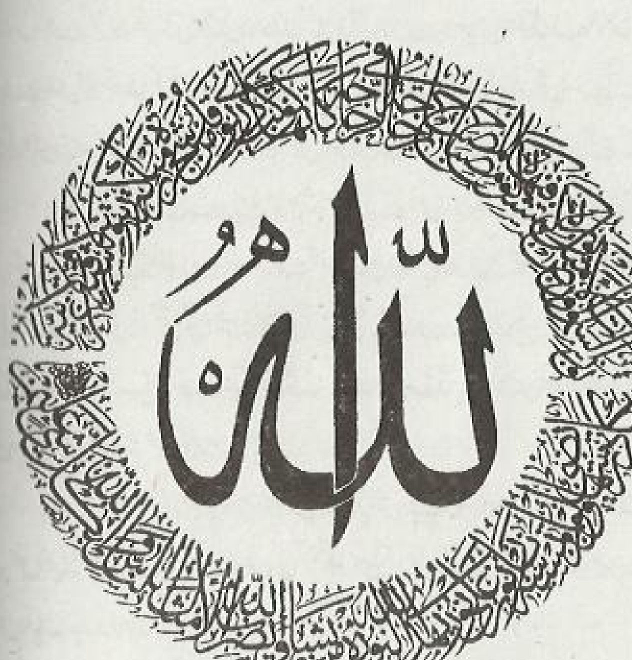

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْعَظِیْمُ ﷺ

عظمت والے

حضور سید المرسلین ﷺ کی عظمت و رفعت کا کیا کہنا۔ آپ ﷺ محاسن اخلاق و حسنات کے عظیم مقام پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی صفات و خصائل کو اخلاق کا مجموعہ قرار دیا جس کا ذکر سورۂ قلم میں ان الفاظ میں بیان فرمایا: وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ اور یقیناً آپ تو اعلیٰ اخلاق کے پیکر ہیں۔

اس رسول محتشم ﷺ کی عظمت کا کیا کہنا کہ جس کے خلق عظیم کے ترانے خود خود بیان فرما رہا ہے۔ قرآن حکیم آپ ﷺ کی اخلاقیات کی بڑی واضح اور ہر قسم کے عیب سے پاک کتاب ہے اور آپ ﷺ کی ذات اقدس اخلاقیات کے ان ابواب کی تشریح و توضیح ہے۔

اخلاقیات ہوں یا عبادات، معاشیات ہوں یا معاملات، ہمارے تمام الجھے ہوئے مسائل کا حل صاحب خلق عظیم کی اطاعت و محبت میں ہے۔ لیکن جب ہم اپنے گرد و پیش روز رونما ہونے والے واقعات کو دیکھتے ہیں

جنہوں نے معاشرتی امن وامان کے پرخچے اڑا دیے ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ اخلاق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس عظمت والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام بنا کر ہمیں دنیوی واخروی عظمتوں سے ہمکنار کرنا چاہتا ہے مگر افسوس کہ آج کے انسان نے پیکر خلق عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کو اپنانے کی بجائے مغرب کی تقلید کو اپنا کر عزت ووقار حاصل کرنا شروع کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں رفعتوں کے اقرار کی بجائے یورپ کے کمالات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں جس کے نتیجے میں تو آج ہم مکمل طور پر مغرب کی غلامی واطاعت میں آچکے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گھٹنے ٹیکنے کی بجائے مغرب کو اپنا ملجاو ماویٰ سمجھا ہوا ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت ناموس پر کٹ مرنے والے صحابہ کرام نے اتنا اونچا مقام کس طرح پالیا؟ آج دنیا ان کے نقوش قدم کو سرمۂ طور کیوں سمجھتی ہے؟

اگر ہم اس بات پر غور کر لیں تو ہمارا معاشرہ تمام برائیوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ آج کے انسان کو وہی عظمت وہی عزت وہی قدرو منزلت مل سکتی ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے حاصل کی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت واخلاقیات کے ترانے، آپ کے فضائل وخصائل کے تذکرے سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی پائے جاتے تھے اور قرآنِ حکیم تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت پر بہت بڑی گواہ کتاب ہے۔

ہماری کامیابی وکامرانی کا راز اسی بات میں مضمر ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ورفعتوں کے سامنے جبین نیاز خم کر دیں۔ جس طرح صحابہ نے آپ کی عظمت ورفعت کا جہاں اعتراف کیا وہاں ان لوگوں نے اس بات کا

عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

قریش مکہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو صلح حدیبیہ کے موقع پر جب اپنا سفیر بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا تو اس نے عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعتراف یوں کیا۔ قوم کے پاس واپس آکر کہنے لگا

اے میری قوم! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا، میں قیصر وکسریٰ کے دربار میں گیا وَاللّٰهِ اِنِّیْ رَاَیْتُ مَلِکًا قَطُّ یُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) مُحَمَّدًا (ﷺ) اللہ کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی طرح تعظیم کرتے ہوں جس طرح محمد کے ساتھی محمد کی تعظیم کرتے ہیں۔ وَاللّٰهِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ۔ اللہ کی قسم! اگر وہ تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر پڑتا ہے۔ فَدَلَکَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ جسے وہ اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا ہے۔ وَاِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْهَا اور جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ وَاِذَا تَوَضَّاَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْءِهٖ اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ وہ وضو کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کیلئے جھگڑ پڑیں گے۔ وَاِذَا تَکَلَّمُوْا خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ اور جب ان کے پاس کوئی بات کرتے ہیں تو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں۔ وَمَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْهِ النَّظَرَ تَعْظِیْمًا لَهٗ اور تعظیم کی خاطر ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں۔ (صحیح بخاری، جلد اوّل صفحہ ۳۷۹)

قارئین محترم! ایمان کی روح کو اسی صورت میں پایا جا سکتا ہے جب ہمارے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا ایسا چراغ جلے جو بجھنے نہ

پائے۔ صحابہ کرام کو یہ مقام اسی لئے ملا کہ انہوں نے بارگاہ رسالت ﷺ کی تعظیم کو مقدم جانا اور حضور ﷺ نے بھی ان لوگوں کو ایسی شفقت اور محبت عطا فرمائی جس کی مثال دنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ وزیر بھی نہیں پیش کر سکتا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْعَزِیْزُ ﷺ

غالب

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (المنافقون) عزت اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور اہل ایمان کی ہے لیکن منافقین نہیں جانتے۔

عبد اللہ بن ابی بن سلول راس المنافقین کا تعلق مدینہ طیبہ کے مشہور قبیلہ خزرج سے تھا۔ یہ بد نصیب اور بد بخت بڑا خوبصورت اور با اثر شخصیت کا مالک تھا۔ مدینہ منورہ کے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج نے اس کی قیادت کو متفقہ طور پر تسلیم کر لیا تھا اور قبیلہ والوں نے اس کی تاجپوشی کی تقریب منعقد کرنا تھی بلکہ تیاریاں زور و شور سے ہو رہی تھیں کہ یثرب میں آفتاب نبوت محمدی کی جلوہ گری ہو گئی جس نے اپنے نورانی قدموں سے یثرب کو "مدینۃ الرسول" بنا دیا۔ اور ادھر عبد اللہ بن ابی کے اعزاز میں جو تقریب ہونا تھی ہمیشہ کے لئے منسوخ ہو گئی جو کہ عبد اللہ بن ابی کے لئے ایک صدمہ جانکاہ تھا۔ اس کے سارے قبیلے نے تو اسلام قبول کر لیا لیکن اس

نے سوچا کہ اگر میں نے کھل کر اسلام کی مخالفت کی تو بھی میری خیر نہیں، اگر دل سے ان کے ساتھ ہو جاؤں تو بھی میری پیٹ پوجا میں فرق آئے گا، تو اس چالاک نے ایسی چالا کی کھیلی کہ بظاہر مسلمان ہو گیا اور دل سے کافر ہی رہا۔ اور جب بھی موقع ملتا اپنی جھوٹی عقیدت کو بڑے زور و شور سے بیان کرتا۔ جمعہ کے روز جب دور دراز سے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے آتے تو یہ بھرے مجمع میں کھڑا ہو جاتا اور کہتا کہ بھائیو! یہ اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں ان کے صدقے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت اور شرف عطا فرمایا ہے دل و جان سے ان کی تائید کریں۔ ان کے ہر ارشاد کو بڑے غور سے سنا کریں اور جو حکم دیا کریں اس کی تعمیل کرنا ہم پر ہر حال میں لازم ہے۔

غزوۂ بدر کے بعد یہودی قبیلہ بنی قینقاع نے عہد شکنی کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر چڑھائی کا ارادہ فرمایا تو یہ منافق عبد اللہ بن ابی اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکا تو ان کی حمایت پر کمربستہ ہو گیا۔ اس موقع پر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن اقدس کو پکڑ کر کھینچا اور کہنے لگا یہ قبیلہ سات سو جنگجو مردوں پر مشتمل ہے۔ یہ میرے حلیف ہیں۔ یہ میرے اشارے پر میدان میں اتر جاتے ہیں کیا آپ ان کو ایک دن میں قتل کر دیں گے؟

غزوۂ احد میں بھی اس بدبخت نے وہی جملے دہرائے جو اس کا معمول تھے۔ ایک مسلمان نے اسے جھڑک کر کہا بیٹھ جاؤ تمہیں ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ اس بات کو اس ظالم نے اپنی توہین خیال کیا تو بکتا ہوا اور سروں کو پھلانگتا ہوا مسجد سے باہر نکل گیا۔ مسجد کے دروازے پر بھی اسے کچھ صحابہ نے ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا کہ چل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جا کر

معافی مانگ۔ اس بدبخت اور نابکار نے جو جواب دیا وہ بڑا قابل غور ہے۔ کہنے لگا تم نے مجھے ایمان لانے کا حکم دیا تو میں ایمان لے آیا، مجھے اپنے مال سے زکوٰۃ دینے کا کہا تو میں نے زکوٰۃ دی اب ایک ہی بات رہ گئی ہے کہ محمد کو سجدہ کروں تو میں یہ نہیں کر سکتا۔ (ضیاء القرآن)

قارئین محترم! غور فرمائیں اور اندازہ فرمائیں کہ منافقین کی سوچ میں کتنا بگاڑ ہے۔ انہیں آپ کی اطاعت و محبت بھی بڑی بھاری لگتی ہے اور منافق بدبخت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کو ملجا و ماویٰ بنانے کو صریحاً شرک گردانتے ہیں جو کہ سراسر شیطان کا راستہ ہے۔

فی زمانہ ایسے لوگوں کی تعداد کثرت سے پائی جاتی ہے جنہیں آپ کی محبت و اطاعت کا اظہار کرنا شرک و بدعت اور شخصیت پرستی نظر آتی ہے۔ ان لوگوں کا ایک ہی مشن ہے کہ نماز و روزہ کے ڈھیر لگا لو اور جب اظہار محبت رسول کی باری آئے تو شرک و شخصیت پرستی کی مشین گنیں چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ قرآن حکیم نے ان کی خباثت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۝ اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمہارے لئے مغفرت طلب کرے تو (انکار کرتے ہوئے) اپنے سر جھٹک دیتے ہیں تو انہیں دیکھے گا (یہ تمہارے پاس آنے سے) رک جاتے ہیں تکبر کرتے ہوئے۔

عبد اللہ بن ابی وہی بدبخت تھا جو اپنے آپ کو عزت والا اور اہل ایمان کو (معاذ اللہ) ذلیل کہتا تھا۔ چنانچہ اس نے غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر کہا تھا:

لَئِن رَّجَعنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنهَا الْاَذَلُّ

منافق کہتے ہیں اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان بد بختوں کو ملعون ٹھہرایا اور فرمایا تم کوئی عزتوں کے ٹھیکیدار نہیں۔ ساری عزتیں تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اہل ایمان کی ہیں جن کا قبلہ محبت ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جو ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جان و مال، اپنی عزت و آبرو، اپنی اولاد سے، اپنے ماں باپ سے زیادہ محبوب سمجھتے ہیں۔

محمد (ﷺ) کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْغَارِفُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چلو بھر کر علم تقسیم کرنے والے

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَسْمَعُ مِنْكَ حَدِیْثًا کَثِیْرًا اَنْسَاهُ قَالَ اُبْسُطْ رِدَآءَكَ فَبَسَطْتُهُ فَغَرَفَ بِیَدِهٖ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهُ فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِیْتُ شَیْئًا بَعْدُ (رواه البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے بہت احادیث سنتا ہوں مگر ان کو بھول جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے چادر پھیلائی۔ ابوہریرہ کہتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے چلو بنا کر چادر میں ڈال دیا پھر فرمایا اسے اپنے اوپر لپیٹ لو اور میں نے اس کو لپیٹ لیا تو اس کے بعد کچھ نہ بھولا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حافظ الحدیث صحابی تھے اور تمام صحابہ میں سے سب سے زیادہ احادیث اپنے سینے میں محفوظ کئے ہوئے تھے۔ آپ کا شمار

اصحاب صفہ میں ہوتا ہے۔ یہ بھی حضور ﷺ کا عظیم معجزہ ہے کہ آپ کی دعا و برکت سے نسیان ختم ہو گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان بڑا قوی تھا۔ اس لئے کہ ایمان کی پختگی کا تعلق اعتقاد کی مضبوطی کے ساتھ ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ کو یقین کامل اور بڑا مضبوط عقیدہ تھا کہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ سے جو کچھ مانگوں گا مل جائے گا اور جو چاہا مل بھی گیا۔

اس سے معلوم ہوا یقین کا نور اسے ملتا ہے جس کا عقیدہ مضبوط ہو اور عقیدے کی بنیاد ایمان بالرسالت ہے اور ایمان بالرسالت ہی عقیدہ توحید کی اصل (بنیاد) ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی نوازشات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وِعَائَیْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ وَاَمَّا الْاٰخِرُ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ (بخاری) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے علم کے دو برتن حاصل کئے ایک برتن کو تو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرے برتن کو اگر پھیلاؤں تو لوگ میرا نرخرہ کاٹ دیں۔

وِعَائَیْنِ سے مراد علم کی دو قسمیں ہیں پہلے سے مراد احادیث نبویہ اور احکام شریعت ہیں جنہیں حضرت ابوہریرہ نے پھیلا دیا کیونکہ ان کی اشاعت ضروری تھی اور علم کی دوسری قسم سے مراد قیامت کا علم اور اس کی علامات مراد ہیں جنہیں ازراہِ مصلحت چھپانا لازم تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ دین اسلام قریش کے بیوقوف نوجوانوں کے ہاتھوں خراب ہو گا۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا اگر میں چاہوں تو ان نوجوانوں کے ناموں کا ذکر کروں لیکن جان کے خطرہ کے باعث ان کا ذکر نہ کیا۔ (تفہیم البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ضَمَّنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْکِتَابَ (بخاری کتاب العلم)

مجھے رسول اللہ ﷺ نے سینے سے لگایا اور فرمایا اے اللہ! اس کو قرآن کا علم سکھا دے۔ اور صحیح بخاری کتاب الوضوء میں یہ الفاظ ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهٗ وَضُوْءًا قَالَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا فَاُخْبِرَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوئے میں نے آپ ﷺ کے لئے پانی بھر کر رکھ دیا۔ آپ نے (باہر آکر) فرمایا یہ کس نے رکھا ہے۔ آپ کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا اے اللہ! ابن عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما (دین کا عالم بنا)۔

یہ حضور ﷺ کا ہی فیضان ہے کہ ابن عباس کے لئے آپ نے دعا فرمائی تو اس کی قرآن فہمی کا یہ عالم کہ کہتے ہیں لَوْضَاعَ لِیْ عِقَالُ بَعِیْرٍ لَوَجَدْتُهٗ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ (الاتقان) اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں اسے اللہ کی کتاب میں دیکھ لیتا ہوں کہ وہ کہاں پڑی ہے۔ یعنی اس کو تلاش کرنے میں رہنمائی قرآن سے حاصل کرتا ہوں۔

حضور ﷺ کی بارگاہ سے براہِ راست فیضیاب ہونے والے معمولی مقام کے حامل نہ تھے۔ آج سنت نبوی جو ہم تک پہنچی ہوئی ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت تھی جو اصحاب رسول نے بڑی دیانتداری کے ساتھ ہم تک پہنچائی ہے۔ فی زمانہ کئی لوگ ایسے ہیں جنہیں سنت نبوی

پر اعتماد نہیں، جن کا کام سوائے فضول یاوہ گوئی کے اور کچھ بھی نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کو من وعن ہم تک نہیں پہنچایا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات عالیہ کو اپنے الفاظ میں بدل کر ہم تک پہنچایا ہے تو یقیناً آپ کی حدیث میں فرق پڑ گیا ہے تو لہٰذا حدیث پاک قابل حجت نہیں سوائے قرآن کے۔

یہ اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے کیونکہ صحابہ کرام کو علم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے جان بوجھ کر میری ذات پر جھوٹ باندھا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے تو صحابہ کرام سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ کی پاسبانی کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔

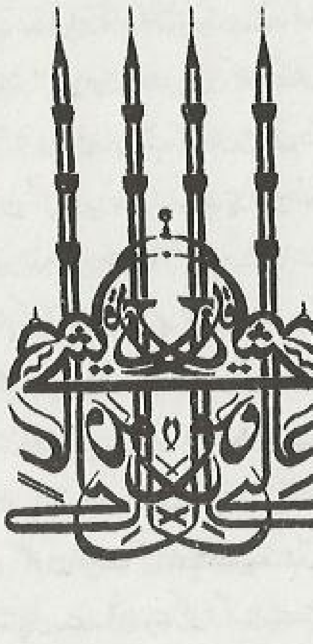

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْغَامِسُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈبونے والے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صبح کی نماز ادا فرماتے تو مدینہ کے نوکر چاکر اپنے اپنے برتن لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے جن میں وہ پانی بھر کر لاتے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور تبرک دست مبارک داخل کرتے اور کبھی کبھی صبح کی سخت سردی میں پانی کے برتن لاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں اپنا دست مبارک ڈالتے۔ (مسلم شریف)

اس حدیث پاک سے صحابہ کرام کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت کا پتا چلتا ہے اور اس سے سبق بھی ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی عقیدت اور محبت کا اظہار کرنا یہ شخصیت پرستی نہیں بلکہ محبت کی علامت ہے۔ آج کل بہت سے لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو بزرگان دین، اولیاء کاملین سے ایسی محبت کے اظہار کو شخصیت پرستی اور شرک سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات عقلاً و نقلاً دونوں طرح سے غلط اور بے بنیاد ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی اور تمام لشکر میں پانی نہ تھا۔ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! لشکر میں پانی موجود نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے پاس کچھ پانی ہے۔ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ۔ وہ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لے کر حاضر خدمت ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی انگلیوں کو برتن کے منہ میں ڈالا اور ان کو کھول دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی نکل پڑا۔ آپ نے حضرت بلال ؓ کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں منادی کر دیں کہ وضو کے لئے بابرکت پانی حاصل کرو۔ (تاریخ ابن کثیر، ج ۶)

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے صحابہ نے آپ کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے لکڑی کا پیالہ منگوایا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا پانی پیو تو سب لوگوں نے پانی پیا۔ (تاریخ ابن کثیر)

آپ ﷺ کا وجود مسعود سراپا اعجاز تھا۔ باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں محدود تھیں تو ان کے معجزات بھی محدود تھے۔ یہ شرف آپ ﷺ ہی کو حاصل ہوا کہ آپ ساری کائنات کے لئے نبوت کے پیکر بن کر تشریف لائے اور آپ کے وجود مبارک کو سراپا اعجاز بنایا گیا۔

آپ ﷺ کے معجزات کو ایسی انفرادیت حاصل ہوئی جو کسی نبی کو نہ ملی۔ اس انفرادیت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مار کر بارہ چشمے جاری کئے جو کہ ممکن تھے لیکن انگلیوں

کا چشمے بہا دینا ناممکن تھا مگر آپ ﷺ نے اس ناممکن کو معرض وجود میں لا کر ایک ڈول پانی سے پندرہ سو صحابہ کرام کو وضو کروا دیا۔

امام بخاری و مسلم نے اس واقعہ کی تصریح یوں کی حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ

جب ہم حدیبیہ میں پہنچے اور ہمیں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے مشرکین نے روک دیا تو وہاں پانی کی کمی کا مسئلہ پیش آیا۔ حضور ﷺ کے سامنے چمڑے کا ایک چھوٹا سا ڈول رکھا تھا جس سے حضور ﷺ وضو فرما رہے تھے۔ لوگ بڑی تیزی سے وہاں پہنچے۔ حضور ﷺ نے دوڑنے کی وجہ پوچھی۔ عرض کیا آقا! ہمارے پاس تو پانی کا قطرہ بھی نہیں ہے جس سے ہم پیاس بجھا سکیں یا وضو کر سکیں۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے پانی کے ڈول میں اپنا دست مبارک رکھا اور فوراً اس میں آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ ہم نے خوب سیر ہو کر پیا اور بڑی تسلی سے وضو کیا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی کافی ہوتا جبکہ اس وقت ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔ (ضیاء النبی)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف نصیب ہوا۔ ایک منزل پر ہم پہنچے تو صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے چارپائے اور اونٹ پیاس سے نڈھال ہو رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا کوئی بچا کھچا پانی ہے؟ تو ایک شخص پرانا مشکیزہ لے کر آیا اس کی تہہ میں دو تین گھونٹ پانی کے تھے۔ حضور ﷺ نے چھوٹا برتن منگوایا اور اس میں وہ پانی انڈیلا گیا پھر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہتھیلی مبارک اس میں رکھی۔ حضرت انس

فرماتے ہیں میں نے اس برتن کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے چشمے نکل رہے ہیں۔ ہم نے اپنے اونٹوں کو اور دوسرے جانوروں کو سیراب کیا اور اپنے مشکیزوں میں ذخیرہ کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا تمہاری ضرورت پوری ہو گئی ہے؟ عرض کی ہاں یارسول اللہ! تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس برتن میں سے اپنا دست مبارک نکال لیا۔ (ضیاء النبی)

ف: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے پانی کا نکلنا عظیم معجزہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کو صحابہ کرام کی کثیر جماعت نے روایت کیا ہے اور یہ روایات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جن کا انکار کرنا سراسر جہالت ہے۔ کیونکہ ایسے معجزات کا مشاہدہ کرنے والے کثیر صحابہ ہیں جن کے سامنے یہ واقعات رونما ہوئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْغَوْث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فریاد سننے والے

اس مددگار کو کہتے ہیں جس سے بڑی سختیوں اور مصیبتوں میں فریاد کی جائے اور دکھوں اور تکلیفوں میں ان سے اعانت طلب کی جائے۔ (سبل الھدی۔ ج۱)

حضور نیر تاباں مہر درخشاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے فریادرس ہیں۔ ایسے فریادرس ہیں کہ جہاں بھی انہیں کوئی مصیبت کے وقت پکارتا ہے آپ اس کی فریادرسی فرماتے ہیں۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں التجا کے لئے یہ الفاظ پیش کرتے ہیں:

یَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ اَنْتَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن
اَکْرِمْ لَنَا یَوْمَ الْحَزِیْنِ فَضْلًا وَّ جُوْدًا وَّالْکَرَمْ
یَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ اَدْرِکْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْن
مَحْبُوْسِ اَیْدِی الظّٰالِمِیْنَ فِی الْمَوْکَبِ وَالْمُزْدَحَمْ

اے رحمت عالم ﷺ آپ گنہگاروں کے شفیع ہیں ہمیں قیامت کے دن فضل و سخاوت اور کرم سے عزت بخشئے، اے رحمت عالم ﷺ زین العابدن کو سنبھالئے وہ ظالموں کے ہاتھوں میں گرفتار حیرانی و پریشانی میں ہے۔

حضرت امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ یوں اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں:

يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُكَ قَاصِدًا   اَرْجُوْ رِضَاكَ وَاحْتَمِىْ بِحِمَاكَ

اے سرداروں کے سردار میں آپ کے حضور آیا ہوں آپ کی خوشنودی کا امیدوار، آپ کی پناہ کا طلبگار۔

وَاللّٰهِ يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ اِنَّ لِىْ   قَلْبًا مَّشُوْقًا لَا يَرُوْمُ سِوَاكَ

اللہ کی قسم اے بہترین خلائق! میرا دل صرف آپ کی محبت سے لبریز ہے آپ کے سوا کسی کا طالب نہیں۔

يَا اَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرٰى   جُدْلِىْ بِجُوْدِكَ وَاَرْضِنِىْ بِرِضَاكَ

اے تمام موجودات سے برتر اے حاصل کائنات مجھے اپنی بخشش و عطا سے نوازیئے اور اپنی خوشنودی کی مسرت دیجیے۔

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ   لِاَبِىْ حَنِيْفَةَ فِى الْاَنَامِ سِوَاكَ

میں آپ کے جود و کرم کا دل سے طلبگار ہوں اس جہاں میں ابو حنیفہ کا آپ کے سوا کوئی نہیں۔

ابن خلدون، ولی الدین عبدالرحمٰن متوفی ۸۰۸ ہجری التجا کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں:

هَبْ لِىْ شَفَاعَتَكَ الَّتِىْ اَرْجُوْ بِهَا   صَفْحًا جَمِيْلًا عَنْ قَبِيْحِ ذُنُوْبِىْ

اپنی شفاعت سے مجھے نوازیئے جس کا امیدوار ہوں، میرے بڑے گناہوں سے بہترین طریقے پر درگزر فرمائیے۔

اِنِّىْ دَعَوْتُكَ وَاثِقًا بِاِجَابَتِىْ   يَا خَيْرَ مَدْعُوٍّ وَّخَيْرَ مُجِيْبٍ

میں نے آپ کو پکارا اس وثوق کے ساتھ کہ میری دعا قبول ہو گی آپ پکارے جانے والوں میں بھی بہترین ہیں اور جواب دینے والوں میں بھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی عرض کرتے ہیں:

فَلَسْتُ اَرٰى اِلَّا الْحَبِيْبَ مُحَمَّدًا   رَسُوْلَ الْاِلٰهِ الْخَلْقِ جَمَّ الْمَنَاقِبِ

میں حضور ﷺ کے سوا کسی کو محبوب نہیں پاتا، وہ خداوند مخلوقات کے رسول ہیں تمام مناقب کے جامع ہیں۔

وَمُعْتَصَمُ الْمَكْرُوْبِ فِىْ كُلِّ غَمْرَةٍ   وَمُنْتَجَعُ الْغُفْرَانِ مِنْ كُلِّ تَائِبٍ

اور وہ ہر مصیبت میں مصیبت زدہ کا سہارا ہیں اور ہر توبہ کرنے والے کی مغفرت چاہنے والے ہیں۔

حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی ابن شاہ ولی اللہ یوں کہتے ہیں:

يَا اَحْمَدُ الْمُخْتَارِ يَا زَيْنَ الْوَرٰى   يَا خَاتِمًا لِلرُّسُلِ مَا اَعْلَاكَ

اے احمد مختار اور زینت بزم کائنات، اے خاتم رسولاں آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔

يَا كَاشِفَ الضَّرَّاءِ مِنْ مُّسْتَنْجِدٍ   يَا مُنْجِيًا فِى الْحَشْرِ مِنْ وَّلَاكَ

اے مصائب سے نجات دینے والے فریادی کو، اے حشر میں رہائی دلوانے والے اس کو جو آپ سے محبت رکھتا ہو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی یوں کہتے ہیں:

فَيَا رِيْحَ الصَّبَا عَطْفًا وَّرِفْقًا   اِلٰى ذَاكَ الْحِمٰى بَلِّغْ سَلَامِىْ

اے بادِ صبا! از راہ لطف و کرم میرے اس حامی اور پشتیبان تک میرا سلام پہنچادے۔

وَاِنْ جُرْتُمْ عَلَیَّ فَلِیْ غِیَاثٌ بِبَابِ الْمُصْطَفٰے خَیْرِ الْاَنَامِ

اے دنیاوالو! اگر تم نے مجھ پر ظلم و ستم کیا تو میرا فریادرس موجود ہے، بارگاہ مصطفیٰ کی صورت جو ساری کائنات سے اچھے ہیں۔

اِلَیْہِ تَوَجُّھِیْ وَلَہٗ اسْتِنَادِیْ وَفِیْہِ مَطَامِعِیْ وَبِہٖ اعْتِصَامِیْ

انہیں کی طرف میری توجہ ہے اور انہیں پر میرا اعتماد ہے انہیں کی ذات میری آرزوؤں کا مرکز ہے میں نے انہیں کا دامن تھاما ہے۔

اَجِرْنِیْ سَیِّدِیْ مِنْ ضَیْمِ سُقْمٍ اَشَدُّ عَلَیَّ مِنْ وَقْعِ الْحِسَامِ

اے آقا! مجھے بیماری سے نجات دلوایئے جو مجھ پر تلوار کی ضرب سے بھی زیادہ شدید ہے۔

فَقَدْ اُعْطِیْتَ مَالَمْ یُعْطَ خَلْقٌ عَلَیْکَ صَلٰوۃُ رَبِّکَ بِالسَّلَامِ

آپ کو وہ کچھ دیا گیا جو کسی کو بھی نہ دیا گیا۔ آپ پر، آپ کے پروردگار کی طرف سے رحمتیں ہوں سلام کے ساتھ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْغَانِمُ ﷺ

غنیمت تقسیم کرنے والے

قال اللہ تعالیٰ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ. اور جان لو کہ جو شے بطور غنیمت تم کو حاصل ہو اس کا یہ حکم ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ (انفال)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ. (بخاری)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیئے گئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نبیوں میں سے ایک نبی نے جہاد کیا تو اس نے اپنی قوم سے کہا میرے پیچھے وہ شخص نہ آئے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور اس کا ارادہ ہو کہ وہ اسے گھر لائے اور اس سے جماع نہ کیا ہو، اور نہ وہ شخص آئے جس نے مکان بنائے ہوں اور ابھی تک ان کی چھتیں نہ اٹھائی ہوں۔ اور نہ ہی وہ شخص آئے

جس نے بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہوں اور جانوروں کے جننے کا انتظار کر رہا ہو۔ چنانچہ اس اللہ کے نبی نے جنگ کی تیاری کی اور عصر کے وقت یا اس کے قریب ایک گاؤں کے قریب ہوئے تو سورج سے کہا تو اللہ کے حکم پر چل رہا ہے اور میں بھی اللہ کے حکم پر چل رہا ہوں۔ اے اللہ! تو اس سورج کو ہم پر روک دے۔ چنانچہ سورج رک گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا کی۔ انہوں نے غنیمت کے مال جمع کئے تو آگ آئی تا کہ اسے کھائے لیکن اس مال غنیمت کو نہ کھایا۔ نبی نے اپنی قوم سے کہا تم میں سے کسی نے خیانت کی ہے۔ ہر قبیلہ میں سے ایک شخص آئے اور میری بیعت کرے تو ایک شخص کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چپک گیا۔ نبی نے فرمایا تم میں سے کسی نے خیانت کی ہے۔ تیرے قبیلے کے لوگ میری بیعت کریں۔ چنانچہ دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ اللہ کے نبی کے ہاتھ سے چپک گئے۔ تمہارے قبیلہ کے لوگوں نے خیانت کی ہے چنانچہ وہ گائے کے سر کے برابر سونے کا سر لائے اور اس کو رکھ دیا گیا آگ آئی اور اس کو کھا گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مال غنیمت حلال کئے جبکہ ہماری کمزوری اور عجز کو دیکھا اور ان کو ہمارے لئے حلال کر دیا۔

یہ نبی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی تھی کہ وہ سورج کو چلنے سے روک دے تا کہ وہ قدس کو فتح کر لیں۔ چنانچہ سورج رکا رہا حتیٰ کہ قدس فتح ہو گیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اگر سورج نہ رکتا تو غروب کے بعد ہفتہ شروع ہو جاتا اس میں ان کے لئے جنگ کرنا حرام تھا۔ ممکن تھا کہ دشمن کو کمک پہنچ جاتی اور اس کو فتح کرنے میں دشواری ہوتی اس لئے سورج رکنے سے فتح میں آسانی رہی۔

پہلے انبیاء کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ایک جگہ مال غنیمت رکھ دیتے تھے جس کو آسمانی آگ کھا جاتی۔ اگر اس میں کسی نے خیانت کی ہوتی تو آگ

نہ کھاتی۔ نیز اپنی قربانیوں میں بھی اسی طرح کرتے جو قربانی مقبول نہ ہوتی اس کو آگ نہ کھاتی اور وہ اسی طرح پڑی رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنا فضل و کرم فرمایا اور ان کو سب امتوں سے افضل و بہتر ظاہر فرمایا اور ان کے لئے مال غنیمت حلال کیا اور بہت سے انعامات سے نوازا۔ (تفہیم البخاری)

حضور شاہد کبریا ﷺ غزوۂ حنین کے موقع پر مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے اس جماعت میں ایک غیر معروف شخص قبیلہ تمیم کا ذوالخویصرہ بھی تھا۔ جب حضور ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما کر فارغ ہوئے اس بدبخت نے آپ ﷺ کو نام مبارک کے ساتھ مخاطب کر کے کہا اے محمد! میں نے دیکھا جو آج آپ نے کیا۔ اس گستاخ رسول کا لب و لہجہ ہی گستاخانہ تھا کیونکہ رب العالمین کے قرآن میں کسی مقام پر نام نامی اسم گرامی سے نہیں مخاطب فرمایا بلکہ ایسا کرنے سے منع فرما دیا اور ذوالخویصرہ کی خباثت انداز خطاب سے ہی ظاہر ہو گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں میرے فعل پر کون سا اعتراض ہے۔ قَالَ لَمْ اَرَعَدَلْتَ آپ نے انصاف نہیں کیا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے پر جلال انداز میں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا وَیْحَكَ اِذَا لَمْ یَكُنِ الْعَدْلُ عِنْدِیْ فَعِنْدَ مَنْ یَكُوْنُ۔ تیرا خانہ خراب ہو! اگر میرے پاس عدل نہیں تو کس کے پاس تمہیں عدل ملے گا۔

حضرت عمر فاروق ؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر اجازت دیں تو میں اس منافق کا سر قلم کر دوں؟ حضور ﷺ نے اجازت نہ دی منع فرما دیا اور فرمایا اسے رہنے دو اس کا بہت بڑا گروہ ہو گا اور یہ لوگ دین میں بڑی باریک بینی سے کام لیں گے یہاں تک کہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر اپنے نشانہ سے پار نکل جاتا ہے اور ان پر دین کا کوئی اثر نہ ہو گا۔ (ضیاء النبی)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَوۡلَایَ صَلِّ وَسَلِّمۡ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیۡبِکَ خَیۡرِ الۡخَلۡقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوۡلَانَا اَلۡفَاتِحُ ﷺ

ملکوں کو فتح کرنے والے

قال اللہ تعالیٰ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًاo بے شک ہم نے آپ کو فتح مبین دی ہے۔

فاتح کے معنی کھولنے والے کے بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے پوری انسانیت کے لئے رشد وہدایت، کامیابی وکامرانی، اچھائی و بھلائی، حسن معاملہ، حسن اخلاق، حسن معاشرت وحسن معیشت کے تمام بند راستوں کو کھول دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغام حق بہت تھوڑے عرصہ میں دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گیا۔

بعثت نبوی سے پہلے عربوں کی جو حالت تھی اس سے کون واقف نہیں۔ ان کی اخلاقی پستی کا یہ عالم تھا کہ جاہلانہ رسوم وعادات اور بت پرستی پر ایسے متفق تھے کہ فخر کے ساتھ ان کے ساتھ سجدہ ریز ہونے کو اپنی بڑائی سمجھتے تھے۔

جہالت کی عصبیت وحمیت میں راسخ تھی اور باہمی عداوت وسرکشی

اور خونریزی وڈاکہ میں منہمک تھے اور امور خیر میں اتفاق ختم ہو چکا تھا اور اپنے گھٹیا افعال میں عاقبت کی طرف نظر ڈالتے ہی تھے نہ تو انہیں کسی عذاب وسزا کا خوف تھا اور نہ کسی ملامت وپشیمانی کا ڈر۔

ایسے حالات میں رسول اکرم ﷺ کا اس بھٹکی ہوئی انسانیت کی اصلاح فرمانا دلوں کے ایک فاتح کی حیثیت سے تھا۔ بہت تھوڑے عرصے میں آپ ﷺ نے اپنی حکیمانہ بصیرت کی وجہ سے بڑے بڑے سنگدل رئیسوں، امیروں کے دلوں سے کفر کے تالے توڑ کر ان ظلمت کدہ ویرانوں کو نور ایمان سے آباد کر دیا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج میں ایک روایت ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کی تعریف کی اور فرمایا تم تمام نے اپنے رب کی تعریفیں کی ہیں اب میں اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں۔

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جن نے مجھے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور تمام لوگوں کے لئے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر فرقان اتارا ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور میری امت کو بہترین امت بنایا اور میری امت کو پہلی اور آخری امت بنایا اور اس نے میرا سینہ کھول دیا، میرا بوجھ اتارا اور میرا ذکر بلند کیا اور مجھے فاتح اور آخری نبی بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اس سب سے حضرت محمد ﷺ سب نبیوں پر فضیلت لے گئے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا مجھے فاتح بنا کر بھیجا گیا ہے اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں اور فاتح کلمات عطا کئے گئے ہیں۔ اور فاتح حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر اللہ کا حکم نافذ کرتے ہیں۔

ہمارا دین ہمیں اعتدال کی راہ بتلاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں بے شمار مقامات پر نماز کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ نماز کی ادائیگی کا مطلب یہی ہے کہ بس نماز پڑھ لو نہ خشوع ہو نہ خضوع، کوئی پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ایسی عبادت کی قطعی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں وہی نماز قابل قبول ہے جس کے ادا کرنے میں خشوع و خضوع ہو اور اس عاجزی و انکساری کے اثرات عملی زندگی میں اس قدر پیوست ہوں کہ قول و عمل، کردار و گفتار میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہ ہو۔ احکامات شرعیہ ظاہر و باطن پر نافذ ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر ہر ارشاد کے سامنے سر تسلیم خم ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس کس چیز کو فتح نہیں کیا؟ آپ کس چیز کے فاتح نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی ہزار لوگوں کے دلوں کے بند قفل کھول کر جنت کا راہی بنادیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آؤں گا اور فاتح بن کر کہوں گا دروازہ کھولو، جنت کا خازن عرض کرے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا میں محمد ہوں۔ وہ خازن عرض کرے گا مجھے آپ ہی کے لئے کھولنے کا حکم دیا گیا ہے آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں گا۔ (مسلم)

قاضی عیاض رحمتہ اللہ نے فرمایا:

فاتح کے معنی ہیں امت کے لئے رحمت کے دروازے کھولنے والے ہیں اور انہیں اللہ کی معرفت اور ایمان باللہ کے لئے کھولنے والے یا سچائی کی

مدد فرمانے والے یا امت کی ہدایت کے لئے خود ابتدا کرنے والے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں جنت کے خزانوں میں سے اتاری ہیں جن کو رحمٰن نے مخلوق پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ جو شخص ان دو آیتوں کو نماز عشاء کے بعد دو مرتبہ پڑھے وہ دو آیتیں اس کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھیں گی اور شیطان کا اس پر غلبہ نہ ہوگا۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا **اَلْفَائِقُ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سب سے بلند

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء و مرسلین پر فوقیت دی۔ خَلق کے اعتبار سے اور خُلق کے اعتبار سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسباً و نسباً تمام مخلوقات اولین و آخرین سے افضل و اعلیٰ مقام کے حامل ہیں۔

امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی عقیدت کا اظہار اس طرح کیا:

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ   وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٍ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء پر فوقیت حاصل فرما چکے ہیں۔ شکل و صورت ظاہر میں اور خلق حسن باطنی میں، نہ کوئی ان کے علم کو پہنچ سکا نہ کوئی آپ کے کرم کو پہنچ سکا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضل و کمال اور حسن و جمال میں اپنی مثال آپ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے میں نے زمین کے مشرق اور اس کے مغرب کو دیکھا تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے افضل کوئی نہ پایا۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضیلت و فوقیت اس حدیث پاک سے واضح ہو رہی ہے: كُنْتُ نَبِیًّا وَ اٰدَمُ بَیْنَ الْجَسَدِ وَالرُّوْحِ۔ میں اس وقت بھی عہدہ نبوت پر فائز تھا جب آدم روح اور بدن کی درمیانی حالت میں تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیق کے اعتبار سے اوّل اور بعثت کے اعتبار سے سب سے آخری ہیں۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یاسیں وہی طٰہٰ

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ یہ رسول ہیں ہم نے انہیں ایک دوسرے پر فضیلت بخشی، ان میں سے کسی کے ساتھ اللہ نے کلام کیا اور ایک دوسرے کے درجات بلند کیے۔

ہمارے معاشرے میں کچھ لوگ عجیب سی چال چل رہے ہیں وہ اس بات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کو اتنا نہ بڑھاؤ بلکہ سب نبی ایک جیسے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کا بالکل اظہار نہیں کرتے ہیں حالانکہ یہ بات ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ جب ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہوں تو ہمیں اس کے دفاع کے لئے کمربستہ ہو جانا چاہئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اور آپ کی اکملیت و اجملیت کا تذکرہ اس انداز سے کرنا چاہئے کہ

سننے والے کے دل میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کا پہلو اجاگر ہو۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ اگر ایک طرف سے حضور ﷺ کی فضیلت کی بات ہو رہی ہوتی ہے تو دوسری طرف آپ کی بشریت ثابت کرنا شروع کر دیتے ہیں جو کہ سراسر جہالت ہے۔

آپ ﷺ کی فوقیت کی کیا بات ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ ربوبیت میں عرض کیا:

يَا رَبِّ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ تَغْفِرَلِیْ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَاٰدَمُ كَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ اَخْلُقْهُ قَالَ يَا رَبِّ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ بِيَدِكَ وَنَفَخْتُ فِیَّ مِنْ رُّوْحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِیْ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَمْ تَضِفْ اِلٰى اِسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَيْكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَاٰدَمُ اِنَّهُ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ وَاِذْ سَاَلْتَنِیْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ قَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ (جواہر البحار)

اے پروردگار محمد ﷺ کے توسل سے میری خطا معاف فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا جبکہ ابھی تو وہ پیدا بھی نہیں ہوئے۔ تو عرض کی اے اللہ! جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے بنایا اور مجھ میں روح کا القا کیا تو میں نے سر اٹھایا تو ساق عرش پر لکھا ہوا پایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو مجھے یقین ہو گیا تو اپنے نام کے ساتھ مخلوق میں سے اسی کا نام ملاتا ہے جو تجھے سب سے زیادہ عزیز ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم وہ واقعی سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ جب تو نے (حضرت) محمد (ﷺ) کے وسیلہ سے نجات چاہی تو میں نے تجھے معاف کر دیا۔ اگر محمد (ﷺ) نہ

ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں اولاد آدم کا سردار ہوں مجھے اس میں فخر نہیں۔ میرے ہاتھ میں لواء حمد ہو گا مجھے اس میں کوئی فخر نہیں۔ آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ روز حشر سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

حضور سید العالمین ﷺ اکمل و افضل المخلوقات ہیں۔ آپ کے ہر کمال کے درجات و مراتب ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں ان کی حقیقت کو سوائے ذات باری کے کوئی نہیں جانتا۔

آپ ﷺ ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے تو آپ ﷺ کے امتیوں کو ارفع و اعلیٰ مقام ملا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ تم ایک بہترین و اعلیٰ امت ہو۔ تو امت کی افضلیت آپ ﷺ کے ارفع و اعلیٰ اور بلند بالا ہونے کی وجہ سے ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْفَطِنُ ﷺ

بڑے ذہین

آنحضور ﷺ کے کمالات ظاہری و باطنی کو احاطہ تحریر میں لانا انسان کے بس سے باہر ہے۔ آپ ﷺ کے کمالات پر بے شمار محققین نے نوک قلم سے صفحات کے صفحات لکھ ڈالے مگر کوئی بھی یہ کہنے کی جسارت نہ کر سکا میں نے کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ کا ایک باب لکھ کر لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ یہ حضور ﷺ کے کمالات کا عظیم معجزہ ہے۔

حضور سید المرسلین ﷺ کو جو ہر عقل عطا فرمایا اس کی مثال تمام دنیا کے ریت کے ذرات میں ایک ذرہ عقل لوگوں کو ملا باقی حضور سید عالم ﷺ کو۔

حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے اکہتر کتابیں پڑھیں ان سب میں میں نے پایا کہ حضور ﷺ تمام انسانوں سے عقل میں برتر اور رائے میں افضل و اعلیٰ ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ کی قوتِ ادراک، فہم و شعور، عقل و آگہی میں کی کو کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ آپ ﷺ کو وہ نور عقل عطا فرمایا گیا جس

کے سامنے ساری دنیا کے انسانوں کی عقلیں ایک قطرہ کے برابر ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ سب سے عقلمند اور ذہین و فہیم ہیں۔ اگر کوئی صاحب عقل و دانش رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ان تدابیر میں ذرا بھی غور و فکر کرے گا جو آپ نے خلق خدا کی ظاہری اور باطنی اصلاح کے لئے اختیار فرمائیں اور آپ ﷺ کے حسن اخلاق اور محیر العقول سیرت کو سامنے رکھ کر جب ان سیاسی امور پر نظر دوڑائے گا جو آپ ﷺ نے ہر خاص و عام کے ساتھ رعایت برتی اور ساتھ ہی یہ مد نظر رکھے گا کہ دنیا میں آپ ﷺ نے کسی سے علم حاصل نہ کیا اور نہ کبھی کتابوں کا مطالعہ کیا اس کے باوجود علوم و فنون کے دریا بہا دیئے۔ احکام شرعیہ کو کیسے انداز سے پیش کیا کہ سنتے ہی منصف مزاج کے لئے ماننے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔ تو ان تمام باتوں پر نظر کرنے سے ایک صاحب عقل و دانش ضرور اس نتیجے پر پہنچے گا کہ نبی آخر الزماں ﷺ عقل و فہم و دانش میں ساری نسل انسانیت سے افضل و اعلیٰ شان کے مالک تھے۔

حضرت سیدہ کائنات ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ﷺ اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے جیسے اجالے میں۔

جیسا کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ ﷺ جنات کو بھی دیکھتے۔

ذرا غور کیجئے آپ ﷺ کے جن صحابی جن کا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھا وہ بارگاہ رسالت میں کس طرح عقیدت کا اظہار کرتے ہیں:

فَاَنِخْ بِنَبِیِّ اللّٰہِ الْخَلْقِ اَتَتْ فَضَائِلُہٗ الْکُتُبُ

اے مسافر ذرا ٹھہر جا اپنی سواریوں کو روک لے اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جن کے فضائل میں بہت سی کتابیں آئی ہیں۔

لِنَبِیٍّ هُدًی وَنَسِیْجُ تُقًی   فَبِذَاكَ تَدِیْنُ لَهُ الْعَرَبُ

جو ہدایت دینے والا نبی ہے جس کا وجود سراسر تقویٰ کے تاروں سے بنا ہوا ہے اس لئے تو سارا عرب ان پر جانثار ہوتا ہے۔

بِمُحَمَّدِهِ الْمَبْعُوْثِ وَذِی الْخَیْرٰتِ   مَنَازِلُهُ الرُّجُبُ

وہ محمد (ﷺ) جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں جو تمام خوبیوں کے مالک ہیں، جن کے مراتب نہایت بلند اور وسیع ہیں۔

حضور ﷺ نے نجاشی شاہ حبشہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور قریش مکہ کے سامنے اس کے اوصاف بھی بیان کئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی تجلی دکھائی تو ان کی بصارت کا یہ عالم ہو گیا کہ وہ رات کے اندھیرے میں دس فرسخ (تیس میل) کے فاصلے پر اگر کوئی چیونٹی کسی صاف پتھر پر ہوتی تو اسے دیکھ لیتے۔ (الشفاء، جلد اوّل)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بصارت کا یہ عالم ہے تو نبی آخر الزماں ﷺ جنہوں نے معراج کی رات مقام قاب قوسین او ادنیٰ پر فائز ہو کر جلوۂ حق اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا تو ان کی قوتِ بصارت کا عالم کیا ہو گا۔ آپ نے تو اپنی قوتِ بصارت کے بارے میں تمام شکوک و شبہات کو دور کر دیا۔ فرمایا کہ میں نے زمین کے مشرق کو بھی دیکھا اور اس کے مغرب کو بھی دیکھا۔

آپ ﷺ کی قوت بصارت اور نور العقل کا کمال یہ ہے کہ دنیا و

مافیہا کا کوئی فرد اور کوئی ذرہ آپ ﷺ کی نگاہوں سے اوجھل نہیں۔ (الشفا)

آج کل بہت سے لوگ جن کی عقل بھی درست سمت پر چلنے کی رہنمائی نہیں کرتی بلکہ ابوجہل و ابولہب کے کردار و نظریات کے حامل ہوتے ہیں جن کے سامنے حضور ﷺ نے اپنی نبوت کے دلائل بھی دیئے مگر وہ بدبخت لوگ ایمان سے محروم رہے۔ حضور ﷺ کے فضائل و کمالات کو عقل کے ترازو پر رکھنے کی بجائے محبت اور عشق کے جذبات سے آراستہ کرنا چاہئے تاکہ عقل کا نور حاصل ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَمَوْلَانَا فِئَةُ الْمُسْلِمِیْنَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسلمانوں کے حامی

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ مومنوں کے لئے ملجا و ماویٰ ہے۔ آپ کا آستان مقدس بہت عظیم شان کا حامل ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے خیر خواہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے کسوں کی دستگیری فرمانے والے ہیں، غمزدوں کی غمخواری فرمانے والے ہیں، دکھیوں کے دکھوں کا مداوا کرنے والے ہیں، بے چاروں کے چارہ ساز ہیں۔ کوئی ہے ایسا نہیں جس نے بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانگا ہو تو نہ ملا ہو۔ مومن تو کجا اس در سے تو غیر بھی خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا آفتاب قیامت تک چمکتا رہے گا اور ساتھ ہی ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات عالیہ بھی قیامت آنے والے مومنوں کے لئے باعث تسکین روح ہوں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا فِئَةُ الْمُسْلِمِیْنَ میں مسلمانوں کا حامی (مددگار) ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کی دستگیری فرمائی کیونکہ لوگ بھٹک رہے

تھے، جہالت کے تنگ و تاریک کنوؤں میں گر رہے تھے، جہالت کی گھٹا ٹوپ آندھیوں میں پھنس چکے تھے۔ کوئی خیر خواہی کرنے والا نہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو گہرے گڑھوں میں گرنے سے بچالیا۔ قرآن میں ارشاد ہوا:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا . اور یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جو تم پر اتاری جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی تو تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔

وَكُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے کہ تمہیں گرنے سے بچالیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے حامی و مددگار رہی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین میں بھی بھلائی اور خیر خواہی کا درس دیا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر اس بات کا درس بھی دیا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا یہ پختہ اعتقاد تھا کہ بارگاہِ رسالت تمام اہل ایمان کی جائے پناہ ہے۔ کتنے کم عقل لوگ ہیں وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے یا رجوع کرنے کو شرک گردانتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر میں شامل تھے جو لشکر جہاد کے لئے نکلا۔ انہوں نے کہا جو لوگ کفار کے مقابلے سے بھاگ نکلے میں بھی ان میں شامل تھا۔ جب نکل کر ایک جگہ پر رکے تو ہمیں احساس ہوا کہ ہم کفار کا مقابلہ کرنے سے بھاگے ہیں اس لئے اللہ کے بھی مجرم ٹھہرے۔ پھر ہم نے سوچا کہ مدینہ منورہ چل کر ٹھہرتے ہیں پھر جب جہاد کے لئے لوگ نکلیں گے تو ہم بھی ساتھ چل

پڑیں گے۔ خیر ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے اور سوچا کہ کاش! ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چل کر اپنے آپ کو پیش کر دیں اگر ہماری توبہ قبول ہو گئی تو ٹھہرے رہیں گے اور اگر کچھ اور ہوا تو چل دیں گے۔ یہاں تک کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کرنے لگے۔ نماز فجر سے پہلے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے تو ہم کھڑے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کی آقا! ہم آپ کے لشکر کے بھگوڑے ہیں (ہم نے اعتراف جرم کر لیا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف مڑ کر فرمایا نہیں تم پھر لشکر میں آنے والے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا یہ خوشخبری سن کر ہماری خوشی کی انتہا رہی، حتیٰ کہ ہم آپ کے قریب بڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ چوما۔ آپ نے فرمایا اَنَا فِئَۃُ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ میں مسلمانوں کی پناہ گاہ ہوں۔

سبحان اللہ! کیا شفاف عقیدہ تھا صحابہ کرام تھا۔ کتنی محبت تھی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی علم تھا کہ اگر میں ان کا عذر نہیں سنوں گا تو روئے زمین میں میرا سوا کون ہے جس کے پاس جا کر پناہ طلب کریں۔

ذرا غور کیجئے اعرابی کے عقیدہ پر کہ وہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جائے پناہ سمجھ کر ہی آیا تھا جس نے در رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر غم کی وجہ سے سر پر خاک ڈالنا شروع کی اور عرض کی یا رسول اللہ! آپ نے جو کچھ فرمایا میں نے وہ سنا، جو آپ نے اپنے رب سے سیکھا وہی ہم نے آپ سے سیکھا اور اسی میں میں نے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ ارشاد ربانی پڑھا ہے یا رسول اللہ! میں نے اپنی جانوں پر بہت ظلم کئے ہیں اب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں آپ سراپا جود و سخا ہیں اب کرم فرمائیے۔ تو قبر انور سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔ (ضیاء القرآن)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ میزبان رسول مزار اقدس پر رخسار رکھے ہوئے تھے جب مروان حاکم مدینہ نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو منع کیا۔ آپ نے فرمایا یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزار اقدس ہے کوئی بت نہیں جس کی میں تعظیم کر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم دین پر اس وقت تک نہ رونا جب تک اس کے حاکم اہل و لائق ہوں۔ اب تجھ جیسا نالائق نااہل کون ہو سکتا ہے جو بت خانہ اور آستان رسول میں فرق نہ کر سکا۔
(کوثر الخیرات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اَلْقَاسِمُ ﷺ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا

تقسیم فرمانے والے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَاللّٰهُ الْمُعْطِیْ وَاَنَا الْقَاسِمُ وَلَا تَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ ظَاهِرِیْنَ عَلٰی مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ۔ (البخاری، جلد اوّل)

جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ اچھا ارادہ کرے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ یہ امت ہمیشہ ان لوگوں پر غالب رہے گی جو ان کی مخالفت کرے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آنے تک غالب رہے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اُعْطِیْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَیْثُ اُمِرْتُ (بخاری، جلد اوّل)

میں تم کو نہ دیتا ہوں نہ ہی منع کرتا ہوں میں تو تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے حکم ملتا ہے میں وہاں تقسیم کر دیتا ہوں۔

یعنی عطا کرنے والا روکنے والا اللہ تعالیٰ ہے میں تو اس کے حکم کا پابند ہوں جس قدر دینے کا مجھے حکم ملتا ہے میں اسی قدر دے دیتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اسی نکتے کو یوں بیان فرمایا:

اس کی بخشش ان کا صدقہ — دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں
رب معطی ہے یہ ہیں قاسم — رزق اس کا کھلاتے یہ ہیں
اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَر
ساری کثرت پاتے یہ ہیں

قارئین محترم! تقسیم وہی کرتا ہے جس کے پاس کچھ ہو اور جس کے پاس ہو ہی کچھ بھی نہ اس نے تقسیم کیا کرنا ہے۔ تقسیم کرنے کے لئے پاس کچھ ہونا ضروری ہے۔ پھر کیا کہنا محبوب داور کی شان قاسمیت کا، کہ مانگنے والے خیرات پاتے ہی رہیں گے مگر دینے والا نہیں کہے گا کہ اب میرے پاس کچھ نہیں، اب مجھ سے نہ مانگو۔ کبھی کہا ہی نہیں کیونکہ منعم حقیقی نے منعم علیہ کو اتنا دیا کہ عنایات لامتناہی سے نوازا۔ اگر کسی نے دنیا کی دولت مانگی تو جھولیاں بھر دیں، دین مانگا تو سینہ انوار الٰہیہ سے معمور کر دیا۔ جنت مانگی تو جنت دے دی۔ الغرض ہر کوئی اپنی اپنی وسعت کے مطابق در رسول ﷺ سے خیرات پاتا رہا۔ کتنے کم عقل ہیں وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کسی کو کچھ نہیں دے سکتے۔ ذرا پوچھئے ربیعہ بن کعب سے، کہتے ہیں:

كُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُهٗ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِیْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْاَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اَلْقَاسِمُ ﷺ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا

تقسیم فرمانے والے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَاللّٰهُ الْمُعْطِیْ وَاَنَا الْقَاسِمُ وَلَا تَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ ظَاهِرِیْنَ عَلٰی مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ۔ (البخاری، جلد اوّل)

جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ اچھا ارادہ کرے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ یہ امت ہمیشہ ان لوگوں پر غالب رہے گی جو ان کی مخالفت کرے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آنے تک غالب رہے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اُعْطِیْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَیْثُ اُمِرْتُ (بخاری، جلد اوّل)

میں تم کو نہ دیتا ہوں نہ ہی منع کرتا ہوں میں تو تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے حکم ملتا ہے میں وہاں تقسیم کر دیتا ہوں۔

یعنی عطا کرنے والا روکنے والا اللہ تعالیٰ ہے میں تو اس کے حکم کا پابند ہوں جس قدر دینے کا مجھے حکم ملتا ہے میں اسی قدر دے دیتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اسی نکتے کو یوں بیان فرمایا:

اس کی بخشش ان کا صدقہ   دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں
رب معطی ہے یہ ہیں قاسم   رزق اس کا کھلاتے یہ ہیں
اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَر
ساری کثرت پاتے یہ ہیں

قارئین محترم! تقسیم وہی کرتا ہے جس کے پاس کچھ ہو اور جس کے پاس ہو ہی کچھ بھی نہ اس نے تقسیم کیا کرنا ہے۔ تقسیم کرنے کے لئے پاس کچھ ہونا ضروری ہے۔ پھر کیا کہنا محبوب داور کی شان قاسمیت کا، کہ مانگنے والے خیرات پاتے ہی رہیں گے مگر دینے والا نہیں کہے گا کہ اب میرے پاس کچھ نہیں، اب مجھ سے نہ مانگو۔ کبھی کہا ہی نہیں کیونکہ منعم حقیقی نے منعم علیہ کو اتنا دیا کہ عنایات لامتناہی سے نوازا۔ اگر کسی نے دنیا کی دولت مانگی تو جھولیاں بھر دیں، دین مانگا تو سینہ انوار الٰہیہ سے معمور کر دیا۔ جنت مانگی تو جنت دے دی۔ الغرض ہر کوئی اپنی وسعت کے مطابق در رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیرات پاتا رہا۔ کتنے کم عقل ہیں وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو کچھ نہیں دے سکتے۔ ذرا پوچھئے ربیعہ بن کعب، کہتے ہیں:

كُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُهٗ بِوَضُوْءِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِیْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْاَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ

قَالَ اَوْ غَیْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ اَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔ (مشکوٰۃ) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک رات گزاری تو میں آپ کے لئے پانی اور ضروریات لے کر حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مانگ (جو مانگنا ہے) میں نے عرض کی میں آپ سے جنت میں رفاقت مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس کے سوا اور بھی (جو مانگنا ہے مانگ لے) میں نے عرض کیا حضور! یہی کافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم کثرت سجود سے میرے مدد کرو (میرے قریب ہو جاؤ)۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اِذْ جِئَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ۔ میں سو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُعْطِیْتُ مَالَمْ یُعْطَ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ (الامن والعلی) مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہ ہوا رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں۔

حضور شاہد کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلْکَرَامَةُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ ہر طرح نوازش و عنایت کی چابیاں قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

وہ کتنے کم عقل ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شانِ اقدس کو ماننے سے گریزاں ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اَعْطَیْنٰكَ الْکَوْثَر کہہ کر ساری کائنات آپ کی ملکیت کر دی یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضۂ اختیار میں

ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان قاسمیت کو دیکھئے کہ جب آپ دینے پہ آئیں تو کرم کے دریا بہا دیں جب بخشش پہ آئیں تو پتھر مارنے والوں کو، گالیاں دینے والوں کو اور پاگل و مجنون کہنے والوں کو معاف کر دیں۔

ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو اپنا کر ایسا پاکیزہ اور شفاف کردار واضح کرنا چاہئے کہ قول و فعل کا تضاد ختم ہو جائے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب بھی مانگنے والوں کی جھولیاں بھرتے ہیں بشرطیکہ کوئی مانگنے والا ہو۔ جب امت کے بدنصیب مانگنے کی بجائے یہ کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو کچھ نہیں دے سکتے اور آپ سے مانگنا شرک ہے تو اس سے بڑھ کر جہالت اور کیا ہو سکتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْقَاضِیْ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جج

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس منصب جلیلہ کا ذکر قرآن مجید میں کئی مقامات پر ہوا۔ چند آیات کریمہ مندرجہ ذیل ہیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ۔ (النساء) بیشک ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اللہ کی دکھائی ہوئی نشانیوں کے مطابق فیصلہ کرو۔

وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَّاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ (الشوریٰ) اور انہیں فرمادیجئے جو کتابیں اللہ نے اتاری ہیں ان پر ایمان لایا ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم میں عدل کروں۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا تاکہ ان میں وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے تو وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (النساء)

تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہوں گے جب تک وہ اپنے جھگڑوں میں تجھے فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو فیصلہ تو کرے اس کے بارے میں اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ بسر و چشم اسے قبول کرلیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور قاضی و جج کی حیثیت سے جو شخص تسلیم نہیں کرتا وہ مومن ہی نہیں یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیے گئے فیصلے اگر کوئی بدنصیب نہیں مانتا تو اس کا ایمان اسی وقت ختم ہو جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی ایسے جج یا قاضی نہیں کہ جن کے عطا کردہ قانون کو بعد میں کوئی چیلنج کر سکے۔ اس بات کو بھی اٹل واضح کر دیا کہ ایمان دار وہی ہے جو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر حکم کو ہمیشہ کے لئے ہمیشہ مانتا ہے۔

بدنصیب ہیں وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ نظام شریعت کو نہیں مانتے جو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں قرآن کی ضرورت ہے حدیث کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بہت بڑی گمراہی اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازش ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ۝ (الاحزاب)

اور کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو یہ حق نہیں کہ جب کسی معاملے کا فیصلہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر دے تو پھر ان کے لئے اپنے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ کر لینے کا اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے یقیناً وہ کھلم کھلا گمراہی میں ہے۔

حضرت قتادہ، مجاہد، ابن عباس اور دیگر ائمہ تفسیر کا یہ قول ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پھوپھی عمیمہ کی صاحبزادی اور اپنے جد امجد حضرت عبدالمطلب کی نواسی، خاندان بنی ہاشم کی معزز خاتون حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو اپنے آزاد کردہ غلام کے لئے شادی کا پیغام بھیجا اور انہوں نے ان کے بھائی عبداللہ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل یہ آیت طیبہ لے کر حاضر ہوئے کسی مومن مرد اور عورت کے لئے اس بات کی اجازت نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا رسول مکرم اسے کوئی حکم دے تو وہ انکار کر دے۔ جب یہ ارشاد باری حضرت زینب اور ان کے بھائی عبداللہ نے سنا تو فوراً زید سے نکاح کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ان کا نکاح حضرت زید سے پڑھا۔ دس دینار مہر ادا کیا کچھ پارچہ جات، گھریلو ضرورت کا سامان اور خورد و نوش کی چیزیں ان کے ہاں بھیج دیں۔

اگرچہ یہ آیت اس خاص موقع پر نازل ہوئی لیکن اپنے الفاظ کے اعتبار سے یہ عام ہے۔ کسی فرد، قوم، حکومت یا حکومت اسلامیہ کے کسی مقرر کئے ہوئے کسی کمیشن اور قانون ساز ادارہ کو اس امر کا اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو نظر انداز کر کے اپنے لئے کوئی نئی راہ عمل تجویز کرے۔ مسلمان ہوتے ہوئے اطاعت رسول کے بغیر چارہ نہیں۔ ایک طرف ہم سچے مسلمان ہونے کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور دوسری طرف ادنیٰ سے فائدہ کے لئے احکام اسلام کو بڑی آسانی سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ ہماری اس دوغلی پالیسی کی وجہ سے اسلام رسوا ہو رہا ہے اور ہم اس چشمہ فیض سے فیضیاب نہیں ہو رہے بلکہ دوسروں کی محرومی کا باعث بن رہے ہیں۔ (ضیاء القرآن جلد ۴)

اسلام جو ساری دنیا کے رہنے والوں کے لئے امن و سلامتی کا پیغام لے کر آیا بدقسمتی سے اسلام کے نام لیوا ہی اسلام کے خلاف صف آرا ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے نت نئے مسائل جنم لے رہے ہیں۔ ان ظاہری باطنی فتنوں نے عالمی سطح پر اسلام کو بہت نقصان پہنچایا ہے اور ان منافقانہ چالبازیوں نے فرقہ وارانہ مذہبی تعصب کو اس طرح اچھالا کہ اسلام کے نام لیوا کئی فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔ ان نئے فتنوں میں ایک بہت ہی خطرناک فتنہ مرزائیت ہے اور دوسرا فتنہ پرویزی فرقہ، جس کے عقائد کی بنیاد انکار سنت پر مبنی ہے۔ یہ لوگ صرف قرآن کی حاکمیت کو مانتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ کی اطاعت سے بالکل باغی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاکمیت ایسی نہیں کہ آپ نے اپنی حاکمیت کا دعویٰ خود کیا ہو بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاکمیت قیامت تک محیط ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اور ہم نے رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے حاکم ہیں کہ جو کچھ عطا کریں اسے لے لیا جائے اور جس سے روکیں اس سے باز رہا جائے۔ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

دنیا کے کسی بڑے سے بڑے جج یا قانون دان کو یہ شرف حاصل نہیں کہ جو وہ قانون بنائے اس میں ذرا سا بھی ردوبدل نہ ہو سکے۔ یہ صرف اور صرف ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ ہمہ گیر شخصیت ہیں کہ آپ کے ہر ہر فرمان کو امت مسلمہ کے لئے ایک مکمل قانون کی حیثیت حاصل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمٖ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا قَدَمَایَا ﷺ

سب سے اوّل

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یاسیں وہی طٰہٰ

ظہورِ نبوت محمدی ﷺ سے پہلے کائنات میں کچھ نہ تھا

نہ زمیں نہ زماں نہ مکیں نہ مکاں
نہ چنیں نہ چناں نہ عیاں نہ نہاں
نہ ایں نہ آں نہ زباں نہ بیاں
نہ منزل نہ نشاں نہ بہار نہ خزاں
نہ یہاں نہ وہاں نہ جدھر نہ کدھر
نہ ادھر نہ ادھر نہ شجر نہ ثمر
نہ نار نہ گلزار نہ انکار نہ اقرار
نہ قافلہ نہ سالار نہ رنگ نہ روپ
نہ سایہ نہ دھوپ نہ سوز نہ ساز

نہ نشیب نہ فراز نہ گلشن نہ صحرا
نہ ہوا نہ فضا نہ آہ نہ بکا
نہ بلبل نہ چہک نہ پھول نہ مہک
نہ غنچے نہ چٹک نہ پتے نہ کھڑک
نہ عرش نہ فرش نہ کرسی نہ تخت
نہ لوح نہ قلم

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس عقدے کو ہی حل کر دیا جب آپ نے رحمت عالم ﷺ سے پوچھا آقا! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتایئے اللہ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور مشیت الٰہی کے مطابق جہاں چاہتا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج نہ چاند، نہ جن نہ انسان۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے حصے سے قلم بنایا، دوسرے حصے سے لوح، تیسرے حصے سے عرش پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے بنائے پھر دوسرے سے کرسی اور تیسرے حصے سے باقی فرشتے۔ پھر چوتھے حصے کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے آسمان دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ [1]

---

[1] مذکورہ حدیث پاک کو کئی محدثین نے ذکر کیا بالخصوص امام عبدالرزاق نے جو امام بخاری کے دادا استاد ہیں۔ امام احمد بن حنبل کی نگاہ میں امام عبدالرزاق بہت ثقہ محدث ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی نے التہذیب میں آپ کو ثقہ محدث کا درجہ دیا ہے۔ ان کے علاوہ امام بیہقی نے (←)

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا جب حضرت آدم علیہ السلام کا ابھی پیکر خاکی بھی نہیں بنا تھا بلکہ تیاری کے مراحل میں تھا۔ (مشکوٰۃ)

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر نبوت کب واجب کر دی گئی تھی۔ آپ نے فرمایا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ (مشکوٰۃ) جب آدم علیہ السلام روح اور بدن کے مرحلے میں تھے (یعنی ابھی خمیر تیار کیا جا رہا تھا)

محدث ابن جوزی نے بھی اسی قسم کی روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا اور اس کے بعد میرے نور سے ساری کائنات کو بنایا گیا۔ (المیلاد النبوی)

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبریل امین کو حکم دیا کہ سفید مٹی لاؤ۔ پھر حضرت جبریل جنت الفردوس کے فرشتوں کے گروہ کے ہمراہ زمین پر اترے اور قبر انور کے مقام سے سفید چمکتی ہوئی مٹی کی ایک مٹھی لی پھر اسے جنت کے چشمہ تسنیم کے پانی سے گوندھا کہ وہ ایک سفید موتی کی طرح ہو گئی جس کی بڑی بڑی شعائیں تھیں پھر اس موتی کو لے کر ملائکہ عرش، کرسی، آسمان اور زمین کی تمام جگہوں میں پھرے یہاں تک کہ تمام ملائکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہی پہچان لیا۔ (نسیم الریاض)

(☆) دلائل النبوۃ، امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں، امام زرقانی نے مواہب میں، امام حجر مکی نے فتاویٰ حدیثیہ میں، شیخ عبدالحق نے مدارج النبوۃ میں، حضرت شاہ ولی اللہ نے تفہیمات الٰہیہ میں اور مولانا اشرف علی تھانوی نے نشرالطیب میں درج کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْقَتَّالُ ﷺ

جنگجو، بہادر

قال اللہ تعالیٰ: فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ (النساء)

تو اے محبوب جہاد کرو اللہ کی راہ میں نہ تکلیف دی جائے گی آپ کو سوائے اپنی ذات کے اور آپ ایمان والوں کو بھی جہاد کی طرف ابھاریں۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب کو حکم دے رہا ہے کہ جب باطل حق کے مقابلے میں آ جائے تو آپ باطل کو روکنے کیلئے آگے بڑھیے خواہ آپ اکیلے ہی کیوں نہ ہوں اور آپ ایمان والوں کو بھی اس کی طرف راغب کیجئے۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا مقصد ہی یہی تھا کہ آپ دین حق کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر میدان عمل میں نکل آئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع کمالات شخصیت کے مالک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ آپ جہاں دوسرے کمالات کے مظہر تھے وہاں بحیثیت سپہ سالار لشکر اسلام بھی بہت عالی مقام کے مالک

تھے۔ ایک سپہ سالار میں جو خصوصیات ہونی چاہئیں وہ آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں بلکہ آپ کی ذات مقدسہ تو قیامت تک آنے والی نسل انسانیت کے لئے ایک دار العلوم کی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا اسم مبارک تورات میں احمد، جنگجو، جہاد کرنے والا ہے۔ امام ابن فارس کا بیان ہے کہ یہ اسم مبارک آپ ﷺ کا اس لئے رکھا گیا کہ آپ جہاد کا جذبہ رکھتے تھے اور اپنے مدمقابل تک جلد پہنچ جاتے تھے اور ہجوم کو چیر ڈالتے تھے۔ (سبل الہدیٰ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا کہ جب تک لوگ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں میں ان سے جنگ کرتا رہوں۔ اور جب وہ اقرار کرلیں تو وہ اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کرلیں گے۔ البتہ ان پر جو حق ہوگا (وہ وصول کیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے اس کے بعد مشرکین سے جہاد کی فرضیت برقرار رہی اور قیامت تک کے لئے جہاد فرض ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس وقت سے لے کر جب تک میری امت دجال سے جنگ کرے گی جہاد جاری رہے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے قیامت کے لئے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔ میرا رزق نیزوں کے سائے میں ہے اور جو شخص میری مخالفت کرے گا اس کے لئے ذلت اور محکومی ہے اور جو شخص جس قوم کی مشابہت کرے گا اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا۔ سفیان بن عیینہ نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو چار تلواروں کے ساتھ مبعوث کیا۔ ایک تلوار وہ ہے جس کے ساتھ خود حضور ﷺ نے بت پرستوں کے ساتھ جہاد کیا۔

ایک تلوار وہ ہے جس کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے مرتدین کے ساتھ جہاد کیا۔ تیسری تلوار وہ ہے جس کے ساتھ حضرت عمر فاروق ؓ نے مجوس اور اہل کتاب کے ساتھ جہاد کیا۔ چوتھی تلوار وہ ہے جس کے ساتھ حضرت علی ؓ نے خارجیوں، معاہدہ توڑنے اور حق کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف جہاد کیا۔ (شرح صحیح مسلم، ج۵ از علامہ سعیدی)

ائمہ اربعہ کے نزدیک جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک فرض عین ہے اور دوسری فرض کفایہ۔

اسلام کی تبلیغ کے لئے کافروں کو اسلام کی دعوت دینا اور اگر وہ اسلام کو قبول نہ کریں تو پھر ان سے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور اگر کسی اسلامی شہر پر کافر حملہ کریں تو اس شہر کے مسلمانوں پر اپنے شہر کے دفاع کے لئے جہاد کرنا فرض عین ہے اور اگر شہر کے مسلمان شہر کا دفاع نہ کرسکیں تو اس کے قریب کے شہر والوں پر جہاد کرنا فرض عین ہے۔ (ایضاً)

شمس الائمہ سرخی حنفی فرماتے ہیں:

فریضۂ جہاد کی دو قسمیں ہیں فرض عین اور فرض کفایہ۔ جب کفار پر حملہ کرنے کا حکم عام ہو تو ہر شخص پر اپنی قوت اور طاقت کے اعتبار سے جہاد کرنا فرض عین ہے۔

دوسری قسم کفایہ ہے جس میں بعض مسلمانوں کے لئے جہاد کرنے سے باقی بعض مسلمانوں سے جہاد ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ جہاد کرنے سے مشرکین کی شان و شوکت ٹوٹ جاتی ہے اور دین کو غلبہ ہو جاتا ہے اور جہاد سے یہی مقصود ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ اگر جہاد کو ہر وقت ہر شخص پر فرض کر دیا جاتا تو اس سے حرج واقع ہوتا کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ مسلمان دین اور دنیا

کی اچھائیوں کو آزادی اور بے خوفی سے حاصل کر سکیں اور اگر ہر شخص جہاد میں مشغول ہو گیا تو دنیا کے دیگر اصلاحی اور تعمیری کام انجام کو نہیں پہنچ سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی جہاں کبھی بنفس نفیس تشریف لے جاتے اور کبھی دوسروں کو بھیجتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری خواہش یہ ہے کہ کوئی جنگی قافلہ یا لشکر روانہ نہ کیا جائے مگر میں بھی اس میں شریک ہوں لیکن میرے پاس سب کے لئے سواریاں نہیں اور میرے بغیر یہ خوش نہیں ہوں گے اور میری بڑی تمنا یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا رہوں یہاں تک کہ میں شہید ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید کیا جاؤں۔ (ایضا)

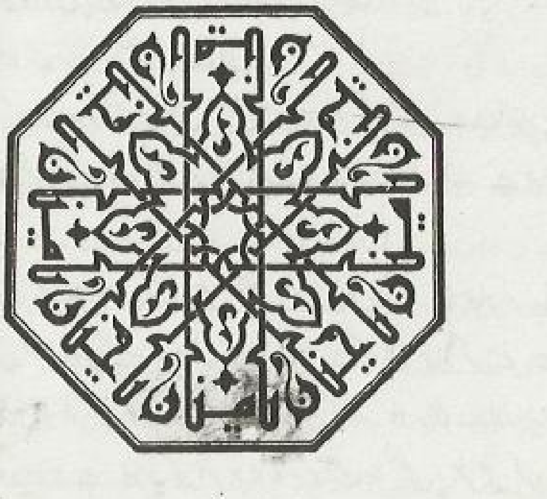

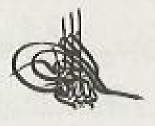

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا قَائِدُ الْمَسَاکِیْن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مساکین کے پیشوا

جس رسول معظم مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں آکر درخت سجدے کرتے تھے جس کے حکم سے پتھر کلمہ پڑھ سکتے تھے وہ رسول معظم پہاڑوں کو حکم دیتا تو وہ سونا چاندی بن جاتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام اختیارات کے ہوتے ہوئے فقر کو اختیار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کا پرچم جہاں افق عالم پر قیامت تک لہراتا رہے گا وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فقر و درویشی کے چرچے ہر خاص و عام کی زبان پر جاری رہیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر و درویشی کو اپنا کر ان فقیروں کے لئے مشعل راہ بنا دیا جنہوں نے فقر محمدی کو اپنی زندگی کا شعار بنا کر ہزاروں کج کلاہوں کو فقیر الی الحق بنا دیا۔ علامہ اقبال نے اسی چیز کو یوں واضح کیا:

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

ابن عساکر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتے

ہیں کہ ایک روز انصاری خاتون میرے گھر آئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر دیکھا اس پر ایک کھردری قبار کھی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر چپکے سے چلی گئے اور میری طرف ایک ایسا بستر بھیجا جس کے اندر صوف بھری ہوئی تھی۔ میں نے وہ بستر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بچھادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے آپ نے بستر دیکھ کر ارشاد فرمایا اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ عرض کی آقا یہ انصار کی فلاں عورت لائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس بستر کو واپس بھیج دو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہ فرماتے کہ مجھے حکم دیا گیا یہ بستر خاتون کو واپس بھیج دوں۔ جب میں نے بستر واپس بھیجنے میں ذرا تامل کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا رُدِّیْہ یَاعَائِشَۃُ فَوَاللّٰہِ لَوْ شِئْتَ لَاَجْرَی اللّٰہِ مَعِیَ الْجِبَالَ ذَھَبًا وَّفِضَّۃً۔ اے عائشہ! اس بستر کو واپس بھیج دو اللہ کی قسم اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ ان پہاڑوں کو سونے چاندی کے بنا کر سفر میں میرے ساتھ کر دیتا۔ (ضیاء النبی)

امام ترمذی نے شمائل میں یہ روایت درج کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل کئی کئی راتیں بغیر کھائے پیے گزار دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ کے لئے بھی کھانا نہ ہوتا اور ان کا کھانا جو کی روٹی ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر امت کے لئے قیامت تک مشعل راہ اور مکمل درس حیات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سونے وچاندی کے پہاڑوں کو قبول نہ کرنا یوں تھا

وَرَاوَدَتْہُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَھَبٍ
عَنْ نَفْسِہٖ فَاَرَاھَآ اَیَّمَا شَمَمٖ

بلند و بالا پہاڑوں نے سونے کا بن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بلند حوصلہ اور استغنا سے انہیں ذلیل سمجھا۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے براہ راست مستفیض ہونے والے بھی فقر محمدی کے آئینہ دار تھے یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی مشکل وقت پیش آیا محمدی دارالعلوم کے علم و عرفان کو پانے والوں نے انمٹ نقوش چھوڑے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جو مثال قربانی کی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیش کی اس جیسی مثال پیش کرنا قاصر ہے۔ سبحان اللہ! کتنے خوش نصیب تھے صدیق اکبر جنہیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِكَ یَا اَبَابَکْرٍ اے ابو بکر گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ تو اس پروانۂ مصطفوی نے جھوم کر کہا اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے فیض پاکر فقر محمدی کے آئینہ دار بننے والے چند نہیں تھے بلکہ ہزاروں تھے اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان کی غلامی پر ناز تھا اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے لئے اپنی رضا و خوشنودی کا اعلان کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں دنیا سے اٹھا اور قیامت کے دن مسکینوں کے زمرہ میں اٹھانا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی حضور! آپ ایسی دعا کیوں فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فقیر امیروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ اے عائشہ! کسی مسکین کا سوال رد نہ کرو اور کچھ نہیں تو نہیں آدھی کھجور ہی دے دیا کرو۔ اے عائشہ! مسکینوں سے محبت رکھنا اور اپنے نزدیک رکھنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں اپنے نزدیک رکھے گا۔ (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ مبارک ساری انسانیت کے لئے ایک مکمل نمونہ

ہے مگر افسوس! کہ آج کے دور میں صرف اسوۂ محمدی صرف درس دینے
کے لئے رہ گیا اس پر عمل پیرا ہونا چھوٹ گیا جس کی وجہ سے ہم ساری دنیا
میں ذلت کے دن دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے علماء و خطباء، مشائخ سے الاماشاءاللہ
اگر یہ تضاد و تصادم ختم ہو جائے تو کیوں نہ دین کے اندر بہار آجائے اور
لوگ ہمارے قریب ہو جائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا ﷺ اَلْكَرَامَةُ

بڑے بزرگ

فی زمانہ بد عقیدہ لوگوں کی کمی نہیں۔ فقر و درویشی کے لبادہ میں گستاخان رسول ﷺ وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ عام انسان کے بس میں نہیں کہ وہ ان لوگوں کو جانچ سکے اور نہ یہ لوگ اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں مگر سچ اور جھوٹ کی آپس میں کبھی دوستی نہیں ہوئی ان میں فرق ہے۔

اسی لئے آقا ﷺ نے فرمایا

اِنَّ الصِّدْقَ یَهْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَصْدُقُ حَتّٰی یَكُوْنَ صِدِّیْقًا وَاِنَّ الْكِذْبَ یَهْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَهْدِیْ اِلَی النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَكْذِبُ حَتّٰی یُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا۔ (بخاری)

بے شک سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت کا راہ دکھاتی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ صدیق ہو جاتا ہے اور جھوٹ نافرمانی کی راہ دکھاتا ہے اور نافرمانی دوزخ کی راہ دکھاتی ہے آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ

کہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھا جاتا ہے۔

جو لوگ دین کے اندر منافقت کا لبادہ اوڑھ کر میٹھی میٹھی باتیں سنا کر سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں دراصل یہ سلجھے ہوئے گستاخ رسول ہیں۔ ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مطہرہ کو ایک عام انسان کے برابر قرار دیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ نبی میں اور ہم میں اتنا ہی فرق ہے کہ اس پر وحی آتی تھی ہم پر نہیں آتی۔

قارئین محترم! ایسا باطل عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شایان شان بالکل منافی ہے بلکہ رسول اس شان و عظمت اور بزرگی کا مالک ہوتا ہے کہ اس جیسا دنیا میں کوئی نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہر لحاظ سے عام مسلمانوں سے بلند اور بلند تر ہے۔

حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بشریت سے مصطفویت کئی درجے بلند ہے جس کے بعد پھر الوہیت ہی کا درجہ ہے۔ جہاں عبدیت کے سارے درجے ختم ہو جاتے ہیں۔

بشر سے مومن بلند ہے
مومن سے صالح بلند ہے
صالح سے شہید بلند ہے
شہید سے متقی بلند ہے
متقی سے مجتہد بلند ہے
مجتہد سے اوتاد بلند ہے
اوتاد سے ابدال بلند ہے

ابدال سے قطب بلند ہے
قطب سے قطب الاقطاب بلند ہے
قطب الاقطاب سے غوث بلند ہے
غوث سے غوث الاعظم بلند ہے
غوث الاعظم سے تبع تابعی بلند ہے
تبع تابعی سے تابعی بلند ہے
تابعی سے صحابی بلند ہے
صحابی سے انصاری بلند ہے
انصاری سے مہاجر صحابی بلند ہے
مہاجر سے صدیق بلند ہے
صدیق سے نبی بلند ہے
نبی سے رسول بلند ہے
رسول سے خلیل بلند ہے
خلیل سے حبیب بلند ہے

اور

حبیب سے بلند مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ایک عام انسان اتنے درجوں کو چھوڑ کر اتنا اوپر جا کر کیوں کہتا ہے کہ نبی میری طرح کا ایک بشر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگ و کرامت کا کیا کہنا۔ آپ جیسا کوئی بزرگی والا ہو سکتا ہے؟ صحابہ کا بڑا پختہ اعتقاد تھا اس بات پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بلند و بالا درجہ پر فائز ہیں یہ درجہ کسی اور کو نہیں مل سکتا۔ اس لئے ان لوگوں کا ایمان پختہ اور راسخ تھا اور یہ بھی اعتقاد تھا کہ بارگاہ رسالت سے جو مانگو مل

جائے گا۔ ان لوگوں نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملجا و ماویٰ جانا تھا۔

امام بوصیری نے یوں اس بات کی وضاحت کی

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِىْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے بہترین کریم عالم آپ کے سوا میرے لئے کوئی جگہ نہیں جہاں پناہ لوں مصیبتوں کے عام نزول کے وقت۔

ملاحظہ فرمایئے صحابی رسول کے اعتقاد کی مضبوطی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آیا اس حال میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس نے کہا

قُحِطَ الْمَطَرُ فَاسْتَسْقِ رَبَّكَ

آقا! بارش رک گئی آپ اپنے رب سے بارش طلب فرمائیں

فَنَظَرَ اِلَى السَّمَآءِ وَمَا نَرٰى مِنْ سَحَابٍ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی ہمیں آسمان پر ذرہ بھر بادل نظر نہ آئے

فَاسْتَسْقٰى فَنَشَأَ السَّحَابُ اِلٰى بَعْضُهٗ اِلٰى بَعْضٍ الخ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارش طلب کی تو بادل پیدا ہوا کہ بادل ایک دوسرے کی طرف جانے لگے

پھر بارش ہونے لگی حتی کہ مدینہ منورہ کی نالیاں بہنے لگیں اور بدستور آئندہ جمعہ تک بارش برستی رہی اور نہ رکی۔ پھر وہی شخص یا اس کے علاوہ کوئی اور شخص آیا اس حال میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ اس نے کہا:

غَرِقْنَا فَادْعُ رَبَّكَ يَحْبِسُهَا عَنَّا فَضَحِكَ

ہم ڈوبنے لگے ہیں آپ اپنے پروردگار سے دعا فرمائیں کہ ہم سے بارش روک لے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے۔ پھر فرمایا

اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا

اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش ہو ہم پر بارش نہ ہو۔ یہ الفاظ آپ نے دو یا تین مرتبہ دہرائے

تو بادل مدینہ منورہ سے دائیں بائیں چھٹنے لگا۔ ہمارے اردگرد برستا رہا مدینہ منورہ میں نہ برسا۔

يُرِيْهِمُ اللّٰهُ كَرَامَةَ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِجَابَةَ دَعْوَتِهٖ

اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنے نبی کی کرامت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی قبولیت دکھاتا تھا۔ (بخاری۔ جلد دوم، ص ۹۰۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَيِّدُنَا وَ مَوْلَانَا کَرِیْمٌ ﷺ

کرم فرمانے والے

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا عکس جمیل تھے۔

آپ ﷺ کو ذات کبریا جل شانہٗ نے کرم کا پیکر بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کی اس صفت کا ذکر ان الفاظ میں کیا اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۔ بے شک یہ (قرآن) رسول کریم کا قول ہے۔

یہی وجہ ہے جب بھی آپ ﷺ اپنی عنایات جلیلہ کے دروازے کھولتے تو کرم کے دریا بہا دیتے کسی اور کا محتاج نہ رہنے دیتے۔ ملاحظہ فرمایئے عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبہ کا ایمان افروز واقعہ کہ آقا ﷺ نے ان پر کیسے کرم فرمایا۔ کہتے ہیں آپ ﷺ کے ہجرت فرمانے سے پہلے ایک دن آپ سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ نے مجھے اسلام لانے کی دعوت دی۔ میں نے کہا اے محمد! آپ کیسی عجیب و غریب باتیں کرتے ہیں؟ آپ مجھ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ میں آپ کا پیروکار بن جاؤں گا حالانکہ آپ نے اپنی قوم کے

دین کو ترک کر دیا ہے اور ایک نئے دین کا اعلان کیا ہے۔ عثمان بن طلحہ نے کہا کہ وہ کعبہ کا متولی تھا اور سوموار اور جمعرات کے روز کعبہ کا دروازہ کھولا کرتے تھے۔ ایک دن کعبہ کا دروازہ کھولا تو حضور ﷺ دوسرے لوگوں کے ساتھ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ میں نے آپ کے ساتھ بڑی بد خلقی کا مظاہرہ کیا لیکن آپ نے کسی جوابی کارروائی کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ بڑی حلم و بردباری سے میری بداخلاقی کو برداشت کیا اور فرمایا اے عثمان! لَعَلَّكَ سَتَرٰی هٰذَا الْمِفْتَاحُ يَوْمًا بِيَدِیْ اَضَعُهٗ حَيْثُ شِئْتُ۔ یاد رکھو! وہ دن آنے والا ہے جب تو دیکھ لے گا یہ کعبہ کی کنجی میرے ہاتھ میں ہو گی اور جس کو چاہوں گا دے دوں گا۔

عثمان کہتے ہیں میں آپ کے یہ الفاظ سن کر بوکھلا گیا اور میں نے کہا یہ کام تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب قریش کی عزت و آبرو خاک میں مل چکی ہو گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان! جس دن چابی میرے ہاتھ میں ہو گی اس روز قریش ذلیل و خوار نہیں بلکہ ان کی عزت و شان و شوکت کا سورج دوپہر کے سورج کی طرح چمک رہا ہو گا۔

عثمان کہتے ہیں میں نے آپ ﷺ کا یہ ارشاد سن کر یقین کر لیا کیونکہ ان کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ کن کی کنجی ہے۔ میں نے سوچا کہ میں مسلمان ہو جاؤں لیکن میری قوم کو میرے اس ارادہ سے بڑی مایوسی ہوئی بلکہ مجھے سختی سے جھڑکا بہر حال میں نے ایمان لانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

جب آقا ﷺ مکہ کے فاتح بن کر آئے تو آپ نے مجھے فرمایا لاؤ کعبہ کی چابی مجھے دو۔ میری کیا مجال تھی میں حکم نبوی کے آگے چون و چرا کرتا۔ میں فوراً گھر گیا تو چابی لا کر آپ کے ہاتھ پر رکھ دی۔ حضور ﷺ

نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے عثمان! اس وقت کو یاد کرو جب میں نے تمہیں کہا تھا ایک روز یہ کعبہ کی چابی میرے ہاتھ میں ہو گی جس کو چاہوں گا عطا کر دوں گا۔ میں نے عرض کی آقا آپ بالکل سچ فرما رہے ہیں ایسے ہی کہا تھا۔ آقا! میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ جب میں نے اسلام قبول کر لیا تو مجھے کیا خبر کہ یہ کرم اب ہمیشہ کے لئے مجھ پر ہونے والا ہے تو آپ نے فرمایا اے عثمان ہاتھ بڑھاؤ۔ میں نے ہاتھ آگے کیا تو فرمایا

خُذُوْهَا خَالِدَةً تَالِدَةً لَا يَنْزِعُهَا مِنْكُمْ اِلَّا ظَالِمٌ

چابی پکڑ لو اور اب میں تم کو ہمیشہ کے لئے دے رہا ہوں جو تم سے یہ چابی چھینے گا وہ ظالم ہو گا۔

اللہ اللہ! چودہ سو صدیاں گزر گئیں جب چابی آقا نے عثمان بن طلحہ کو دی وہ آج بھی عثمان بن طلحہ ؓ کی اولاد کے ہاتھ میں ہے۔ (ضیاء النبی)

آقا ﷺ کے اس وصف باکمال سے ہزاروں نہیں لاکھوں کروڑوں انسان ہیں جو آپ کے کرم کی خیرات پر پل رہے ہیں۔

تاریخ ابن کثیر میں ہے حضرت عکرمہ ؓ قبول اسلام سے قبل سمندر کے راستے کشتی پر سوار ہوئے انہیں طوفان نے گھیر لیا۔ کشتی والوں نے کہا اللہ سے مخلص ہو کر دعا مانگو کیونکہ اس جگہ تمہارے جھوٹے خدا کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ عکرمہ نے کہا خدا کی قسم اگر سمندر میں سوائے اخلاص کے نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی سوائے اخلاص کے چارہ نہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں اے اللہ اگر تو نے مجھے اس مصیبت سے بچا لیا جس میں میں اس وقت پھنسا ہوا ہوں تو پھر تیرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں جا کر اپنے ہاتھ ان کے مبارک ہاتھوں میں دوں گا اور دامن اسلام میں آ جاؤں گا۔ اور

ان کو ضرور معافی دینے والا کریم پاؤں گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عکرمہ کو طوفان سے نجات دی اور وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ امام زہری فرماتے ہیں جب عکرمہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے حضور ﷺ فرط محبت سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور اپنی چادر اتار کر ان پر ڈال دی اور فرمایا مَرْحَبًا بِمَنْ جَآءَ مُؤْمِنًا مُّهَاجِرًا، میں اس شخص کو مرحبا کہتا ہوں جو ایمان لایا اور ہجرت کر کے میرے پاس آیا۔ پھر آقا کا دریائے رحمت جوش میں آیا فرمایا اے عکرمہ مانگو جو مانگنا ہے میں تم کو عطا کروں۔ عرض کی آقا مجھے میری ساری خطائیں معاف فرمادیں۔ آقا نے دست دعا اٹھائے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ عکرمہ کی ساری خطائیں معاف فرما۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا **کَاشِفُ الْوَجْهِ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چہرۂ انور کا دیدار کرانے والے

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے دلوں میں آپ کی محبت کا سمندر ہوتا تھا جو ہر وقت اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ ٹھاٹھیں مارتا رہتا تھا۔

احادیث مقدسہ میں کئی ایسے واقعات ملتے ہیں جو اس چیز پر دال ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَبَابَكْرٍ كَانَ یُصَلِّیْ لَهُمْ فِیْ وَجْعِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ حَتّٰی اِذَا كَانَ یَوْمُ الْاِثْنَیْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِی الصَّلٰوةِ كَشَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ فَنَظَرَ اِلَیْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَاَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا قَالَ فَبُهِتْنَا وَنَحْنُ فِی الصَّلٰوةِ مِنْ فَرَحٍ بِخُرُوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَكَصَ اَبُوْبَكْرٍ عَلٰی عَقِبَیْهِ لِیَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ لِلصَّلٰوةِ فَاَشَارَ اِلَیْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِهٖ اَنْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ قَالَ ثُمَّ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ فَاَرْخَی السِّتْرَ. (رواہ مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جماعت کراتے تھے حتی کہ پیر کے دن جب تمام صحابہ کرام صف در صف نماز میں تھے تو اچانک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور پھر کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھنا شروع کیا۔ اس وقت آپ کا رخ انور قرآن کی طرح لگ رہا تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری اور زیارت سے نماز کی حالت میں ہم خوشی سے دیوانے ہو گئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس گمان سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے تشریف لا رہے ہیں پیچھے ہٹ گئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ تم اپنی نماز پوری کرو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ آگے کر دیا اور اندر داخل ہو گئے۔

دیکھنے کی بات ہے کہ دوران نماز صحابہ کرام بے خود کیوں ہو گئے تھے؟ کیا انہیں خبر نہ تھی کہ اس طرح کے عمل سے نماز ٹوٹ جائے گی؟

قارئین! یہ نماز صحابہ کی نماز تھی کوئی معمولی لوگ نہ تھے بلکہ ان لوگوں کو اللہ کی رضا خوشنودی کا سرٹیفکیٹ مل چکا ہے۔ دراصل یہ لوگ باوفا اور دیانتدار عشق رسول میں غرق تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ذات مصطفیٰ پر اپنا سب کچھ ہر وقت قربان کرنے کے لئے تیار رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بھی ان پاکباز لوگوں کو آزمایا تو یہ ہر آزمائش میں پورے اترے۔ اس روز بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزمایا کہ ان کے دل میں میری محبت کتنی اور کس قدر ہے تو یہ لوگ ایسے پورے اترے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی رضا و خوشنودی کی سند دے دی۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا انسان کو معراج اس وقت نصیب ہوتی ہے جب حضور ﷺ اپنی غلامی میں قبول فرمالیں۔ اس بات کی وضاحت یہ حدیث پاک بھی کرتی ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ بنو عمرو بن عوف کے ہاں صلح کرانے تشریف لے گئے جب نماز کا وقت آیا تو موذن حضرت ابو بکر ؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ جماعت کرائیں تو میں تکبیر کہتا ہوں۔ حضرت سہل کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے جماعت شروع کرا دی فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِى الصَّلٰوةِ اسی اثناء میں حضور ﷺ تشریف لے آئے فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِى الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِى الصَّلٰوةِ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا اَمَرَهٗ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَاخَرَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى اسْتَوٰى فِى الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ يَا اَبَابَكْرٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَا كَانَ لِاَبِىْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّىْ بَيْنَ يَدَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ مسلم)

تو پہلی صف میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابو بکر انتہائی استغراق سے نماز پڑھا رہے تھے تو انہیں آپ کی آمد کا پتا نہ چل سکا اور وہ بدستور نماز پڑھاتے رہے۔ صحابہ کرام نے جب دیکھا کہ حضرت ابو بکر کو آپ کی آمد کا

پتا نہیں چلا تو انہوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیے۔ جب بکثرت ہاتھ مارنے کی آواز سنائی دی تو صدیق اکبر متوجہ ہوئے اور حضور ﷺ کو نماز میں دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ اسی طرح نماز پڑھاتے رہیں۔ حضرت ابو بکر نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور حضور ﷺ کے حکم پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر حضرت ابو بکر مصلی سے پیچھے ہٹ کر پہلی صف میں مل گئے اور نبی ﷺ نے مصلے پر آکر بقیہ نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابو بکر سے پوچھا اے ابو بکر! میرے حکم دینے کے بعد تمہیں کس چیز نے جماعت کرانے سے روکا۔ عرض کی یا رسول اللہ! ابن ابی قحافہ کے بیٹے کی جرأت ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے جماعت کرائے۔

قارئین محترم! صحابہ کرام کا عقیدہ کہ نماز میں حضور کا خیال آجائے یا وہ خود ہی آجائیں تو نماز ٹوٹتی نہیں بلکہ نماز اپنے کمال کو پہنچتی ہے مگر آج کے ملاں کہتے ہیں نماز میں حضور کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ دیکھیے صحابہ دیدار مصطفیٰ ﷺ کی خوشی میں نماز سے بے پرواہ ہو گئے اور حضور نے پھر بھی نہ فرمایا کہ نماز کا اعادہ کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَمَوْلَانَا اَللَّطِیْفُ ﷺ

بڑے مہربان

اگر انسان غور کرے تو اس کی ساری زندگی مسلسل جہد کا نام ہے اور جد و جہد وہی کار آمد اور فائدہ مند ہے جو انسان کو منزل عرفان نصیب فرمادے۔ انسان اگر اس چیز پر غور کرے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انسانی زندگی میں نکھار اسی صورت میں آتا ہے جب اس کے اوصاف اور خوبیاں اعلیٰ ہوں۔ اگر یہ اوصاف حسنہ سے خالی ہوگا تو پھر انسان اور حیوان میں تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ فرمایا یہ گیا ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ ۔ اللہ کے اخلاق اپناؤ۔

اللہ تعالیٰ کی ان تمام صفات کے مظہر اتم حضور ﷺ ہیں جن کے اخلاق و عادات کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لئے درس عمل قرار دیا ہے۔

علامہ اقبال نے اسی چیز کو یوں واضح کیا:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان

غفاری و قہاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ جوہر لطیف عطا کیا ہے جس نے ساری کائنات کو مسخر کر لیا ہے۔ انسان کی گرفت کہاں نہیں۔ ہزاروں فٹ بلندی میں پرواز کرنے والا جہاز تیار بھی کیا اور فضا میں محو پرواز ہو کر مسخر بھی کیا۔ اتنی تیز رفتار گاڑی تیار کی کہ دنوں کا سفر گھنٹوں میں اور گھنٹوں کا منٹوں میں طے کرتا ہے یہ اس جوہر لطیف کا کمال ہے جو انسان میں ودیعت کیا گیا تو اسے اشرف المخلوقات قرار دیا۔ الغرض بے شمار ایجادات ہیں جنہیں اس اشرف المخلوقات نے وجود بخشا۔

جو انسان کمالات کی بلندیوں کو چھو لے کیا وہ کچھ نہیں بن سکتا؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کچھ بننے کے لئے یہ تو دنیا میں بھیجا ہے اگر یہ کچھ نہیں بنتا تو بنانے والے کا کوئی قصور نہیں بننے والے کا قصور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد ہی یہ بتایا کہ انسان اپنے اخلاقیات پر مصطفوی رنگ چڑھا لے، اس کی سیرت میں تضاد نہ ہو بلکہ سیرت و کردار کے لحاظ سے مصطفوی ہو۔ لطف و مہربانی کا پیکر رسول جس کی سیرت بھی لطیف جس کی صورت بھی لطیف۔ جس کا کردار بھی لطیف جس کی گفتار بھی لطیف۔

اگر جسمانی طور پر انسان جوہر لطیف کو کام میں لا کر محو پرواز ہو سکتا ہے تو روحانی طور پر بھی اس جوہر لطیف کو کام میں لا کر اپنی روح کو پر لطف بنا سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے قول و عمل میں مصطفوی کردار پیدا کرے۔ ظلم کرنے والوں کو معاف کرے، احترام آدمیت کی

پہچان کرے، اخلاق عالیہ کا آئینہ دار بنے، ہر کسی کو اپنے اخلاق حسنہ سے متاثر کرنے والا بنے۔ دیکھئے ذرا رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کتنی پاکیزہ، کتنی صاف و شفاف کہ اندھیرے اور اجالے میں یکساں طور پر ساری کائنات کو اپنے انوار سے مستفیض فرما رہے ہیں۔

سبحان اللہ! حضور اطیب اطہر ﷺ گلی میں سے گزر رہے ہیں ایک بوڑھی نابینا عورت ٹھوکر کھا کر گر پڑتی ہے دوسرے لوگ دیکھ کر ہنستے ہیں مگر کملی والے آقا ﷺ ہنسے نہیں آنکھوں سے اشک بہہ نکلے رہ نہ سکے کیونکہ آپ اخلاق الٰہیہ کے سب سے بڑے آئینہ دار تھے اس لئے آنکھوں سے آنسو آگئے۔ آگے بڑھ کر بوڑھی عورت کو اٹھایا اپنے ساتھ لے جا کر اس کے گھر پہنچایا اور اس کے بعد آپ روزانہ اس کے گھر جاتے کام کاج کرتے۔

آج کے دور میں معاشرتی طور پر متضاد کردار نے مساوات و ہمدردی کا جنازہ نکال دیا ہے۔ اگر آج ایک جگہ کوئی ظلم کرتا ہے تو لوگ ظالم کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ مظلوم کی فریاد رسی کی بجائے ظالم کو داد دیتے ہیں۔ کیا ایسے معاشرے کو ایک اسلامی معاشرہ کہا جا سکتا ہے؟

ابو سفیان کا غلام تکلیف سے کراہتا ہے تو اس کی تیمارداری کے لئے سوائے آمنہ کے لعل کے کوئی اور نہیں جاتا۔ آپ ﷺ رات بھر اس کی تیمارداری کرتے ہیں وہ چیختا ہے چلاتا ہے تو حضور ﷺ اسے تسلی دیتے ہیں اور سہارا دیتے ہوئے فرماتے ہیں مت گھبراؤ میں جو تمہارے پاس ہوں۔

آج کے مسلمان کو اتنا وقت ہی نہیں ملتا کہ ان چیزوں میں تدبر و غور و فکر کر سکے۔ اسے اس کی مصروفیات نے اتنی فرصت ہی نہیں دی کہ کسی کے دل کے زخموں پر مرہم پٹی کر سکے۔ افراط و تفریط کے بحر عمیق میں اس قدر

گھر چکا ہے کہ دین متین کا نام لیتے بھی شرماتا ہے۔ آج کے مسلمان نے اس دیس میں دین اسلام کو پردیسی بنا دیا ہے۔ اسلام ایسا مذہب ہے جو اچھے معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے۔ اس کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم اپنے ظاہر و باطن کے تضاد کو ختم کر کے سچی محبت کا رنگ چڑھا لیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا لَیِّنُ الْجَانِبِ ﷺ

نرم خو

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ (آل عمران)

پس اللہ کی رحمت سے آپ نرم ہوگئے اور اگر آپ ان کے لئے تند مزاج سخت دل ہوتے تو آپ کے پاس نہ آتے منتشر ہو جاتے۔

ذات مطہرہ ﷺ پر دن رات رحمت الٰہیہ کی جلوہ نمائی ہوتی تھی اسی لئے تو آپ ﷺ لطف و کرم کے پیکر بن گئے۔ لاکھوں سلام ہوں اس حسنت جمیع خصالہ کے پیکر کی اعلیٰ خصلتوں پر کہ

خوشبو ہے دوعالم میں تیری اے گل چیدہ
کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصافِ حمیدہ

ان کی اعلیٰ خصلتوں کو ہی انسانیت کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ بنایا جس کی ذات کو رحمۃ للعالمین بنایا، جن کے اخلاق کو اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِيْمٍ کہا، جن کی حیات طیبہ کو اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ بنایا۔

اتنی عظمتوں والا رسول تند خو ہو سکتا ہے؟ سخت دل ہو سکتا ہے؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہدایت تو امت کے ان رہنماؤں کو دی جا رہی ہے کہ اے رہنمایان قوم و ملت تمہارے سامنے مصطفوی کردار بھی ہے اگر تم مصطفوی کردار کو ہدایت کا نور سمجھو گے تو تم پر اللہ کی رحمت برسے گی۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت مقدسہ ایک کھلی ہوئی کتاب ہے۔ کفار کے مقابلے میں حضور ﷺ میدان میں نکل آتے تو کوئی آپ کے قریب نہ جاتا لیکن حضور ﷺ نے کسی سے کوئی بدلہ نہ لیا بلکہ آپ ﷺ نے گالیاں دینے والوں کو دعائیں دیں۔ یہی وجہ ہے جو لوگ آپ ﷺ کی بارگاہ سے فیض پانے والے تھے انہوں نے آپ ﷺ کی ان خصلتوں کو اپنایا تو وہ بھی اعلیٰ صفات کے مالک بن گئے ان غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ قرآن اس طرح کرتا ہے

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اور جو لوگ آپ کی معیت پانے والے ہیں۔

ان کی شان یہ ہے کہ

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کفار پر بہت سخت ہیں۔

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ آپس میں بڑے رحیم ہیں۔

ان کے ظاہر و باطن میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ یہ لوگ دار العلوم محمدی سے براہ راست فیضیاب ہوئے ہیں ان کی جلوتیں اور خلوتیں ایک ہی ہیں۔ ان کی عبادات میں خلوص ہوتا ہے۔

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا انہیں رکوع و سجود کرتے دیکھو۔

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وہ اللہ کے فضل اور خوشنودی

کے متلاشی ہوتے ہیں۔

سِیمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ان کے چہرے کثرتِ سجود کے اثرات سے چمکتے ہیں۔

اس لئے کہ ان کے سینوں میں اللہ کا نور ہویدا ہوتا ہے جس کے انوار جب ظاہر ہوتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ یہ بارگاہ مصطفوی میں زانوئے تلمذ تہہ کرنے والے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے صحابی رسول ﷺ کا ایمان افروز عقیدہ کہ

حضور ﷺ غزوۂ بدر میں صف آرائی فرما رہے ہیں اور آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک چھڑی ہے جس سے آپ کسی سے فرما رہے ہیں آگے ہو جاؤ، کسی سے فرما رہے ہیں پیچھے ہو جاؤ۔ حضرت سواد رضی اللہ عنہ جو صف سے آگے نکلے ہوئے ہیں رسول اکرم ﷺ نے اسی لکڑی سے حضرت سواد کے پیٹ کو ٹھوکا دیا اور فرمایا اے سواد سیدھے ہو جاؤ۔ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے عرض کی آقا! آپ نے مجھ پر ضرب لگائی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق وانصاف دے کر بھیجا ہے آپ مجھے قصاص دیں۔ یہ سن کر محبوب کبریا نے اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا اور فرمایا اپنا قصاص لے لو۔ اس پر حضرت سواد رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے شکم مبارک سے لپٹ گئے اور بوسہ دیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا اے سواد تو نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت سواد نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے سامنے موت نظر آ رہی ہے میں نے چاہا کہ ان آخری لمحات میں آپ کے بدنِ اقدس کو چوم کر جاؤں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔

یہ مصطفوی کردار کی پاکیزگی کا نتیجہ تھا کہ جو قریش مکہ اذیتیں دینے میں کوئی کمی نہ چھوڑتے تھے آپ نے جب معافی کا اعلان فرمایا تو وہ اگلے

نادان ہو گئے۔ کبھی اپنے کردار کو دیکھتے کبھی مصطفوی کردار کو دیکھتے بالآخر ندامت کے مارے کچھ نہ کہہ سکے تو پرچم اسلام تلے آ گئے۔

سیاسی لیڈر ہو یا مذہبی لیڈر آپ ﷺ کا کردار سب کے لئے کامل نمونہ ہے۔ اگر ہمارے مذہبی و سیاسی لیڈر اپنے کردار پر صحیح معنوں میں مصطفوی رنگ چڑھا لیں تو اسلامی معاشرہ صحیح معنوں میں اسلامی معاشرہ کہلانے کا حقدار ہو جائے۔ اگر ہمارے مذہبی پیشوا تند خو، سخت مزاج ہوں تو پھر کوئی بھی ان کے قریب نہیں پھٹکتا۔

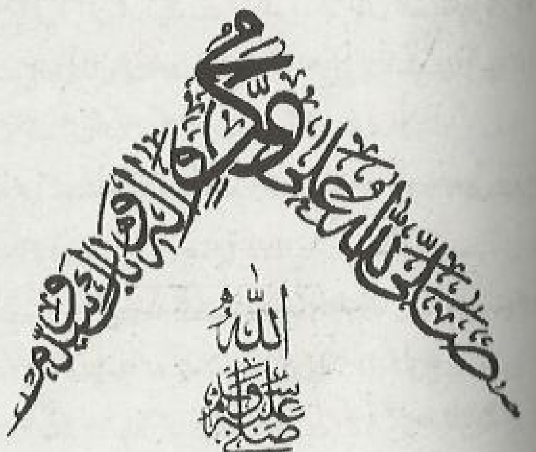

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا **اَللَّاحِقُ بِاللّٰہِ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ سے ملنے والے

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روئے زمین پر اللہ کا پیغام پہنچایا اور مقصد بعثت کو کھول کر بیان فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکمیل شریعت اور تزکیہ نفوس کا کام اس احسن طریقے سے کیا بلکہ درجہ کمال تک پہنچایا پھر وہ وقت بھی آیا جسے تاریخ میں حجۃ الوداع اور حجۃ التمام کہا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری خطبہ میں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔

سورۂ فتح کا نزول خاص خاص صحابہ کرام کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کی اطلاع دے چکا تھا جیسا کہ آپ عموماً ماہ رمضان میں آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے مگر سنہ ۱۰ ہجری میں آپ ۲۰ روز اعتکاف

بیٹھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ بلیغ میں ارشاد فرمایا:

اے لوگو! تمہاری جانیں تمہارے اموال تم پر عزت و حرمت والے ہیں یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔ یہ اس طرح ہے کہ جس طرح یہ مہینہ حرمت والا ہے اور جس طرح یہ تمہارا شہر حرمت والا ہے۔

وَاِنَّکُمْ سَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ فَیَسْئَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ وَقَدْ بَلَّغْتُ وَمَنْ کَانَتْ عِنْدَہٗ اَمَانَۃٌ فَلْیُؤَدِّھَا لِمَنِ ائْتَمَنَہٗ عَلَیْھَا وَاِنَّ کُلَّ رِبًا مَوْضُوْعٌ وَلٰکِنْ لَکُمْ رُؤُسُ اَمْوَالِکُمْ وَلَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۔ اور یقیناً تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے وہ تمہیں تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا اور آگاہ ہو جاؤ میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور جس کے پاس کسی نے امانت رکھی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس امانت کو اس کے مالک تک پہنچا دے۔ سارا سود معاف ہے تمہارے لئے اصل زر ہے تم کسی پر ظلم کرو نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔

عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو میں تمہیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے ماتحت ہیں وہ اپنے بارے میں کسی اختیار کی مالک نہیں اور یہ تمہارے پاس اللہ کی امانت ہیں۔ اور اللہ کے نام کے ساتھ تم پر حلال ہوئی ہیں۔ تمہارے ان کے ذمہ حقوق ہیں اور ان کے تم پر بھی حقوق ہیں۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر کی حرمت کو برقرار رکھیں اور ان پر لازم ہے کہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں۔ اور اگر ان سے کوئی بے حیائی کی حرکت سرزد ہو پھر اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان کو اپنی خوابگاہوں سے دور کر دو اور انہیں تم بطور سزا مار سکتے ہو لیکن

جو ضرب شدید نہ ہو۔ اور اگر وہ باز آجائیں تو پھر تم پر لازم ہے کہ تم ان کے خورد ونوش اور لباس کا عمدگی سے انتظام کرو۔

اے لوگو! میری بات غور سے سنو! میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچادیا ہے۔ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ اَبَدًا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ. أَمْرَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ اور تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب (قرآن) اور اس کے نبی (ﷺ) کی سنت۔

اَيُّهَا النَّاسُ ! اِسْمَعُوْا قَوْلِيْ وَاعْقِلُوْهُ تَعْلَمُنَّ اَنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ اَخٌ لِمُسْلِمٍ وَاَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ اِخْوَةٌ ۔ اے لوگو! میری بات غور سے سنو اور اس کو سمجھو تمہیں یہ چیز معلوم ہونی چاہئے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

پھر فرمایا تین باتوں کو لازم پکڑو

اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ ﷻ کسی عمل صالح کو صرف اللہ کی رضا کے لئے کرنا

مُنَاصَحَةُ اُولِي الْاَمْرِ حاکم وقت کو ازراہ خیر خواہی نصیحت کرنا

لُزُوْمُ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہنا

طویل خطاب کے بعد آپ ﷺ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَاَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّيْ وَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اَنَّكَ بَلَّغْتَ وَاَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ ۔ (اے لوگو!) تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا، تم کیا جواب دو گے۔ لوگوں نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچادیا، اس کو ادا کر دیا اور خلوص کی حد کر دی۔ (ضیاء النبی، بحوالہ سبل الهدیٰ)

حضور ﷺ نے اس واضح اور فصیح وبلیغ خطاب کے بعد اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی پھر فرمایا اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا، اے اللہ تو بھی گواہ رہنا، اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔

حضور سید المرسلین ﷺ کا یہ خطبہ جو فصاحت وبلاغت کے بحر عمیق کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے قیامت تک آنے والی نسل انسانیت کے لئے رشد وہدایت کا ایک عظیم چارٹر ہے۔ قرآن حکیم کی آیت مقدسہ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کی زندہ جاوید تفسیر ہے۔ کہ اگر کسی کے پاس قرآن کی مثل کوئی سورت نہیں تو صاحب قرآن جیسی بھی کوئی مثل نہیں جس طرح قرآن بے مثل وبے مثال ہے اسی طرح صاحب قرآن بھی بے مثل وبے مثال ہے۔ اور جو زبان رسالت ﷺ سے نکلنے والے کلمات ہیں وہ بھی بے عیب ولاریب ہیں۔

آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع جو دیا ہے اگر آج بنی آدم اس پر عمل کرنا شروع کر دیں تو امت مسلمہ بہت بڑے زوال سے نکل کر عروج کی شاہراہ پر رواں دواں ہو سکتی ہے لیکن آج کے مسلمان نے محمد مصطفیٰ ﷺ کے عطا کردہ نظام حیات محمدی اور نیو ورلڈ آرڈر کو ترجیح دینے کی بجائے اسلام دشمن طاقتوں کے دیئے ہوئے امریکی نیو ورلڈ آرڈر کو اپنے ماتھے کا جھومر سمجھا اور اسی کو کافی سمجھا تو مسلمان نے اپنا وقار کھو دیا ہے اور عزت کی بجائے پستی تنزلی کی گہری کھائی میں گر پڑا۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان عشاق اسلام کے مزارات پر چلے گئے جنہوں نے ہر کڑے وقت میں اسلام اور بانی اسلام ﷺ پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ابدی حیات سے سرفراز فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان شہداء کے مزارات کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:

اَنْتُمُ السَّابِقُوْنَ وَنَحْنُ بِکُمْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لَاحِقُوْنَ۔ تم ہم سے آگے جانے والے ہو اور ہم جلدی تم سے ملنے والے ہیں۔

واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر صحابہ کرام کو ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

عَنْ عُقْبَۃَ ابْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اَھْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَہٗ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فُرَطٌ لَّکُمْ وَاَنَا شَھِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِی الْاٰنَ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن باہر نکلے اور شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی جس طرح اموات پر نماز پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر کی طرف لوٹے اور فرمایا میں تمہارا فرط ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور میں اللہ کی قسم اپنے حوض کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں یا زمین کی چابیاں عطا کی گئیں اور میں تم پر کوئی خوف نہیں رکھتا کہ تم شرک کرنے لگو گے مجھے تو صرف یہ ڈر ہے کہ تم دنیا کی طرف رغبت کرنے لگو گے۔

ماہ صفر سن ۱۱ ہجری کو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی کا انتقال ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجہیز و تکفین کے بعد واپس تشریف لائے تو آتے ہی سر مبارک میں درد شروع ہو گیا اور درد کی شدت کے باعث بخار بھی ہو گیا

اور بخار اتنا شدید تھا کہ جس کپڑے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک باندھا ہوا تھا اگر اس پر بھی ہاتھ رکھتے تو گرم ہو جاتا۔ اس علالت کے دوران مسلسل ۱۱ دن تک آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد شریف میں تشریف لے جاتے اور امامت بھی کرواتے۔ آخر علالت بڑھ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فضل بن عباس اور حضرت مولا علی کے کندھوں کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لے جاتے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک سے چار دن پہلے نقاہت و علالت بہت بڑھ گئی لیکن اس کے باوجود تمام نمازیں خود پڑھاتے رہے اس روز بھی نماز مغرب خود پڑھائی اور اس میں وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا تلاوت فرمائی۔ نماز عشاء کے وقت تکلیف بڑھ گئی آپ مسجد میں تشریف نہ لے جا سکے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا لوگوں نے نماز عشاء ادا کر لی ہے؟ عرض کیا نہیں یارسول اللہ! لوگ آپ کے انتظار میں ہیں۔ جب نقاہت کمزوری میں کسی قدر کمی واقع نہ ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو پیغام بھیجا کہ وہ جماعت کے لئے امامت کروائیں۔

ایک روز حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوئے تو اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام عرض کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ یَرْحَمُكَ اللّٰہِ ط آپ پر سلامتی ہو آقا! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقاہت و کمزوری کی وجہ سے فرمایا ابو بکر کو حکم دو کہ وہ نماز کے لئے جماعت کروائے۔

اللہ اللہ! جب آقا نے یہ حکم فرمایا ہوگا تو اس عاشق صادق کی کیفیت کا کیا عالم ہوگا۔ نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ جس محبوب کے چہرۂ انور کا دیدار پا کر معراج نصیب ہوتی ہے آج اس قدر کمزوری، جس کے دیدار فرحت سے سارے غم بھول جایا کرتے تھے آج محبوب آقا چل بھی نہیں سکتے۔ اس وقت بلال حبشی پر بھی غم کا پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑا ہوگا۔ کیا اس وقت بلال کا دل سلامت رہ۔ گا؟ کیا اس وقت بلال کے بدن میں ہمت ہوگی؟ تو پھر دیکھئے بلال کس طرح غم سے نڈھال ہے؟

محبت کے سمندر کی گہرائی کتنی ہے؟ کوئی کیونکر جان سکتا ہے؟ اسے تو وہی جانتا ہے جس نے اس بحر بیکراں میں چھلانگ لگائی ہو۔ بلال حبشی بھی دلبر کو دیکھ کر دل دے بیٹھا تھا اسی لئے تو محبوب کی تکلیف کو دیکھ کر کہنے لگا

وَاغَوْثَاہُ — ہائے میں کس سے فریاد کروں

وَانْقِطَاعُ الرَّجَآءُ — ہائے میری امیدوں کا رشتہ ٹوٹ گیا

وَانْکِسَارُ ظَهْرَاهُ — ہائے میرے پشت (کمر ہمت) ٹوٹ گئی

لَيْتَنِیْ لَمْ تَلِدْنِیْ اُمِّیْ اے کاش! میری ماں مجھے جنتی ہی نہ

وَاِذَا وَلَدَتْنِیْ لَمْ اَشْهَدْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ هٰذَا، اور اگر جنا ہوتا تو آج سے پہلے ہی مر جاتا اور اپنے آقا ﷺ کی کمزوری و نقاہت کا یہ دلخراش منظر آنکھوں سے نہ دیکھتا۔

روحانی زخموں سے چور چور یہ عاشق صادق بلال حبشی مشکل سے مسجد کے دروازے پر پہنچا اور روتے ہوئے کہنا لگا اے صدیق! حضور ﷺ نے آپ کو حکم فرمایا ہے آپ جماعت کے لئے لوگوں کی امامت کرائیں۔

اللہ اللہ وہ کیسا وقت ہوگا۔ صدیق اکبر تو رمز شناس نبوت تھا اس کی تو

خلوتیں اور جلوتیں بھی محبوب کے لئے تھیں۔ اس نے محبوب کی اداؤں کو دیکھا تھا۔ اس نے تو ایک محبوب کی محبت پر سب محبتوں کو فنا کر دیا تھا بھلا اس کو کہیں آسکتا تھا؟ اس کا تو مسلک ہی یہ تھا کہ چہرہ یار کا ہو اور آنکھیں صدیق کی ہوں اور ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے جلوۂ محبوب کو دیکھ کر معراج کرتا ہوں۔ اس نے محبوب ﷺ کے مصلائے مبارک کو خالی دیکھا تو چیخیں نکل گئیں، غش کھا کر گر پڑے۔ دوسرے صحابہ کرام بھی رو رہے تھے مگر عاشق صادق کی تو حالت ہی غیر تھی۔ ادھر محبوب کائنات ﷺ نے اپنے دیوانوں کی چیخیں سنیں تو پوچھا اے فاطمہ! یہ رونے کی آوازیں کیسی ہیں؟ خاتون جنت نے عرض کی ابا جان! یہ آپ کے یاروں کی آوازیں ہیں جو آپ کے غم میں نڈھال ہو چکے ہیں۔

آقا ﷺ نے مولائے کائنات حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے قریب بلایا تو ان کے ساتھ ٹیک لگا کر مسجد کی طرف تشریف لائے، نماز ادا کی اور خطبہ ارشاد فرمایا:

اے مسلمانو! میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تم پر میرے قائم مقام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا، اس کی اطاعت کرنا۔ میں تو اب اس دنیا کو چھوڑنے والا ہوں۔ (ضیاء النبی)

وفات شریف سے دو روز قبل ہفتہ یا اتوار کو سرور عالم ﷺ کے مرض میں کچھ کمی ہوئی تو آپ ﷺ ساتھیوں کا سہارا لے کر مسجد شریف کی طرف آئے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جماعت کرا رہے تھے انہوں نے حضور ﷺ کی آہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو۔ حضور ﷺ آگے بڑھ کر ابو بکر

صدیق کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور صدیق اکبر کھڑے ہو کر۔ صدیق اکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کر رہے تھے اور دوسرے لوگ صدیق اکبر کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر شریف پر قدم رنجہ فرمایا اور خطبہ ارشاد فرمایا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری خطبہ تھا۔ فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہے تو وہ دنیا کی زیب و زینت پسند کر لے اور چاہے تو جو انعام واکرام اللہ کے پاس ہے اس کو اختیار کرے۔ چنانچہ اس بندے نے جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کو اختیار کر لیا ہے۔

پیارے یار غار نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو سن کر عرض کی آقا! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ہم نے اپنے آباء، اپنی ماؤں، اپنی جانوں اور اپنے اموال کو بطور فدیہ آپ کے عوض پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔

صدیق باوفا کی بات سن کر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اپنی صحبت اور اپنے مال میں سب لوگوں سے زیادہ ابو بکر احسان کرنے والا ہے۔ اگر میں اہل زمین میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن اس کے درمیان اور میرے درمیان اخوت کا رشتہ ہے۔ پھر فرمایا مسجد میں کوئی دریچہ نہ رہنے دیا جائے سوائے ابو بکر کے دریچہ کے۔ (ضیاء النبی)

وصال شریف سے ایک روز قبل ام المومنین عائشہ صدیقہ سے فرمایا اے عائشہ! وہ دینار کہاں ہیں؟ حضرت عائشہ فوراً اٹھیں اور لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میں یہ اپنے گھر ہی میں چھوڑ کر دنیا سے جاتا تو رب تعالیٰ کیا فرماتا کہ میرے بندے مجھ پر اعتماد نہ تھا؟ اے عائشہ انہیں فوراً حضرت علی کو دیں تاکہ فقراء میں تقسیم کر دیں۔

(مدارج النبوۃ)

اب وہ وقت بھی آنے والا ہے جب آپ نے اپنے رفیق اعلیٰ سے ملنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض میں کمی بیشی ہوتی رہی۔ ذرا طبیعت سنبھلی تو مسجد سے متصل حجرہ مقدسہ کا آپ نے پردہ اٹھایا دیکھا تو لوگ نماز فجر ادا کر رہے ہیں۔ سرکار ان کو دیکھ کر خوشی سے ہنس پڑے۔ صحابہ نے آہٹ پا کر خیال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر آنا چاہتے ہیں فرط مسرت سے تمام صحابہ بے قابو ہو گئے اور قریب تھا کہ نمازیں ٹوٹ جائیں، حضرت ابو بکر نے جو امام تھے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کر کے روکا اور حجرہ مقدسہ میں داخل ہو گئے اور پردہ گرا دیا۔ یہ صحابہ کا آخری دیدار تھا۔ حضرت انس نے کہا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ ہٹایا تو چہرۂ انور ایسے تھا جیسے قرآن کھلا ہوا ہے یعنی نورٌ علیٰ نور ہے۔

جوں جوں دن چڑھتا گیا وصال الی اللہ کی گھڑیاں قریب آتی گئیں۔

جب حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ابا حضور پر وہ اثرات دیکھے جو پل بھر میں ہنستے بستے گھر بے آباد کر دیتے ہیں تو رو پڑیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ! آج کے بعد تمہارا باپ بے چین نہ ہو گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء کو اختیار دیا گیا ہے خواہ وہ موت کو قبول کریں یا حیات دنیاوی کو قبول کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبان اقدس سے یہ الفاظ دہراتے اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ اور کبھی اَللّٰھُمَّ الرَّفِیۡقِ الۡاَعۡلٰی۔ اور یہ بھی الفاظ منقول ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ بھی دہرائے رَبِّ اغۡفِرۡلِیۡ وَاَلۡحِقۡنِیۡ بِالرَّفِیۡقِ الۡاَعۡلٰی۔ اے پروردگار مجھے بخش دے اور رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں آخری وقت آپ کے پاس پانی کا

برتن تھا آپ ﷺ بار بار اس میں ہاتھ ڈبوتے اور جسم اقدس پر ملتے۔ اتنے میں اچانک آپ نے انگلی اٹھائی اور فرمایا

بَلِ الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى

اب کوئی نہیں بلکہ وہ بڑا رفیق درکار ہے

دیکھا کہ حضور ﷺ کے جسم اقدس سے روح پرواز کر چکی تھی۔ (ضیاء النبی، سیرت النبی از شبلی نعمانی، سیرت مصطفیٰ)

اللہ اللہ وہ عشاقان مصطفیٰ ﷺ جو دیدار یار سے اپنے دل کی پیاس بجھاتے تھے آج سب پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ بڑے بڑے جلیل القدر اور اکابر صحابہ کرام اپنے حواس کھو بیٹھے ہیں۔ اس وقت اہل بیت عظام کا کیا حال ہو گا؟ اہل مدینہ پر کیا گزری ہو گی؟ جو صحابہ کرام چند دن تک دیدار فرحت سے دل کی پیاس بجھاتے تھے آج ان کے دل بھی بے قرار اور ان کی آنکھیں اشک بہا رہی ہیں۔ بلا مبالغہ ان کے ہوش و حواس جواب دے گئے تھے، ان کی عقلیں گم ہو گئیں اس قدر مخبوط الحواس ہو چکے کہ کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ کیا کرنا ہے کیا ہونا چاہئے۔ کوئی ادھر پڑا رو رہا ہے کوئی ادھر پڑا غم سے نڈھال ہے۔ اللہ اللہ اس وقت پیارے محبوب کی پیاری لخت جگر حضرت فاطمہ کا کیا حال ہو گا؟ وہ شہزادے جن کی سواری پشت نبوت ہوا کرتی تھی آج ان پر کیا گزر رہی ہو گی۔ ذرا غور کیجئے عثمان غنی رضی اللہ عنہ آقا کی جدائی کے غم میں بھاگتے کبھی ادھر جاتے کبھی ادھر جاتے کسی سے کچھ نہ کہتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ غم سے نڈھال پڑے ہیں۔ محبوب کی جدائی اتنا کمزور کر گئی چل پھر بھی نہیں سکتے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس قدر دھچکا لگا کہ جب پتا چلا کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا تو شدت غم سے نڈھال ہو گئے اور اس

پریشانی کے عالم میں تلوار نیام سے باہر نکال لی اور بلند آواز سے کہنا شروع کر دیا جس نے کہا کہ حضور ﷺ وصال پا گئے ہیں تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ آپ دیوانہ وار مدینہ کی گلیوں میں کبھی ادھر جاتے کبھی ادھر جاتے اور یہی الفاظ دہراتے جاتے جس نے کہا حضور ﷺ وفات پا گئے ہیں اس کا سر قلم کر دوں گا۔

جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو سیدنا صدیق اکبر مدینہ میں موجود نہ تھے جب آئے تو سیدھے در اقدس پر پہنچے اور حضور ﷺ کے رخ پاک سے چادر ہٹا کر آپ پر جھکے اور آپ کے چہرۂ انور کا بوسہ لیا۔ اس کے بعد آپ مسجد میں تشریف لائے دیکھا صحابہ کرام اپنے محبوب آقا کی جدائی میں نڈھال ہیں آپ نے انہیں تسلی دیتے۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر بٹھانا چاہا مگر وہ نہ بیٹھے تو آپ نے چھوڑ کر لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا اما بعد! جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے حضور ﷺ دنیا سے جا چکے ہیں اور جو شخص تم میں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے وہ جان لے وہ زندہ ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۗ

اور محمد تو اللہ کے رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ انتقال کر جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مَحْمُوْدٌ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تعریف کیے گئے

ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف خالق کون و مکاں اس وقت سے کر رہا ہے جب کائنات ہست و بود میں کسی چیز کا وجود نہ تھا۔ آپ کی ذات بھی محمود ہے، آپ کی صفات بھی محمود ہیں۔ آپ کے اوصاف بھی محمود ہیں، آپ کے اخلاق بھی محمود ہیں الغرض کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر تا بقدم محمود ہی محمود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف جس قدر بھی کی جائے اس کے مستحق ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے ان کا خالق قرآن میں یوں فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر، اے ایمان والو تم بھی درود اور سلام بھیجو۔

کتنی پاک ہستی ہے وہ ذات جس کی تعریف ان کا خالق کر رہا ہے اور کرتا رہے گا۔

دنیا میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام سلام اللہ علیہم تشریف لائے۔ ان میں طے صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ذات والا ہیں جن کے بارے میں یہ بات اپنے نکتہ کمال کو پہنچ چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادات و معاملات و اخلاقیات و مجاہدات کیا تھے اور کیسے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے کے لئے یوں تو قرآن ہی واضح کتاب ہے اس کے علاوہ سینکڑوں احادیث اور واقعات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہیں۔ یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم اور عالمگیر معجزہ ہے جس کا انکار کرنا بہت بڑی نادانی اور جہالت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کس وصف کو بیان کیا جائے ایک ہی وصف بیان کرتے اور لکھتے قلمیں خشک ہو جائیں گی لیکن تعریف و توصیف مصطفیٰ کا ایک باب بھی پورا نہ ہو گا۔

قرآن حکیم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کس وصف کو بیان نہیں کیا؟ آپ کے خلق کو بیان کیا تو فرمایا اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ، بے شک تو اعلیٰ اخلاق کا مالک ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیکر رحیم ہونے کو بیان کیا تو فرمایا حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ، اہل ایمان پر نہایت رحیم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کئے تو فرمایا یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتا ہے۔

وَیُزَکِّیْکُمْ اور تمہارا تزکیہ فرماتا ہے۔

وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ اور تمہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

وَیُعَلِّمُکُمْ مَّالَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اور تمہیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کہہ دیجئے اگر تم اللہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مَحْمُوْدٌ ﷺ

تعریف کیے گئے

ذات مصطفیٰ ﷺ کی تعریف خالق کون و مکاں اس وقت سے کر رہا ہے جب کائنات ہست و بود میں کسی چیز کا وجود نہ تھا۔ آپ کی ذات بھی محمود ہے، آپ کی صفات بھی محمود ہیں۔ آپ کے اوصاف بھی محمود ہیں، آپ کے اخلاق بھی محمود ہیں الغرض کہ آپ ﷺ سر تا بقدم محمود ہی محمود ہیں۔ آپ ﷺ کی تعریف جس قدر بھی کی جائے اس کے مستحق ہیں۔

آپ ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے ان کا خالق قرآن میں یوں فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا.

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی (ﷺ) پر، اے ایمان والو تم بھی درود اور سلام بھیجو۔

کتنی پاک ہستی ہے وہ ذات جس کی تعریف ان کا خالق کر رہا ہے اور کرتا رہے گا۔

دنیا میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام سلام اللہ علیہم تشریف لائے۔ ان میں طے صرف اور صرف حضور ﷺ وہ ذات والا ہیں جن کے بارے میں یہ بات اپنے نکتہ کمال کو پہنچ چکی ہے کہ حضور ﷺ کی عبادات و معاملات و اخلاقیات و مجاہدات کیا تھے اور کیسے تھے۔ اور آپ ﷺ کے اوصاف بیان کرنے کے لئے یوں تو قرآن ہی واضح کتاب ہے اس کے علاوہ سینکڑوں احادیث اور واقعات آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ بیان کرتے ہیں۔ یہی آپ ﷺ کا عظیم اور عالمگیر معجزہ ہے جس کا انکار کرنا بہت بڑی نادانی اور جہالت ہے۔ آپ ﷺ کے کس وصف کو بیان کیا جائے ایک ہی وصف بیان کرتے اور لکھتے قلمیں خشک ہو جائیں گی لیکن تعریف و توصیف مصطفیٰ کا ایک باب بھی پورا نہ ہو گا۔

قرآن حکیم نے آپ ﷺ کے کس وصف کو بیان نہیں کیا؟ آپ کے خلق کو بیان کیا تو فرمایا اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ، بے شک تو اعلیٰ اخلاق کا مالک ہے۔

آپ ﷺ کے پیکر رحیم ہونے کو بیان کیا تو فرمایا حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ، اہل ایمان پر نہایت رحیم ہے۔

آپ ﷺ کے اوصاف بیان کئے تو فرمایا يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتا ہے۔

وَيُزَكِّيْكُمْ اور تمہارا تزکیہ فرماتا ہے۔

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور تمہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اور تمہیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کہہ دیجئے اگر تم اللہ

سے محبت کرتے ہو تو پہلے میری اتباع کرو۔

الغرض کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن سلوک، صدق و دیانت، عفت و حیا، غلاموں پر شفقت، بچوں پر شفقت و رحمت، جانوروں پر شفقت و رحمت، خواتین پر شفقت و رحمت، امت پر شفقت و رحمت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت و فیاضی، ایفائے عہد، مساوات پسندی، شجاعت و حوصلہ مندی، مہمان نوازی، تواضع و سادگی، زہد و قناعت، ایثار و ہمدردی، حسن معاملہ، عیادت و تعزیت، تحمل و بردباری، توکل و خشیت، عدل و انصاف، عفو و درگزر خوش خلقی و خوش مزاجی، حکمت و موعظت، ادائیگی حقوق اللہ و حقوق العباد۔

یہ وہ اخلاقیات ہیں جن کے اپنانے سے انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ سارے کے سارے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ کوئی بڑے سے بڑا دانشور و قانون دان نقاد یہ نہیں کہہ سکتا کہ ذات محمدی میں گفتار و کردار، خلوت و جلوت، ظاہر و باطن کے اعتبار سے فلاں نقص تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کماحقہ کمال انسانیت کا بہت بڑا معیار مقرر فرمایا جس میں کسی قسم کے شک یا لغزش کی گنجائش تک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذاتاً و اخلاقاً محمود بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا قرب خاص بخشا تو وہ بھی شان محمودیت کا نکتہ عروج ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ مقام محمود عطا کیا یا کرے گا تو اس کا اعلان بھی پہلے فرمایا کہ

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود عطا کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انہیں صفات حمیدہ اور اخلاق عظیمہ کو انسانیت کے

لئے لائق تقلید بنایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات گرامی ایک بہترین نمونہ ہے۔

آج کا انسان بھی اگر غلط روش کو ترک کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کو اپنا لے تو محمود الصفات بن سکتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں اخلاقی بے راہروی، معاشی ناہمواری، لوٹ مار، رشوت و سفارش، برائی و بے حیائی ان سب برائیوں کی بڑی وجہ مذموم الصفات کا ہو جانا ہے۔

قرآن حکیم میں اوصاف حمیدہ بھی بیان فرمائے گئے ہیں جن کے اپنانے سے انسانی زندگی میں نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اوصاف حمیدہ درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پسند فرماتا ہے	وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (آل عمران)
اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔	وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (البقرہ)
اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔	اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ (البقرہ)
اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔	اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ (آل عمران)
اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔	اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (مائدہ)
اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کو پسند کرتا ہے	اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ (توبہ)
اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔	وَاللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ (آل عمران)

اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ — وَاللّٰہُ یُحِبُّ الطّٰھِرِیْنَ (توبہ)

اللہ تعالیٰ برے اخلاق والوں کو پسند نہیں کرتا۔ نیز یہی وہ اخلاق رذیلہ ہیں جو انسان کو محبت الٰہی سے محروم کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ — اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (مائدہ)

اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو شیخیاں مارنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ — اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (نساء)

اللہ تعالیٰ خائن کو پسند نہیں کرتا۔ — اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا (نساء)

اللہ تعالیٰ اترانے والے کو پسند نہیں کرتا — اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ (قصص)

اللہ تعالیٰ فضول خرچ کو پسند نہیں کرتا — اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (انعام)

اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ — اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (شوریٰ)

اللہ تعالیٰ ناشکرے اور گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔ — وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ۔ (البقرہ)

قرب الٰہی کے فیضان سے مستفیض ہونے کے لئے ضروری ہے کہ انسان ذات محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت مقدسہ میں اپنے آپ کو ڈھال لے تاکہ کمال انسانیت کے مقام پر فائز ہو۔ اور یہی بات منشاء الٰہی اور منشاء رسالت کے قریب تر ہے تاکہ یہی اشرف المخلوقات اوصاف حمیدہ کو اپنا کر محمود الصفات بن جائے تاکہ صاحب مقام محمود کا قرب پالے۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْمُبَشِّرُ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بشارت دینے والے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے پیارے محبوب کو کئی معزز القابات سے خطاب فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان گنت صفات سے متصف فرمایا ہے۔

ان معزز القابات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان مبشریت کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا۔

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی بے شک ہم نے آپ کو گواہ، بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جہاں دوزخ کے عذاب اور غضب الٰہی سے بچنے کی تلقین فرمائی وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیشمار خوشخبریاں بھی عطا فرمائی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی حکیمانہ بصیرت سے جس انداز سے اپنے غلاموں کی تربیت فرمائی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس چیز نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں کو عمل خیر کی طرف راغب کر دیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نی حکیمانہ بصیرت ہی کا فیض ہے کہ ہزاروں گم گشتہ راہوں کو جنت کا راہی بنا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِضۡمِنُوۡا لِیۡ سِتًّا مِنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَضۡمَنۡ لَکُمُ الۡجَنَّۃَ اُصۡدُقُوۡا اِذَا اَحَدَّثۡتُمۡ وَاَوۡفُوۡا اِذَا وَعَدۡتُّمۡ وَاَدُّوۡا اِذَا ائۡتُمِنۡتُمۡ وَاحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَکُمۡ وَغُضُّوۡا اَبۡصَارَکُمۡ وَکُفُّوۡا اَیۡدِیَکُمۡ۔ (مشکوٰۃ) تم مجھے اپنے آپ کی طرف سے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب بات کرو تو سچ بولو، جب وعدہ کرو تو پورا کرو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کرو، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو، اپنی نگاہوں کو نیچا رکھو، اپنے ہاتھوں کو (ظلم وزیادتی) سے روکو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں تو نبی گزرنے لگے حتیٰ کہ کسی نبی کے ساتھ ایک آدمی، کسی نبی کے ساتھ دو آدمی، کسی نبی کے ساتھ جماعت اور کسی نبی کے ساتھ کوئی آدمی بھی نہ تھا۔ پھر میں نے بڑی جماعت دیکھی جس نے آسمان کا کنارا گھیر رکھا تھا۔ میں نے امید کی یہ میری امت ہے تو مجھے سے فرمایا گیا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا گیا دیکھئے تو میں نے دیکھا بہت بڑی خلقت ہے جس نے آسمان کا کنارا گھیر رکھا تھا پھر کہا گیا ادھر دیکھئے تو میں نے بہت بڑی خلقت دیکھی جس نے کنارے گھیرے ہوئے تھے۔ کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے۔ ان کے ساتھ ان کے آگے ستر ہزار افراد ہیں جو بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کی یارسول اللہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل کر دے۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! اللہ

تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ ان میں شامل کر دے۔ فرمایا تم سے پہلے عکاشہ جائے گا۔ او کما قال۔ (مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے میں اپنی قبر سے نکلوں گا۔ جب میری امت اللہ کی بارگاہ میں جائے گی تو میں ان کا قائد ہوں گا جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ان کی طرف سے خطیب ہوں گا اور جب وہ روکے جائیں گے تو میں ان کی سفارش کروں گا، اور جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو میں ان کو خوشخبری دوں گا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ایک روز میرے رب نے میری امت میں سے مجھے ستر ہزار مسلمان ایسے دیئے ہیں جو جنت میں بغیر حسب کتاب کے داخل ہوں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر اس تعداد سے زیادہ کے متعلق عرض کرتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے زیادہ کے لئے استدعا کی اور میرے رب نے اس قدر عطا فرمایا۔ اس قدر کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو کھولا دونوں بازوؤں کو پھیلا اور کلاوہ بھرا۔ (ضیاء النبی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بھلائی کرنے والا بیٹا جب اپنے والدین کے چہرے کو نظر محبت سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ اس نظر کے عوض مقبول حج لکھ دیتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی اگر سو دفعہ دیکھے۔ فرمایا ہاں، اللہ تعالیٰ بڑا پاک ہے۔ (مشکوٰۃ)

انہی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر والدین کی اطاعت کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے دو

دروازے کھودیتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنی دو بیٹیوں کی تربیت کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں وہ قیامت کے روز اس طرح میرے قریب ہوگا اور اپنی انگلیاں اکٹھی فرمائیں۔

ف: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو انگلیاں سبابہ اور وسطی کو ملایا (اشارہ کر کے بتلایا) کہ اس طرح وہ شخص میرے قریب ہوگا جس نے دو بچیوں کی خدمت کی۔ یہ اتصال اور مصاحبت جنت میں مراد ہے۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْمُبَلِّغُ ﷺ

تبلیغ کرنے والے

قال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۝

اے رسول پہنچا دیجئے جو آپ کی طرف اتارا گیا ہے آپ کے پروردگار کی طرف سے۔ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو یوں ہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام کسی نے پہنچایا ہی نہیں۔ لوگوں کے شر سے آپ کو اللہ بچائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوم کافرین کو ہدایت نہیں دیتا۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبلغ کی حیثیت سے جس قوم کی طرف بھیجا گیا تھا وہ کوئی سیدھی راہ پر چلنے والی نہ تھی بلکہ وہ ہر لحاظ سے اخلاقی، معاشی، معاشرتی طور پر انتہائی پرلے درجے کی گمراہ قوم تھی۔ برائے نام انسان تھے ان میں انسانیت ختم ہو چکی تھی۔ یہ قوم ایسی بگڑ چکی تھی شراب نوشی، جواء بازی، بدکاری، سود خوری، قتل و غارت جیسے جرائم قبیحہ کو معاشرتی

عزت تصور کرتی تھی۔ اوران برائیوں اور بے حیائیوں کا سلسلہ صدیوں سے چلا آرہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ایک خدا کو چھوڑ کر تین سو ساٹھ خداؤں کی پوجا کر رہے تھے الغرض ان قباحتوں نے ان کے نظام زندگی کو درہم برہم کردیا تھا۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی ایسا مسیحا آئے جوان کی جھوٹی قباؤں کو اتار پھینکے اورانہیں اخلاق عالیہ کا صحیح مفہوم ذہن نشین کرائے، جو ان جاہلانہ زنجیروں کو توڑے اور انہیں راہ حق کا مسافر بنائے۔

سبحان اللہ! کتنا عظیم انسان انتخاب خداوندی تھا کہ اصلاح انسانیت کے عبداللہ کے دُرِّ یتیم کو منتخب فرمایا کہ جس کی زندگی انسانیت کے لئے بہت بڑا معیار کہ جس کے حسن کی تجلیات نے شرق سے غرب تک ہر چیز کو منور کردیا، جس کی صورت بھی بڑی پیاری جس کی سیرت بھی بڑی اعلیٰ، جس کا کردار بھی صاف جس کی گفتار بھی نرم، جس کے انداز تبلیغ سے دنیا عش عش کراٹھی کیونکہ اگر معاشرے میں ایک انسان پر ہر سمت سے مخالفت کے تیر برس رہے ہوں تو ایسی صورت حال میں ثابت قدم رہنا یہ عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ پھر ذرا نگاہ دوڑایئے رسول اللہ ﷺ کی معاشرتی زندگی کی طرف کہ اپنوں اور بیگانوں نے اس آوازہ حق کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کی حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے مقابلے کے لئے کبھی تلوار نہ اٹھائی۔ ساتھ دینے والا نہ باپ تھا نہ دادا، نہ چچا نہ کوئی بھائی۔ ان حالات میں آپ ﷺ کا اعلائے کلمتہ الحق کے لئے ثابت قدم رہنا اور ہر طرح کے مصائب و آلام کو برداشت یہ آپ ﷺ کی پیغمبرانہ بصیرت کا کمال تھا جس نے آپ ﷺ کے پائے استقلال میں ذرا سی بھی لغزش نہ آنے دی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیارے آپ بلا خوف و خطر اپنے رب کا پیغام

پہنچاتے جایئے ان کی طرف سے اٹھنے والے الزامات کی ذرا بھی پرواہ نہ کیجئے اگر آپ نے یہ پیغام حق نہ پہنچایا تو دین کا مشن ادھورا رہ جائے گا یہ ایسے ہی ہو گا جیسے دین کا پیغام کسی نے پہنچایا ہی نہیں۔ یہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے آپ کا محافظ آپ کا رب ہے۔

ذرا غور کیجئے معلم کائنات ﷺ کی سیرت میں کہ ایک طرف رب تعالیٰ اپنے محبوب کو اپنی حفاظت میں لینے کا حق ادا کر رہا ہے تو ادھر محبوب کبریا ﷺ نے مبلغ اسلام بن کر تبلیغ دین کا حق ادا کر دیا۔

آپ ﷺ کی سیرت مقدسہ ساری انسانیت کے لئے نمونہ تقلید ہے۔ آپ ﷺ کی ذات منبع رشد و ہدایت ہے۔ جب آپ ﷺ دین کے اعلاء کے لئے کمربستہ ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے اپنے آپ کو ان کفار و مشرکین کے سامنے نمونہ کے طور پر پیش کیا۔ سیرت و اخلاق کے اعتبار سے، کردار و گفتار کے اعتبار سے اور خلوت و جلوت کے اعتبار سے کفار کو کسی قسم کا عیب نظر نہ آیا کیونکہ وہ لوگ آپ ﷺ کے بچپن سے لے کر جوانی تک اور جوانی سے لے کر اعلان نبوت کی عمر تک آپ کی سیرت کی پاکیزگی کے گواہ تھے۔ جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو آپ ﷺ نے اپنی پاک جوانی کو ہی بطور نمونہ پیش کرتے ہوئے فرمایا

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. بے شک میں تم میں اس سے پہلے عمر گزار چکا ہوں کیا تمہیں عقل نہیں۔

کفار مکہ نے کبھی نہ کہا تھا کہ اے محمد (ﷺ) ہم نے تجھ میں سیرت و اخلاق کے اعتبار سے فلاں عیب دیکھا ہم اس لئے تیرے دین کی مخالفت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمٖ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا **مُجْتَبٰی** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
منتخب فرمائے گئے

سورۂ آل عمران میں ارشاد باری ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ○ اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ تمہیں غیب پر آگاہ کرے البتہ اللہ تعالیٰ (غیب کے لئے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے، تو تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر، اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے جامع تھے۔ جو خوبیاں فرداً فرداً سب انبیاء میں منتشر تھیں وہ ساری کی ساری ذات محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بدرجہ اتم تھیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا خلق، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت
حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صداقت، حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا
حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت، حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت
حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شدت، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر
حضرت یونس علیہ السلام کی اطاعت، حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا جہاد
حضرت داود علیہ السلام کی آواز، حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت
حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ترک دنیا۔

سب انبیاء علیہم السلام کے مقامات علیا ایک طرف آپ کا یہ کمال سب پر حاوی ہے کہ آپ کو آپ کے رب نے قرب کی انتہا بخشی۔ ہر نبی کو اپنی صفات کا مظہر بنایا مگر جب اپنے پیارے حبیب کی باری آئی تو صرف مظہر صفات نہ بنایا بلکہ مظہر ذات بھی بنایا۔

اس لئے ارشاد ہوا قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ . تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل علیا آگئی۔

ہمارے معاشرے میں کئی لوگ ہیں جو ذہنی طور پر جمود اور تعطل کا شکار ہو چکے ہیں اور مذہبی طور پر اتنے تنگ نظر ہیں جب ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا ذکر کیا جائے تو ان کمالات کی تردید بڑے زور و شور سے کرتے ہیں بالخصوص جب ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب، اختیارات و تصرفات، بے مثل نورانیت وغیرہ کی بات کی جائے تو بڑی بیدردی سے انکار ہی نہیں کرتے بلکہ ان کی تردید کرنے کو اپنی تبلیغ کا اہم فریضہ تصور کرتے ہیں۔

یاد رہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات نصوص قرآنیہ سے ثابت ہیں ان کا انکار کرنا انکار قرآن پر مبنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب ہی کو لیجئے اس پر کئی قرآنی آیات شاہد و عادل ہیں اور اہل سنہ والجماعۃ کا یہ شفاف عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو بھی کمال ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب بھی اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذاتی طور پر عالم الغیب نہیں۔ ذاتی عالم الغیب ذات کبریا جل شانہٗ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطائی طور پر عالم الغیب ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا انکار سب سے پہلے منافقین نے کیا۔

ملاحظہ فرمائیں:

امام بیضاوی فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میری سامنے پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون میرے ساتھ ہوگا اور کون کفر کرے گا۔ اس وسعت علمی پر کسی مومن نے اعتراض نہ کیا بلکہ منافقین نے از راہِ مذاق کہا کہ دعویٰ تو یہ ہے کہ میں ہر مومن اور ہر کافر کو جانتا ہوں اور حالت یہ ہے کہ ہم آٹھوں پہر ان کے ساتھ رہتے ہیں اور ہمارا تو علم نہیں۔

تو ان منافقین کے اس اعتراض پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

منافقین کا یہ اعتراض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف پر تشریف فرما ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اس قوم کا کیا حال ہوگا جو میرے علم پر اعتراض کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا

مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعِنُوْا فِیْ عِلْمِیْ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ السَّاعَةِ اِلَّا نَبَّاْتُكُمْ بِهٖ.

اس قوم کا کیا حال ہوگا جو میرے علم پر اعتراض کرتے ہیں اس وقت

سے لے کر قیامت تک ہونے والی بات پوچھو میں یہاں کھڑے ہو کر جواب دوں گا۔ عبداللہ بن حذافہ اٹھے (ان کے نسب پر طعن کیا جاتا تھا) یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا حذافہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے عرض کی ہم اللہ کے رب ہونے سے اسلام کے دین ہونے سے قرآن ک امام ہونے سے اور آپ کے نبی ہونے سے راضی ہیں، آپ ہمیں معاف فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم ایسی باتیں کرنے سے نہیں رکتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف سے نیچے تشریف لے آئے۔ (تفہیم البخاری بحوالہ خازن، بیضاوی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن کمالات سے منتخب فرمایا ان کا احاطہ کرنا انسان ے بس سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ کمالات کو پالینا ہر کسی کے بس میں نہیں بلکہ جسے اس ذات نے منتخب فرمایا ہو اس کو عطا کرنے سے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَوۡلَایَ صَلِّ وَسَلِّمۡ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیۡبِکَ خَیۡرِ الۡخَلۡقِ کُلِّہِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوۡلَانَا **اَلۡمُصۡطَفٰی** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پسند فرمائے گئے

قال اللہ تعالیٰ اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (الحج)

اللہ چن لیتا ہے فرشتوں سے بعض پیغام پہنچانے والے اور انسانوں سے بھی۔

جو کور باطن تھے انہیں کیا خبر تھی کہ نبوت کیا چیز ہے؟ اسی لئے تو وہ کہتے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر تو نبی ہوتا تو تیرے پاس سرمایہ ہوتا کوئی جاگیر ہوتی جو تو استعمال میں لاتا، تو ایک عام سا بشر ہے، بے سہارا ہے غربت کا مارا ہے۔ الغرض نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تضحیک کا نشانہ بنانا کفار مکہ کا دن رات کا کام تھا۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راہ حق پر استقامت کا مظاہرہ فرمانا یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم معجزہ تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے اعتراض پر کوئی جواب نہ دیتے اگر کوئی گالیاں دیتا تو آپ دیکھ کر مسکرا دیتے، اگر کوئی پتھر مارتا تو آپ دعا دیتے، اگر کوئی پاگل کہتا تو نرم خوئی سے کام لیتے، اگر کوئی بد تمیزی کرتے ہوئے آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے چادر بچھا دیتے۔

کفار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ سے بے حد متاثر تھے مگر ان کا آپ

کی نبوت کا انکار کرنا ان کی جہالت اور ہٹ دھرمی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ حماقت ان کی ہڈی ہڈی میں سرایت کر چکی تھی۔ مقام نبوت کی شناسائی نہ ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام سا انسان سمجھتے حالانکہ ان کفار کی بشریت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثل بشریت میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ کفار کے اعتراض یہ تھے:

وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡکُ ۨافۡتَرٰىہُ وَاَعَانَہٗ عَلَیۡہِ قَوۡمٌ اٰخَرُوۡنَ ۔ کفار بولے یہ (قرآن) محض ایک بہتان ہے جو اس نے گھڑ لیا ہے اس کی مدد کی ہے اس کے گھڑنے میں کسی اور قوم نے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراض پر کوئی لمبا چوڑا ارشاد نازل نہیں فرمایا بلکہ صرف اتنا فرما کر ان کے سارے اعتراض کو رد فرما دیا

فَقَدۡ جَآءُوۡ ظُلۡمًا وَّزُوۡرًا ۔ انہوں نے بہت بڑا ظلم کیا ہے اور سفید جھوٹ بولا ہے۔

دراصل کفار مکہ حیران تو اس بات پر تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کلام سناتے ہیں یہ ایسی بلاغت والا کلام ہے کہ آج تک ہم نے کسی سے سنا نہیں یہ کہاں سے لے آتا ہے حالانکہ اس نے کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ بھی تہہ نہیں کئے۔ جب گفتگو کرتا ہے تو بیان و زبان میں اتنی شیرینی جو ایک بار سن لیتا ہے بس اس کے گن گاتا ہے اس کا پروانہ ہو جاتا ہے۔ اس کے کلام میں اتنی نرمی شگفتگی ہے کہ جب بولتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے علم و حکمت کے موتی بہا رہا ہے۔

کلام الٰہی پر ان کفار کا ایک اور اعتراض یہ تھا

وَقَالُوۡۤا اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ اکۡتَتَبَہَا فَہِیَ تُمۡلٰی عَلَیۡہِ بُکۡرَۃً وَّاَصِیۡلًا ۝

اور وہ بولے یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں اس نے لکھوایا ہے پھر یہ صبح و شام پڑھ کر سناتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کو یوں رد کیا

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ . فرمادو اس ذات نے اتارا ہے جو زمین و آسمان کے بھید جانتی ہے۔

یہ تو تھا قرآن پر اعتراض، اب ملاحظہ فرمایئے جو صاحب قرآن پر اعتراض کیا وہ یہ تھا:

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ. اور وہ بولے یہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا ہے۔

لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَكٌ فَیَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًا. ایسا کیوں نہ ہوا کہ اس کی طرف کوئی فرشتہ اتارا جاتا (جو اس کا دفاع بھی کرتا) لوگوں کو اس کے ساتھ مل کر ڈراتا بھی۔

اَوْ یُلْقٰی اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْكُلُ مِنْهَا. یا ایسا کیوں نہ ہوا اس کے پاس کوئی خزانہ ہوتا یا کم از کم باغ ہوتا اس سے کھاتا۔

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا . اور ان ظالموں نے یہاں تک کہہ دیا کہ تم ایک شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کر دیا ہے۔

ان کی آنکھیں نور محمدی کو کیونکر دیکھ سکتی تھیں۔ انہوں نے صرف بازاروں میں چلتا دیکھا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ یہی پیکر بشریت جو اسریٰ کی رات آسمانوں کی بلندیوں کو پاؤں تلے روندتا ہوا مقام قاب قوسین او ادنیٰ تک پہنچ گیا۔

ان بدبختوں نے یہ اعتراض کیا کہ اس کے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں؟ انہیں کیا پتہ کہ یہی وہ رسول عظیم ہے کہ ملائکہ کا سردار اس کے در کی دربانی کو ترستا ہے۔

ان اندھوں نے صرف یہی دیکھا کہ اس کے پاس خزانے و باغات نہیں، یہ بھوکا رہتا ہے۔ یہ فقر محمدی سے ناآشنا تھے انہیں یہ بھی نہیں پتا تھا کہ یہی وہ رسول عظیم ہے جس کے در پاک سے کوئی بھوکا بھی خالی پیٹ نہیں جاتا وہ خود کو بھوکا رکھ کر دوسروں کو سیر شکم کر کے رخصت کرتا ہے۔ یہی اس کا خلق عظیم ہے جس کے اخلاق کی بلندیوں کا اندازہ لگانا فہم انسانی سے ہی باہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو پھر مخاطب فرمایا کہ اے پیارے حبیب! ذرا ان کی باتیں ملاحظہ فرمایئے

اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا. (یہ) آپ کے بارے میں کیسی باتیں کرتے ہیں (انہی بکواسات کی وجہ سے) یہ راہ حق سے بھٹک چکے ہیں یہ سیدھی راہ نہیں پاسکتے۔

مقام نبوت محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے کفار کی ناآشنائی کی وجہ یہی تھی وہ یہ کہتے تھے کہ اگر اللہ اگر انسانوں میں سے کسی کو نبی بناتا تو سرداران قریش میں سے منتخب کرتا جن کے پاس مال و دولت بھی ہے، جاہ و اقتدار بھی ہے، عزت و شہرت بھی ہے محمد (ﷺ) کے پاس نہ مال و زر نہ جاہ و اقتدار، عزت و شہرت نہ خاندانی دبدبہ، کچھ بھی نہیں یہ کسی طرح نبی ہو سکتا ہے جو یتیم ہو بے سہارا ہو۔

کفار و مشرکین کی واضح حماقت تھی اللہ تعالیٰ نے ان سب کے

اعتراضات کو رد فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو عزت دیتا ہے اس کا نہ رنگ دیکھتا ہے نہ روپ، نہ قبیلہ دیکھتا ہے نہ خاندان، نہ ظاہری عزت دیکھتا ہے نہ دولت۔ یہ تو اس کا حسن انتخاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس عظیم انسان کو انسانیت کا تاجدار بنایا اس کا انتخاب اس وقت سے کر لیا تھا جب کائنات ارضی و سماوی نہ تھی فقط ذاتِ خدا تھی۔ اسی لئے اس نے فرمایا کہ نبوت کسی کو محنت سے نہیں ملتی، چلّے کاٹنے سے نہیں ملتی بلکہ اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۔ اللہ چن لیتا ہے فرشتوں سے پیغام دینے والا اور انسانوں سے۔

اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو بھی واضح کر دیا کہ رسول کوئی مافوق البشر مخلوق نہیں ہوتا بلکہ انسانیت کی رہنمائی کے لئے انسان ہی کام آتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آمنہ کے لال کو اس وقت سے انتخاب فرمایا نہ آدم تھے نہ آدم کی ذات تھی تو اس محبوب حقیقی کے سر پر تاج لولاک سجا کر دنیا میں بھیج کر احسان فرمایا تاکہ لوگ اسی محبوب حقیقی کی اتباع و اطاعت کر کے قرب خداوندی چاہیں۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا اَلْمُرْتَضٰی

جن پر ان کا رب راضی ہو

قال اللہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ (الجن) (اللہ) غیب کا جاننے والا ہے پس وہ آگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو سوائے اپنے رسول کے جس کو اس نے پسند فرمالیا (غیب کی تعلیم کے لئے)

و قال اللہ تعالیٰ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی (الضحیٰ) اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مرتضٰی بندے ہیں جو اپنے رب کی رضا کو حاصل کر چکے ہیں۔ جو بندہ رب کی مرضی کو پالے وہ عبد مرتضٰی ہوتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے جس نے اپنے رب کو راضی کر لیا ہو۔ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی ہستی نہیں جسے ذاتِ باری تعالیٰ نے قرب حقیقی عطا کیا ہو اور قرب حقیقی اسے ہی نصیب ہوتا ہے جس سے ذاتِ باری راضی ہو جائے۔

اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو دین کے معارف عطا فرمائے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی حصہ ہیں ان سے انکار ممکن ہی نہیں۔ لیکن اس کے باوجود کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا بڑی شدومد سے انکار کرتے ہیں حالانکہ دلائل کا تجزیہ حقیقت پسندانہ نگاہوں سے کرنا چاہئے انتہا پسندی سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کسی کا عالم غیب ہونا اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک اللہ تعالیٰ اس کا انتخاب نہ فرمائے اور جو خصوصی طور پر علم غیب عطائے ربانی ہے وہ رسولوں میں سے جس کا انتخاب فرمائے۔ جب رب تعالیٰ نے فرمایا کہ جس رسول سے رب راضی ہو جائے اسے علم غیب دیا جاتا ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی کون سی ناراضگی تھی؟ جس کی بنیاد پر آپ کے علم پاک کا انکار کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق فرما کر فرمایا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا دیئے۔ اکابر مفسرین صحابہ حضرت ابن عباس، عکرمہ، قتادہ بن جبیرہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چھوٹی بڑی تمام اشیاء کے سب نام سکھا دیئے اور خلافت کے منصب کا تقاضا بھی یہی تھا کہ حضرت آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے جاتے۔ جب آدم علیہ السلام کے علم پاک کی یہ کیفیت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو عبدیت کے مقام منتہا پر فائز ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک کا کیا مقام ہوگا؟ ذرا غور کیجئے جب مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طعنہ دیا کہ محمد کے رب نے محمد کو چھوڑ دیا ہے تو بشری تقاضے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارکہ ذراسی بوجھل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیارے حبیب قسم ہے روز روشن کی طرح چمکتے ہوئے تیرے رخ انور کی اور تیری پیاری زلفوں کی جب تو سنوارتا ہے تو یوں لگتا

ہے جیسے رات چھا گئی ہے تیرے رب نے تجھے نہ چھوڑا نہ تجھ سے ناراض ہوا تیری آنے والی ہر گھڑی پہلی گھڑی سے بدرجہا بہتر ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى، عنقریب تیرا رب تجھے اتنا عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ اگر کوئی تعصب کی عینک اتار کر محبت کی عینک لگا کر غور کرے تو کیا یہ چیز واضح نہیں کہ رب فرما رہا ہے کہ علم غیب اسے عطا کیا جاتا ہے رسولوں میں سے جس کو وہ پسند کرے تو جب فرمایا کہ تیرا رب تجھے اتنا عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے گا تو کیا اس میں علم غیب داخل نہیں؟ يُعْطِيْكَ کا معنی عطا کرے گا یہ نہیں فرمایا کہ تجھے کیا کیا عطا کرے گا تو کیا کوئی گن کر بتا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا عطا کیا اور کیا نہیں عطا کیا۔ کون سا کمال تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہیں تھا، کون سی خوبی تھی جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا نہیں فرمائی۔ جو ذات والا منبع حسنات اور منبع فیوضات ہے تو کیا صرف اسے علم غیب ہی عطا نہیں کرنا تھا؟

انبیاء تو بعد کی بات ہے ہزاروں اولیاء کرام ہیں جنہوں نے غیب کی خبریں دے کر بڑے بڑے فلسفیوں اور عقل پرستوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم پاک سے خشک دریائے نیل چل پڑا تو کیا کمال غلامِ مصطفیٰ نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں نے لاکھوں لوگوں کی بگڑی بنائی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہی نرالی ہے۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کی حد بندیاں کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کر سکتے ہیں اور یہ نہیں کر سکتے، یہ کہنا بہت بڑی جہالت اور نادانی ہے۔ آنحضور کے علم غیب کے متعلق علماءِ اسلاف میں تقریباً کسی نے بھی انکار نہیں کیا انہوں نے ہی انکار کیا ہے جن کی عقلوں پر پردے پڑے رہے۔ اگر علماء محدثین نے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا انکار کیا ہوتا تو محدثین عظام اپنی نامور کتب احادیث بشمول صحاح ستہ میں نقل نہ کرتے بلکہ ساتھ ہی تردید کر دیتے۔ اگر محدثین عظام بزرگان نے انکار نہیں کیا تو آج کے دور کے نام نہاد ملاؤں نے کون سی بوٹی سونگھ لی ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب کی رضا چاہتے ہیں اور رب اپنے محبوب کی رضا چاہتا ہے۔ بقول اعظم چشتی

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد

اگر کوئی صاحب انصاف غور کرے تو کتنی واضح بات ہے کہ اے محبوب، تجھے اتنا دیا جائے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ تو اب یہاں رب نے محبوب کی رضا چاہی کہ نہیں؟ جب رب نے محبوب کی رضا چاہی تو حضور مرتضٰی ٹھہرے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز یہ آیت پڑھی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی فَمَنْ تَبِعَنِىْ فَاِنَّهٗ مِنِّىْ جس نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی جس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے عرض کی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ مبارک دعا کے لئے اٹھائے اور عرض کی الٰہی میری امت، میری امت، میری امت۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زار و قطار رونے لگے اللہ تعالٰی نے جبریل کو حکم دیا کہ فوراً میرے حبیب کے پاس جاؤ اسے جا کر یہ پیغام پہنچاؤ کہ ہم آپ کو ہر معاملہ میں راضی کریں گے اور اس کو مایوس نہیں کریں گے۔

خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ارشاد باری ہے: قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ

قِبْلَةً تَرْضٰهَا. ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا چہرہ آسمان کی طرف اٹھنا ہم ضرور پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے رہے۔ سولہ یا سترہ ماہ آپ کا عمل یہی رہا لیکن حضور کی دلی آرزو تھی کہ قبلہ وہی ہونا چاہیے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ ہے اور آپ کی نگاہ مبارک پروردگار کی طرف بار بار اٹھتی۔ اللہ تعالٰی کو اپنے پیارے محبوب کی ادا بڑی پسند آئی فرمایا کہ پیارے تیری خوشی میں ہی ہماری خوشی ہے۔ محبوبوں کی ہی ناز برداریاں ہوتی ہیں اگر ہم نے تیرے ناز نہیں اٹھانے تو کس کے اٹھانے ہیں۔ پیارے حبیب ہم تیری اداؤں کو دیکھ رہے ہیں میری رحمت بھی تجھ پر وارے وارے جا رہی ہے تو اپنا رخ انور جس طرف چاہتا ہے اس طرف پھیر لے تو جس طرف رخ انور کر لے گا ہم قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے وہی قبلہ مقرر کر دیں گے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر کی امامت فرما رہے تھے دوران نماز تحویل قبلہ کا حکم آ گیا۔ عین حالت نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا رخ انور بیت المقدس کی طرف سے کعبۃ اللہ کی طرف پھیر لیا اور لطف کی بات یہ کہ جب بیت المقدس سے منہ پھیرا تو امام (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیچھے اور مقتدی آگے ہو گئے حکم کی پیروی میں ذرا تاخیر نہ ہوئی۔

سبحان اللہ! اللہ تعالٰی نے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کرم کی انتہا کر دی تو عبد کریم بصد عجز سجدہ ریز ہو کر عرض کرتا ہے کہ مولا مجھے معاف فرمائیں تو تیری بندگی کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ عبد کا کام اس کے حضور جھکتے جانا ہے اور معبود کا کام اپنے بندے عبدِ کامل کو راضی کرنا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَلْمُزَّمِّلُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چادر اوڑھنے والے

قال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ اے چادر لپٹنے والے رات کو قیام فرمایا کیجئے مگر تھوڑا۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا انداز جو رب العالمین نے اپنایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ رب العزت نے جس حالت میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اسی کے مطابق مخاطب کر کے اپنی طرف متوجہ کیا۔

دنیا میں یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی کو کسی سے دلی محبت ہو جائے تو وہ محبوب کا نام نہیں لیتا بلکہ محبوب کو القابات سے پکارتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جتنے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا سب کو اسماء ذاتیہ سے پکارا۔ ملاحظہ فرمایئے:

یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ — اے آدم آپ اور آپ کی بیوی جنت میں رہیے۔

وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی — اور آدم نے اپنے رب کی بات پوری نہ کی

اور راہ سے ہٹے۔

یٰنُوْحُ اھْبِطْ — اے نوح اتر جایئے۔

یٰٓاِبْرٰھِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا — اے ابراہیم اس بات سے روگردانی کریں۔

یٰمُوْسٰٓی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ — اے موسیٰ آپ کو لوگوں پر فضیلت دی۔

یٰھُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَۃٍ — (کفار نے کہا) اے ہود تم ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں لائے۔

یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ — اے زکریا آپ کو ایک لڑکے کی ہم بشارت دیتے ہیں۔

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ — اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے پکڑیئے۔

قرآن نے کسی بھی مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسم ذاتی سے نہیں پکارا۔ کہاں کہیں خطاب فرمایا آپ کے اسماء صفاتی کے نام سے یاد فرمایا۔

قرآن حکیم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسم ذاتی سے خطاب نہ فرمایا بلکہ اسم ذاتی محمد کا ذکر فرمایا۔ ذکر کرنے اور نام لے کر پکارنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ — اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ — محمد اللہ کے رسول ہیں۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ — تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں۔

ان مقامات پر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کا اسم ذاتی صرف اس لئے لیا کہ

کفار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی نام سے جانتے تھے۔ اگر آپ کا نام نہ لیا جاتا تو قرآن حکیم سے آپ کا نام معلوم نہ ہوتا۔ (دلائل النبوۃ)

قرآن حکیم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو القابات سے مخاطب فرمایا:

یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ

اے رسول پہنچا دیجئے جو آپ کی طرف اتارا گیا آپ کے رب کی طرف سے۔

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی بے شک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا۔

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝ یاسین۔ قسم ہے قرآن حکیم کی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو بھی درس ہدایت دیا ہے کہ جب تم محبوب کو آواز دو اس کے اسم ذاتی سے نہ پکارو بلکہ اسم صفاتی یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ کے نام سے مخاطب کرو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرما سکتا تھا یا محمد قم الیل اے محمد اٹھ کھڑا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جلالت آمیز انداز سے خطاب نہ فرمایا بلکہ محبت بھرا خطاب دیا اس لئے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب غار حرا میں اپنے پروردگار کی طرف سے پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کلمات طیبات سن کر گھبرا گئے، بدن مبارک پر کپکپی طاری ہو گئی، چہرۂ انور پر پسینہ آگیا تو آپ اپنے آستان مقدس پر تشریف لائے اور سیدہ خدیجہ سے فرمایا زملونی زملونی مجھ پر چادر اوڑھا دو، مجھ پر چادر اوڑھا دو۔ جب چادر مبارک اوڑھ کر لیٹ گئے تو جبریل امین بارگاہ صمدیت سے پیغام ربانی لے کر آئے اور آتے ہی فرمایا یاایہاالمزمل اے کملی اوڑھنے والے، اٹھیے رات کو مگر تھوڑا۔

سبحان اللہ کتنی پیاری بات ہے کہ محبوب کملی اوڑھ کر لیٹ گیا اور

محب کو محبوب کی ادا پسند آگئی تو محبوب کو کملی والے کا خطاب دے دیا۔ تقریباً ۷۰ کے قریب انبیاء گزرے ہیں جو اون اور صوف کا لباس پہنتے تھے مگر رب نے کسی نبی کو کملی اوڑھنے والے کا خطاب نہ دیا اگر یہ خطاب دیا تو اس کو جس سے بزم کائنات کو سجایا گیا۔

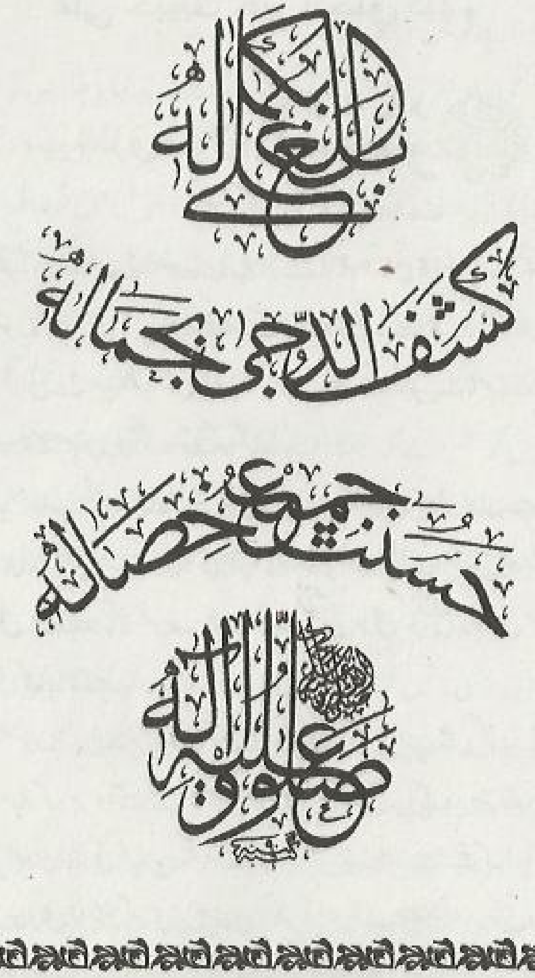

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَلْمُدَّثِّرُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کپڑے میں لپٹنے والے

قرآن حکیم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم صفاتی کا ذکر پارہ انتیس میں کیا بلکہ سورۃ کا نام ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم صفاتی کے نام سے موسوم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ کے نام سے مخاطب کیا اور سورۃ کا نام ہی سورۂ مدثر رکھا گیا۔

یہ خطاب بھی محبت سے لبریز ہے۔ اس کا شان نزول یوں ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ تا مَالَمْ یَعْلَمْ کے نزول کے بعد کچھ عرصہ تک سلسلہ نزول وحی منقطع رہا اس عرصہ کو فترۃ الوحی کہا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ دن بڑے کربناک واضطراب میں گزرتے تھے۔ طبیعت مبارکہ ہر وقت بے چین واداس سی رہتی۔ ایک روز غار حرا میں حسب معمول اللہ کی عبادت کر کے واپس تشریف لا رہے تھے کہ اچانک افق آسمان سے وہی فرشتہ کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی لے

کر آیا تھا۔ اس منظر کو دیکھ کر طبیعت مبارکہ پر ہراس پیدا ہوا گھر پہنچتے ہی فرمایا دَثِّرُوْنِیْ دَثِّرُوْنِیْ (لحاف اوڑھادو لحاف اوڑھادو) کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی الٰہی نازل ہوئی۔

یَآ اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ۝ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ ۝

اے کپڑے میں لپٹنے والے، اٹھیے ڈرایئے، اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے، اور اپنے لباس کو پاک کیجئے۔

کتنی پیار بھری بات ہے کہ محبوب نے جب کہا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ تو رب نے یَآ اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ کہہ کر خطاب کیا جب کہا دَثِّرُوْنِیْ دَثِّرُوْنِیْ تو خطاب یَآ اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ کے نام سے ہوا۔ سورۂ مزمل میں فرمایا قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا، اٹھیے رات کو مگر تھوڑا۔ سورۂ مزمل میں خطاب خلوت کے لئے ہے اور قُمْ فَاَنْذِرْ میں خطاب جلوت کے لئے ہے۔

کتنا دلنشین انداز خطاب ہے کہ رات کو کھڑا ہوا کر مگر تھوڑا۔ دوسروں کو حکم دے کہ جتنا رات کو اٹھو گے اور جتنی عبادت کرو گے اس قدر انعام خداوندی سے بہرہ یاب ہو جاؤ گے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ اے کملی اوڑھنے والے رات کو اٹھیے مگر تھوڑا۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت کا بیان ہے یعنی محب اور محبوب کے درمیان راز کی باتیں کرنے کا موزوں وقت رات ہی کو ملتا ہے اس لئے رب نے فرمایا اے حبیب! ذرا رات کی سہانی گھڑیوں میں جب ہر طرف سناٹا طاری ہو تو اپنے رب کے سامنے قیام کر۔

سورۂ مدثر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوتوں اور ان کی مصروفیات کا ذکر ہے۔ سورۂ مزمل میں اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی دن کی مصروفیات کو اجمالاً بیان کیا اور سورۂ مدثر میں قُمْ فَاَنْذِرْ کہہ کر دن کی مصروفیات کی تفصیل بیان کی۔

سورۂ مزمل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام مشاہدہ کا ذکر ہے اور سورۂ مدثر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام مجاہدہ کا ذکر ہے۔

سورۂ مزمل میں فرمایا گیا کہ انسان کی روحانی ترقی اور بلندی درجات اضافی وروحانی عبادات سے ہوتی ہے اور سورۂ مدثر میں فرمایا گیا کہ انسان جب اعلائے کلمۃ الحق کے لئے کمربستہ ہو کر میدان عمل میں آجائے تو اسے جوانمردی اور بلند عزم وہمت کا پیکر بن کر باطل طاغوتی طاقتوں کے خلاف ہر وقت صف آراء رہنا چاہئے اور اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبا دینا چاہئے۔

سورۂ مزمل میں تعلق الٰہی کا ذکر ہے اور سورۂ مدثر میں تعلق مخلوق کا۔ سورۂ مزمل میں تہجد کا حکم ہے اور سورۂ مدثر میں جہاد کا۔ سورۂ مزمل میں فرمایا گیا وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا o کہ ہر طرف سے کٹ کر صرف اپنے رب کے ہو جاؤ۔ سورۂ مدثر میں یہ فرمایا گیا کہ فقر و درویشی کے میدان میں جہاں نفس کی پاکیزگی اور روح کی بالیدگی ضروری ہے وہاں انسان کا ظاہر بھی باطن کی پاکیزگی کا آئینہ دار ہو۔ کیونکہ رب العالمین نے آپ کو نبوت کے منصب رفیع پر فائز فرمایا اور اپنی عظمت وکبریائی کے اعلان کے لئے منتخب فرمایا آپ کا باطن تو بلاشک وشبہ صاف وشفاف ہے اس کے ساتھ ساتھ آپ کا ظاہر بھی پاک وصاف ہو، لباس بھی پاک ہو تاکہ کسی کافر و مشرک کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملے۔ یا ظاہری طہارت سے مراد اخلاقیات ہیں یعنی جس طرح آپ کا باطن پاک ہے اسی طرح آپ کا اخلاق بھی

درست اور پاکیزہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق عالیہ کے منصب رفیعہ پر فائز تھے۔

سورۂ مزمل میں فرمایا وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ، اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہا کرو اور اس کا اجر عظیم اللہ کی بارگاہ سے پاؤ گے۔ سورۂ مدثر میں فرمایا گیا وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ، زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات وتعلیمات میں ایسی کسی چیز کا اشارہ نہیں ملتا کہ آپ نے کسی کو دیا ہو زیادہ لینے کی نیت سے بلکہ آپ ساری کائنات پر احسان کرنے والے اور اخلاقیات کا حسین مرقع بن کر تشریف لائے بلکہ یہاں آپ کے ذریعہ سے قیامت تک آنے والی نسل انسانیت کو ایک درس عمل دیا جا رہا ہے کہ جب تم مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو خلوص وللّٰہیت کو مد نظر رکھو ریاکاری دکھلاوہ نہ ہو۔ فی زمانہ جو چیز عروج پر جا رہی ہے وہ یہ کہ آج جب کسی پر کوئی سو روپیہ خرچ کرتا ہے یا کرنے لگتا ہے تو پہلے سوچتا ہے اس سے مجھے دو سو روپیہ واپس ملے گا بھی کہ نہیں یعنی سو روپیہ خرچ کرنے کے بدلہ میں دو سو کی امید پہلے لگ جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ دنیا میں لین دین بنا ہوا ہے جبکہ تعلیمات خداوندی اور اسوۂ محمدی میں یہ چیز ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی انسان پر واپس لینے کی نیت سے ایک درھم بھی خرچ کیا ہو۔ فرمایا یہ گیا ہے اللہ کے حکم کی تعمیل اور رسول پاک کے اسوۂ پاک کو سامنے رکھ کر اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے کسی کے ساتھ نیکی کر دیں اور پھر نہ جتلائیں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی پر دس روپے کی نیکی کی اور نوے روپے کی ساتھ بے عزتی کر دی اور سو روپیہ کر دیا۔

سورۂ مدثر میں جو آیات بینات ہیں جن میں اصلاح کا درس دیا گیا ہے

اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی خامی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مطہرہ ظاہر باطنی تمام عیوب و نقائص سے مبرا، مزکی اور اخلاق حمیدہ سے متصف تھی۔ یہ جتنے بھی احکامات ہیں ان میں قیامت تک آنے والے تمام مبلغین اسلام کو تعلیمات اسلامیہ پر کاربند رہنے کی تلقین کی جارہی ہے۔ ایک مبلغ اسلام کے لئے ضروری ہے کہ اصلاح معاشرہ کے لئے پہلے اپنے آپ کو فیضان نبوی سے مستفیض کرے یعنی تعلیمات و اخلاقیات محمدی کا اپنے آپ کو آئینہ دار بنائے۔ اور دیکھا یہ گیا ہے کہ جب مبلغین اسلام تعلیمات نبوی پر کاربند رہتے تھے تو ان کی زبان میں بڑی تاثیر ہوا کرتی تھی آج کل حالات ہی بڑے عجیب سے ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے آج کی نوجوان نسل دین اسلام اور شعائر اسلام سے لاپرواہ ہوتی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاقِ حسنہ کا پیکر بنائے۔

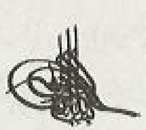

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا **مُصَدِّقٌ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تصدیق کرنے والے

قال اللہ تعالیٰ: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ o فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o (آل عمران)

اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور اس رسول پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا (مزید تاکید کے طور پر فرمایا) کیا تم سب (انبیاء نے) اقرار کیا اور کیا میرا (یہ عہد قبول کر کے) یہ بھاری ذمہ تم نے اٹھالیا ہے؟ سب انبیاء نے عرض کیا کہ ہم نے اس عہد پر ثابت قدم رہنے کا اقرار کیا۔ (اللہ نے فرمایا) تو گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی

اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی خامی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مطہرہ ظاہر باطنی تمام عیوب و نقائص سے مبرا، مزکی اور اخلاق حمیدہ سے متصف تھی۔ یہ جتنے بھی احکامات ہیں ان میں قیامت تک آنے والے تمام مبلغین اسلام کو تعلیماتِ اسلامیہ پر کاربند رہنے کی تلقین کی جارہی ہے۔ ایک مبلغ اسلام کے لئے ضروری ہے کہ اصلاح معاشرہ کے لئے پہلے اپنے آپ کو فیضان نبوی سے مستفیض کرے یعنی تعلیمات و اخلاقیات محمدی کا اپنے آپ کو آئینہ دار بنائے۔ اور دیکھا یہ گیا ہے کہ جب مبلغین اسلام تعلیمات نبوی پر کاربند رہتے تھے تو ان کی زبان میں بڑی تاثیر ہوا کرتی تھی آج کل حالات ہی بڑے عجیب سے ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے آج کی نوجوان نسل دین اسلام اور شعائر اسلام سے لاپرواہ ہوتی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاقِ حسنہ کا پیکر بنائے۔

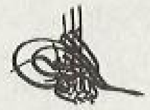

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا **مُصَدِّقٌ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تصدیق کرنے والے

قال اللہ تعالیٰ: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ o فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o (آل عمران)

اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور اس رسول پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا (مزید تاکید کے طور پر فرمایا) کیا تم سب (انبیاء نے) اقرار کیا اور کیا میرا (یہ عہد قبول کر کے) یہ بھاری ذمہ تم نے اٹھا لیا ہے؟ سب انبیاء نے عرض کیا کہ ہم نے اس عہد پر ثابت قدم رہنے کا اقرار کیا۔ (اللہ نے فرمایا) تو گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی

اس پختہ عہد سے پھر جائے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

حضور ختمی مرتبت تاجدار نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام رشد و ہدایت کیلئے تشریف لائے سب کے سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشخبریاں دیتے رہے۔ بالآخر سلسلہ نبوت کی آخری کڑی جس کے لئے بزم کائنات کو سجایا گیا تشریف لائی تو جو دروازہ حضرت آدم سے کھلا تھا بالآخر بند ہو گیا۔

اگر اس مذکورہ آیت میں کلمہ ثُمَّ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ میں غور کیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت کا بہترین استدلال ہے کیونکہ خطاب یہ ہے کہ اے انبیاء علیہم السلام کی ارواح! میں تمہیں نبوت کا پیکر بنا کر دنیا میں بھیج رہا ہوں جب تم سب آچکو گے تو ثُمَّ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے گا یعنی اس کے بعد کوئی رسول نہ ہو گا۔

حضور سید المرسلین سے پہلے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام تشریف لائے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کی خوشخبریاں دیتے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بھی نبی کی خوشخبری نہ دی بلکہ آپ نے ماقبل انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی۔ تو یوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نبی کے مبشر نہ ٹھہرے بلکہ سب نبیوں کے مصدق ٹھہرے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور نبی نے آنا ہوتا تو ثُمَّ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ کہہ کر سب نبیوں سے خاتمیت محمدی پر ایمان لانے کا وعدہ نہ لیا جاتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجنا تھا اور آپ کو تاج ختم نبوت پہنا کر بھیجنا تھا تو اسی لئے آپ کی نبوت کو قیامت تک عالمگیر نبوت کا پیکر بنا کر بھیجا

قرآن حکیم نے سورۂ بقرہ میں اس چیز کی وضاحت یوں بھی کی وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (ایمان دار وہ ہیں) جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس وحی پر جو آپ پر اتاری اور جو آپ سے پہلے اتاری گئی۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی آنا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصدق نہ ہوتے بلکہ مبشر ہوتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اگر کوئی وحی آنا ہوتی تو اللہ تعالیٰ وضاحت فرما دیتا کہ ایمان دار وہ ہیں جو آپ کی طرف اتاری گئی وحی پر ایمان لاتے ہیں اس پر اور جو آپ سے پہلے اتاری گئی اور وہ جو آپ کے بعد اتاری جائے گی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نہ کسی نبی نے آنا ہے اور نہ آپ کے بعد کوئی وحی آئے گی۔

یوم میثاق کو جو عہد لیا گیا اس کا مقصد ہی ختم نبوت محمدی پر ایمان اور نصرت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے روز اول سے اس بات کو سربمہر کر دیا کیونکہ یہ بات علم الٰہی میں تھی اس ہستی کو بے مثل و بے مثال بنا کر تاج ختم نبوت پہنا کر بھیجا جا رہا ہے۔ تو اس امکان کو وضاحت کے ساتھ مسترد کر دیا کہ آپ کے بعد بھی کوئی نبی آئے گا۔ پہلے آنے والے انبیاء کرام مبشر تھے اور جب ان سب نبیوں نے نبوت محمدی پر ایمان لانے کا اقرار کر لیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے زبان نبوت محمدی سے ان سب کی نبوتوں کی تصدیق کروا دی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب انبیاء کرام کے مصدق ٹھہرے۔

قابل غور بات ہے اور اس بات سے کوئی بھی صاحب ایمان انکار نہیں کر سکتا کہ انبیاء کرام زمین پر تشریف لائے اور قرآن حکیم میں اس بات کی صراحت بھی نہیں ملتی کہ انبیاء علیہم السلام کی تعداد کتنی ہے۔ حدیث پاک چونکہ قرآن کے اجمال کی تفصیل ہے اس لئے انبیاء کی تعداد قرآن نے واضح

نہ کی بلکہ زبان رسالت نے کی۔ قرآن حکیم نے صرف ان سب انبیاء پر ایمان لانے کو شرط قرار دیا۔ اگر کوئی بے ایمان کہے کہ جب تک ہمیں قرآن انبیاء علیہم السلام کی تعداد نہیں بتائے گا اس وقت تک ہم انبیاء علیہم السلام کو ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش نہیں مانتے تو یہ بات سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ ہمیں قرآن حکیم نے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام ہیں ان سب پر ایمان لانا ضروری قرار دیا اور قرآن حکیم نے ابتداء میں یہ بات اٹل طور پر واضح فرما دی کہ ایماندار وہ ہیں جو ایمان بالغیب پر یقین رکھتے ہیں۔ اور ہم نے فقط زبان سے نکلنے والے کلمات طیبات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا کہ جب خاتم النبیین تصدیق فرما رہے کہ انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے آنے والے پاکیزہ نفوس جو تاج نبوت پہن کر آئے ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش ہے تو یہاں انکار کی کوئی مجال نہیں اور انکار کرنا بھی کفر ٹھہرے گا کیونکہ تصدیق حضور فرما چکے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصدیق کرنے والے بھی ہیں اور تصدیق کئے گئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خبر دینے والے بھی ہیں اور خبر دیئے گئے ہیں۔

اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نہ کوئی مخبر آسکتا ہے نہ کوئی مُخبَر۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی خبر دے رہے ہیں اور رب تعالیٰ آپ کی خبر دے رہا ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مِصْبَاحٌ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

روشن چراغ

قال اللہ تعالیٰ

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ۚ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ۚ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ الخ

زمین اور آسمانوں میں اللہ کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اس میں چراغ ہو۔ وہ چراغ شیشہ کے ایک فانوس میں ہو، وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے جو موتی کی طرح چمک رہا ہے جو روشن کیا گیا ہے برکت والے زیتون کے درخت سے، جو نہ شرقی ہے نہ غربی، قریب ہے اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے یہ نور ہی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو جس طرف چاہے پہنچا دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے طرح طرح کی مثالیں لوگوں کے لئے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت امت مسلمہ میں ایک مسلمہ

حقیقت ہے مگر بدقسمتی سے ایسے شرپسند عناصر بھی وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ نورانیت کا بڑی بیدردی سے انکار ہی نہیں کرتے بلکہ اپنی تقریروں، مناظروں، مباحثوں کا موضوع بناتے ہیں اور پھر معاملہ تنقیص و توہین رسالت تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جتنا کوئی اس مرض کا شکار ہے اتنا ہی فیضان رسالت سے محروم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان کے امین وہی خوش بخت ہے جنہوں نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و احترام میں اونچی سانس لینا بھی حرام سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست فیضیاب ہونے والے صحابہ فیضان نبوت کے صحیح امین ٹھہرے کہ انہوں نے ادب نبوت میں کسی قسم کی کوئی پس و پیش نہیں کی۔

صحابہ کرام کی سیرت پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ وہ قرآن کی تلاوت بڑی رغبت اور ذوق و شوق سے کرتے تھے۔ آیاتِ توحید بھی پڑھتے آیاتِ عظمت رسالت بھی۔ آیاتِ نورانیت محمدی بھی اور آیاتِ بشریت محمدی بھی۔ مگر کسی نے نہیں کہا یا رسول اللہ! آپ نور ہیں کہ بشر۔ بے اختیار ہیں کہ بااختیار۔ امت مسلمہ میں یہ فتنہ انکار نورانیت و فضائل محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت پیدا ہوا جب بدقسمت ملاؤں نے برطانوی تنخواہوں سے پیٹ بھرے اور چندوں سے اپنے مدرسے چلائے۔

یہ بات یاد رہے کہ قرآن و حدیث کے بے شمار دلائل ہیں جن سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت معنوی نہیں حسی تھی۔ آیئے ذرا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت مطہرہ کے ذکر سے اپنے قلب و باطن کو نورٌ علیٰ نور کریں۔

مَثَلُ نُوْرِہٖ :اللہ کے نور کی صفت ہے۔ یعنی وہ نور جو مومن کے دل میں جگمگاتا ہے جس کی پرتواندازی کی وجہ سے مومن کا دل اللہ کی ذات و صفات کی طرف راستہ پاتا ہے، عقل انسانی جس کو نہیں پا سکتی تھی۔ اس نور کی ضیاء پاشی کی وجہ سے وہاں تک پہنچ جاتی ہے اور جس کے ذریعہ یہ عقل بشری حق کو حق اور باطل کو باطل جان لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ۔

بغوی نے لکھا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مَثَلُ نُوْرِہٖ فِیْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اس نور کی حالت و صفت جو اللہ نے مومن کو عطا فرمایا ہے۔ (مظہری)

بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ نورہ کی ضمیر مومن کی طرف لوٹ رہی ہے۔ حضرت ابیؓ نے فرمایا مومن کے دل کے نور کی صفت۔ یہ مومن وہ بندہ ہے جس کے دل کے اندر اللہ نے ایمان اور سینہ کے اندر قرآن جمادیا ہے۔

حضرت ضحاک نے بیان کیا نور سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (مظہری)

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورایت مقدسہ کے متعلق علامہ مظہری نے طویل فصل لکھی ہے۔ تبرکا اس فصل کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب احبار سے کہا مجھے اس آیت کا مطلب سمجھائیے جس میں مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ کا ذکر ہے۔

حضرت کعب احبار جو تورات وانجیل کے بڑے عالم تھے نے فرمایا یہ جو مثال اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے دراصل یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس کو واضح کر رہی ہے۔ سنئے!

مِشکوٰۃ سے مراد سینہ مبارک ہے۔

زُجَاجَۃ سے مراد قلب انور ہے۔

مِصْبَاح سے مراد نبوت ہے۔

حضور ﷺ کا نور اور آپ ﷺ کی شان لوگوں کے سامنے خود بخود ظاہر ہو رہی ہے۔ اگرچہ آپ ﷺ اپنی نبوت کا اعلان نہ بھی فرماتے تو آپ کی نورانیت لوگوں کے سامنے واضح تھے۔ ملاحظہ فرمایئے

حضور سید المرسلین ﷺ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ میں نے بحالت حمل خواب دیکھا کہ میرے اندر سے نور نکلا جس سے ملک شام کے محلات نظر آنے لگے۔ جونہی آپ ﷺ دنیا پر جلوہ گر ہوئے تو آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ حافظ ابن حجر نے لکھا کہ جونہی حضور ﷺ پیدا ہوئے آپ کی والدہ نے ایک نور دیکھا جس سے ملک شام کے محلات ان کی نظر کے سامنے چمک اٹھے۔ ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح کہا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ ایک یہودی مکہ میں رہتا تھا اور کاروبار تجارت اس کا مشغلہ تھا۔ حضور ﷺ کی پیدائش کی رات کو اس نے قریش سے کہا اے گروہ قریش! آج رات اس امت کا نبی پیدا ہو گیا جس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت کا نشان ہے۔ لوگ اس یہودی کو حضور ﷺ کی جائے پیدائش پر لے کر گئے اس نے نو مولود کی پشت انور کو دیکھا جب مہر نبوت پر نظر پڑی تو دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگوں نے ہوش آنے کے بعد پوچھا، اس نے کہا واللہ! بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب کا بیان ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ!

آپ کے دین میں میرا داخل ہونا بھی عجیب ہے۔ میں نے آپ کی نبوت کی علامت اس وقت دیکھ لی تھی جب آپ اپنے پنگوڑے میں پڑے چاند سے باتیں کرتے تھے اور آپ کی انگلی کے اشارے سے چاند کبھی اِدھر ہو جاتا کبھی ادھر ہو جاتا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضور ﷺ کو اپنے گھر لے کر گئی تو کبھی گھر میں چراغ جلانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ آپ کے چہرہ انور کی روشنی چراغ سے زیادہ روشن تر تھی۔ اگر ہم کو کبھی کسی جگہ چراغ کی ضرورت پیش آتی تو اٹھا کر آپ ﷺ کو لے جاتی تو روشنی پھیل جاتی۔

آیت مذکورہ کی تفسیر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مشکوۃ سے مراد آپ ﷺ کا سینہ مبارک ہے اور زجاجہ سے مراد آپ کا قلب مبارک ہے اور مصباح وہ نور تھا جو آپ کے دل میں روشن تھا اور شجرہ مبارکہ نور علی نور کا مطلب یہ ہے کہ ایک نور تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کا نور تھا دوسرا نور حضور ﷺ کے دل کا نور ہے۔

محمد بن کعب قرظی نے کہا مشکوۃ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے زجاجہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور مصباح حضور ﷺ۔ آپ ہی ذات کو اللہ تعالیٰ نے آیت سراجاً منیرا میں سراج فرمایا۔

یہ چراغ ایک برکت والے درخت کے تیل یعنی حضرت ابراہیم کی ذات سے روشن تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یقیناً بہت ہی بابرکت تھے اکثر انبیاء آپ ہی کی نسل سے ہوئے۔ پھر آپ ایسے درخت کی طرح تھے جو نہ شرقی ہو نہ غربی یعنی آپ نہ یہودی تھے نہ عیسائی۔ یہودی مغرب کو منہ کر

کے عبادت کرتے ہیں یہودیوں کو غربی قرار دیا اور عیسائی قرار پائے۔

یَکَادُ زَیْتُهَا یُضِیْءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ سے اس طرف اشارہ ہے کہ وحی الٰہی آنے سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات اور محاسن ظہور پذیر ہونے والے تھے۔ (آگ کے چھونے یعنی وحی آنے کے بعد تو ان کا ظہور ہو ہی گیا۔ وحی آنے سے پہلے بھی وہ قریب الظہور تھے) نورٌ علیٰ نور کا مطلب یہ ہے نورِ اصل نور نسل کے ساتھ شامل ہو گیا۔ ایک تو نور ابراہیمی تھا پھر نور محمدی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ پس نور محمدی نورٌ علیٰ نور ہو گیا۔

(اقتباس مظہری)

علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب مظہری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پانچ علمی ادوار کی قوتیں عطا کی ہیں۔

حسی قوت: جس کے ذریعے دماغ ان چیزوں کو جان لیتا ہے جو ظاہری پانچوں حواس کے ذریعے سے محسوس ہوتی ہیں۔

قوتِ خیال: یہ طاقت احساس قوت کے معلومات کا خزانہ ہے۔ محسوسات کی جو صورتیں حس قوت میں آتی ہیں ان کو یہ اپنے اندر جمع رکھتی ہے تاکہ ضرورت کے وقت قوت عقلیہ سامنے لا سکے۔

قوتِ عاقلہ: جو صرف کلی حقائق کا ادراک کرتی ہے۔

قوتِ فکر: یعنی قوت متفکرہ جو معلومات کو ترتیب دے کر نا معلوم چیزوں کا علم حاصل کرتی ہے۔ اس کا کام دلائل کو جوڑنا اور معلومات کو ترتیب دینا ہے۔

قوتِ قدسیہ: یہ قوت انبیاء اور اولیاء کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسرار ملکوت اور انوارِ غیب کا اس کے ذریعہ انکشاف ہوتا ہے۔

آیت مذکورہ میں یہی پانچوں قوتیں ہیں۔ مشکوٰۃ، زجاجہ، مصباح، شجرہ، زیت۔

حسی قوت مشکوٰۃ کی طرح ہے گویا کہ یہ ایک کھڑکی ہے جس کا رخ باہر کی طرف ہے صرف محسوسات خارجیہ کو جانتی ہے اپنے پیچھے کا اس کو کچھ ادراک نہیں۔ اس کا معقولات کے ذریعہ سے روشن ہو جانا بالذات نہیں۔

قوتِ خیالیہ اس شیشے کی طرح ہے جو ہر جہتی معقولات کی صورتوں کا ادراک کرتی ہے اور انوارِ عقلیہ کو اپنے اندر محفوظ کر لیتی ہے اور قوتِ عاقلہ کی ضیاء پاشی سے روشن ہوتی ہے۔

قوتِ عاقلہ ایک چراغ ہے جو علوم کلیہ اور معارف ربانیہ کے نور سے جگمگا رہا ہے۔ قوتِ متفکرہ ایک مبارک درخت ہے جس کے پھل لامحدود ہیں۔ یہ زیتون کا درخت ہے جس سے روغن پیدا ہوتا ہے۔ اس روغن سے چراغ روشن ہوتا ہے۔ یہ درخت غربی ہے نہ شرقی کیونکہ تمام جسمانی عوارض سے پاک ہے۔ یا یوں کہیئے کہ یہ درخت فکریہ صورتوں اور معانی کے درمیان واقع ہے۔ دونوں سے بہرہ یاب ہوتا ہے اور دونوں میں تصرف کرتا ہے۔

قوتِ قدسیہ روغن زیتون کی طرح صاف و شفاف، بغیر سوچ بچار اور کسی سے سیکھنے کے خود ہی معارف و علوم کی نورانیت سے جگمگانے لگتا ہے۔

قوتِ قدسیہ کا مرتبہ اتنا نورانی ہوتا ہے کہ وحی اور الہام کے بغیر بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود اس میں اشتعال نورانیت کا ظہور ہو جائے گا۔

(مظہری)

حضرت قاضی ثناء اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے علاوہ کئی نکتے بیان کیے ان سب کو نقل نہیں کیا گیا صرف انہیں نکات کو بیان کیا ہے جو عام